نورالمصابیح

فخر العلماء والمحدثین واقفِ رموزِ شریعت ودین
حضرت مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی
مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

16

ناشر
ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، ۲۰ روڈ، حیدرآباد، الہند
www.zialslamic.com
zia.islamic@yahoo.co.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

2/135 باب اشراط الساعۃ

قیامت کی علامتوں کا بیان

65/6597 ﴾...... سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائیگا[1] جہالت زیادہ ہوجائیگی زنا کاری بہت ہوجائیگی اور شراب نوشی زیادہ ہوجائیگی، اور مرد کم ہوجائیں گے عورتیں زیادہ ہوجائیں گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کے لئے ایک منتظم ہوگا۔ 66/6598 اور ایک روایت میں ہے کم ہوجائیگا' جہالت ظاہر ہوجائیگی۔ (متفق علیہ)

67/6599 ﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مال غنیمت کو ذاتی دولت' امانت کو مال غنیمت اور زکوۃ کو ٹیکس بنالیا جائیگا اور دین کے سوا کسی اور مقصد کیلئے علم حاصل کیا جائیگا، مرد اپنی بیوی کی اطاعت کریگا اور اپنی ماں کی نافرمانی کریگا، اپنے دوست کو نزدیک اور اپنے والد کو دور کریگا، مساجد میں بلند آوازیں بلند ہوں گی[2]

1﴾ قولہ یرفع العلم (علم اٹھالیا جائیگا) یعنی علم کا اٹھالیا جانا یا تو علماء کی وفات کی وجہ سے ہوگا یا امراء کی طرف انکے جھکاؤ کی وجہ سے ہوگا۔

وقولہ: ویکثر الزنا (اور زنا زیادہ ہوجائیگا) یعنی حیاء کی کمی کی وجہ سے زیادہ ہوجائیگا۔

وقولہ: القیم الواحد (ان کے مصالح وضروریات کی تکمیل کے لئے ایک منتظم ہوگا)

یہ مراد نہیں کہ وہ انکی بیویاں ہوں گی بلکہ یہ عام ہے یعنی مائیں، دادیاں، نانیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں وغیرہ سب کو شامل ہے۔ (مرقات)

2﴾ قولہ ظہرت الاصوات فی المساجد (مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی) یہ منجملہ ان چیزوں میں سے ہے جو

قبیلہ کا بدکار آدمی قبیلہ کی سرداری کریگا اور قوم کا کمینہ قوم کا سردار ہوگا، آدمی کی عزت اس کے شر کے خوف سے کی جائیگی گانے بجانے والیاں اور باجے عام ہوں گے اور شرابیں پی جائیں گی اور اس امت کے آخری زمانے والے پہلے والوں پر لعنت کریں گے تو تم اس وقت سرخ ہوا اور زلزلہ، زمین میں دھنسنے، صورتیں بدل جانے اور آسمان سے پتھروں کے گرنے کا انتظار کرو اور ان علامتوں کا انتظار کرو جو مسلسل آئیں گی اس ہار کی طرح جس کا تاگہ ٹوٹ گیا ہو اور دانے پے در پے گرنے لگے ہوں۔(ترمذی)

موجودہ زمانے میں زیادہ ہو گئے ہیں، اور ہمارے بعض علماء نے وضاحت کی ہے کہ مسجد میں غیر معمولی آواز بلند کرنا اگرچہ ذکر کے ذریعہ ہو منع ہے۔

قولہ: "وساد القبیلة فاسقهم" وظالمهم بالاولی (جب ان میں کا بدکار شخص سرداری کریگا اور ظالم تو وہ بدرجہ اولی سرداری کریگا اس کا ظہور بھی کثرت سے ہو چکا ہے اور ان امور کا کثرت سے ہونا ہی قیامت کی علامت ہے، ورنہ کوئی زمانہ ان جیسی چیزوں سے خالی نہیں رہا۔(ماخوذ از مرقات)

1 **قولہ: ولعن آخر هذه الامة اولها** (اس امت کے آخری زمانہ کے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ علامت اسی امت کے ساتھ خاص ہے، سابقہ امتوں میں یہ وقوع پذیر نہیں ہوئی اور اس کا قیامت کے نشانیوں میں سے ہونے کی مناسبت یہی ہے، اور اسکی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ اگر یہود ونصاری سے پوچھا جائے کہ تمہاری قوم میں کون افضل ہے؟ تو وہ کہینگے کہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما الصلوۃ والسلام کے اصحاب ہیں چنانچہ اب لعنت کرنے والی ایک ملعون جماعت ظاہر ہو چکی ہے یا تو یہ جماعت کافر ہے یا پاگل ہے، کیونکہ اس جماعت نے انکے حق میں صرف لعن طعن پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ محض اپنے فاسد وہم گمانوں کی بنیاد پر ان کو کفر کی طرف منسوب کردیا۔ حالانکہ کتاب وسنت انکے مناقب وفضائل سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے دین کی جد وجہد میں اپنے نبی کی مدد کی اور اللہ کی راہ میں جس طرح جہاد کرنا چاہئے اس کا حق ادا کیا، بلاد اسلام فتح کئے، احکام دین اور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام علوم کی حفاظت کیا اور ان سے بڑے بڑے جلیل القدر علماء اور مشائخ کرام نے فیض حاصل کیا۔

68/6600 ﴾...... سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب میری امت (۱۵) پندرہ خصلتیں اختیار کریگی تو اس پر بلا نازل ہوگی: جب مال غنیمت کو ذاتی دولت، امانت کو مال غنیمت، زکوۃ کو ٹیکس بنالیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کی اطاعت کریگا اور ماں کی نافرمانی کریگا، اپنے دوست کے ساتھ اچھا سلوک اور باپ کے ساتھ زیادتی کریگا، مساجد میں آوازیں بلند ہونگی، کمینہ آدمی قوم کا سردار ہوگا، آدمی کی اسکے شر کے خوف سے عزت کی جائیگی، شرابیں پی جائیں گی، ریشم پہنا جائیگا، گانے والیاں اور باجے اختیار کرلئے جائیں گے اور اس امت کے آخری زمانہ کے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کرینگے تو وہ ایسے وقت سرخ آندھی یا زمین میں دھنسنے یا چہروں کے مسخ ہونے کا انتظار کریں۔ (ترمذی)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمیں یہ تعلیم فرمائی ہے کہ ہم ان کے حق میں دعا کریں "**ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان**" اور ابن عساکر نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ میرے صحابہ سے اگر لغزش بھی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ان کے سبقت کرنے کی وجہ سے اسکو معاف کردیتا ہے، اور جب ہم اپنے چھوٹے بڑے گناہوں کی کثرت کے باوجود اپنے رب کی رحمت اور اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں تو امت کے اکابر کا اور اس دین کی نصرت کرنے والوں کے مرتبہ کا کیا عالم ہوگا؟

پس خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جس کو اسکے عیب نے لوگوں کے عیوب سے غافل کردیا ہو اور یہ بات یاد رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے وفات یافتہ لوگوں کا تذکرہ خیر کے ساتھ ہی کیا کرو۔ اور آپ نے فرمایا کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبانوں کی حفاظت کرو۔

ابن عساکر نے سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت کی ہے: سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرنا ایمان ہے اور ان سے بغض کرنا کفر ہے، انصار سے محبت کرنا ایمان ہے اور ان سے بغض کرنا کفر ہے اور عرب سے محبت کرنا ایمان ہے، اور ان سے بغض کرنا کفر ہے۔

جس نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہے، اور جس نے ان کے حق میں مجھے یاد رکھا تو میں بروز قیامت اسکی حفاظت کروں گا۔ (ماخوذ از مرقات)

69/6601 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمارہے تھے اچانک ایک دیہاتی صاحب آئے اور عرض کیا: قیامت کب آئیگی آپ نے فرمایا: جب امانت ضائع کی جائیگی تو تب قیامت کا انتظار کرو، تو اس نے عرض کیا: امانت کا ضائع کیا جانا کس طرح ہوگا آپ نے فرمایا جب معاملات نااہل[1] کے حوالے کئے جائیں تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری)

70/6602 ﴿ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے قریب جھوٹے لوگ[2] ہوں گے تم ان سے بچو۔ (مسلم)

71/6603 ﴿...... سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک زمانہ جلد گزرنے لگے[3] گا سال مہینہ کی طرح اور مہینہ جمعہ کی طرح اور دن

---

1 ﴿ **قولہ: الی غیر اهله** (جب معاملہ نااہل کے حوالے کیا جائے) یعنی: جس میں استحقاق کے شرائط پائے نہ جائیں جیسے عورتیں، بچے، جہلا، فاسقین، بخیل، بزدل اور جو قریشی نہ ہوں، اگرچہ کہ وہ زمانے کے بادشاہوں کی نسل سے ہو۔ اور یہ فرمان خلیفہ کے بارے میں ہے۔ پھر تم اسی پر قیاس کرلو دیگر تمام امراء و ذمہ داران اور تدریس، فتوی، امامت وخطابت جیسے مناصب پر فائز حضرات اور اس جیسے دیگر عہدوں پر فائز حضرات کو جس پر ہمعصر لوگ فخر کرتے ہیں۔ (مرقات)

2 ﴿ **قولہ: کذابین** (جھوٹے لوگ) علامہ مظہر نے کہا: اس سے آپ کی مراد جہالت کی کثرت، علم کی قلت اور موضوع احادیث کو بیان کرنا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑتے ہیں اور اس بات کا احتمال ہیکہ اس سے نبوت کا دعوی کرنا مراد لیا جائے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپکے بعد کے زمانے میں ہوا، یا ان سے ایسی جماعت مراد لی جائے جو غلط خواہشات اور جھوٹی باتوں کا دعوی کرتے ہیں اور اپنے باطل عقیدہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسا کہ تمام بدعتی لوگ کرتے ہیں۔ (مرقات)

3 ﴿ **قولہ: یتقارب الزمان** (زمانہ جلد گذرنے لگے گا) یعنی دن اور راتیں چھوٹے ہوجائیں گے اور یہاں یہی بات

ایک گھنٹہ کی طرح اور گھنٹہ آگ بھڑ کنے کی طرح ہو جائیگا ۔ (ترمذی)

72/6604 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مال زیادہ ہو جائیگا اور بہنے لگے گا یہاں تک کہ ایک شخص اپنے مال کی زکوۃ نکالے گا تو وہ ایسے کسی شخص کو نہیں پائیگا جو اسکی طرف سے اسکو قبول کرے اور عرب کی زمین سبزہ زار (سر سبز و شاداب) اور نہروں کی ہو جائیگی ۔ (مسلم)

73/6605 ﴿ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے فرمایا مکانات اہاب یا یہاب مقام تک پہنچ جائیں گے[1]۔

مناسب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "سال مہینہ کی طرح ہو جائیگا" علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا اس کو اس معنی پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ زمانہ میں برکت نہیں رہیگی اور ہر جگہ اس کا فائدہ ختم ہو جائیگا ۔ یا اس پر محمول کیا جاسکتا ہیکہ لوگ مصائب و مشکلات کی وجہ سے کثرت سے فکروں میں مبتلا رہیں گے اور بڑے بڑے فتنوں میں دل گھر ہوئے ہونے کی وجہ سے وہ محسوس نہیں کرسکیں گے کہ دن رات کیسے گزر گئے ۔

اور علامہ سید نے کہا: مصیبت کے دن کا دراز معلوم ہونا اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جب احساس و شعور رہتا ہے تو دراز معلوم ہوتا ہے اور ہم یہاں جو بیان کئے ہیں وہ ایسا وقت ہے جس میں آدمی حیرت زدہ ہو جائیگا اور اس کے ہوش اڑ جائیں گے تو ایسے وقت دن کب گزر گئے محسوس نہیں ہوگا ۔

اور علامہ خطابی نے کہا یہ حضرت مہدی علیہ السلام کے یا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے یا دونوں کے زمانہ میں ہوگا ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آخری بات ہی راجح ہے کیونکہ یہ صورت حال دجال کے نکلنے کے وقت ہوگی اور دجال کا نکلنا ان دونوں حضرات کے زمانے میں رہیگا ۔ (ماخوذ از مرقات اور حواشی سید)

1 ﴿ **قولہ: تبلغ المساکین اھاب او ایھاب.** علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی آبادی زیادہ ہو جائیگی یہاں تک کہ وہاں کے رہنے والوں کے مکانات مقام اہاب یا یہاب تک پہنچ جائیں گے ۔ راوی کی جگہ کے نام کے بارے میں شک ہو گیا یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مقام ان دونوں ناموں کے ساتھ پکارا جاتا ہو ایسی صورت میں لفظ اور ان دونوں ناموں کے بارے میں کے درمیان تخییر کے لئے ہوگا ۔ (مرقات)

74/6606 ﴿ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال کو تقسیم کریگا اور اسکو گنے گا نہیں ۔ اور ایک روایت میں ہے آپ نے ارشاد فرمایا: میرے امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال کو پسو بھر بھر کے دیگا اور اسکو گنے گا نہیں ۔ (مسلم)

75/6607 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہیکہ دریائے فرات کھول دے سونے کا خزانہ، کھول دے جو وہاں حاضر رہے وہ اس میں سے کچھ نہ لے ۔ (متفق علیہ)

76/6608 ﴿ ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ دریائے فرات کھول دیگی سونے کے پہاڑ لوگ اس پر جنگ کریں گے، ہر سو میں سے ننیانوے مارے جائیں گے ان میں ہر شخص کہیگا شاید میں ہی وہ ہوں گا جو بچ جاؤں ۔ (مسلم)

77/6609 ﴿ ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے چاندی کے ستونوں کے مثل اگل دے گی تو قاتل آئیگا اور کہیگا میں نے اسی کے لئے قتل کیا تھا اور رشتہ توڑنے والا آئیگا اور کہیگا میں نے اسی کے لئے اپنے رشتہ کو توڑا تھا اور چور آئیگا تو کہیگا اسی میں میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا پھر وہ لوگ چھوڑ دیں گے اور اس میں سے کچھ نہیں لیں گے ۔ (مسلم)

---

1 ﴿ **قوله: في آخر الزمان خليفة.** (آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوں گے) اس سے مراد خلیفہ مہدی ہیں یا پھر کوئی دوسرے خلیفہ بھی ہو سکتے ہیں ۔ (لمعات)

78/6610 ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے ۔ دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ ایک شخص قبر سے گزریگا تو اس پر لوٹے گا اور کہیگا اے کاش اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا اور یہ اس میں دینداری کی وجہ سے نہیں صرف مصیبت کی وجہ سے ہوگا ۔ (مسلم)

79/6611 ان ہی سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی جو شہر بصری میں اونٹوں کی گردنوں کو چمکا دے گی ۔ (متفق علیہ)

---

1 قولہ: **یالیتنی کنت مکان صاحب هذا القبر.** (ہائے کاش میں اس صاحب قبر کی جگہ ہوتا) یہ صورت حال فتنوں کی کثرت اور دین کے جانے کے ڈر سے ہوگی، جو باطل کے غلبہ اور معاصی و منکرات کے عام ہوجانے سے ہوگا ۔ (علامہ کرمانی)

2 قولہ: **لیس به الدین الا البلاء.** (سوائے مصیبت کے دینداری نہ ہوگی) کہا گیا کہ یہاں دین سے مراد عادت ہے یعنی یہ لوٹ پوٹ کرنا اور موت کے تمنا کرنا یہ اسکی عادت نہیں ہے بلکہ مصیبت و مشقت نے اسکو اس پر آمادہ کیا ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں (دین) اپنے حقیقی معنی پر ہے یعنی یہ اس کا لوٹ پوٹ کرنا دین کی جہت سے نہیں ہوگا بلکہ دنیا کی مصیبتوں اور مشقتوں کی وجہ سے وہ ایسا کریگا ۔ (علامہ سید ملخص از مرقات)

3 قولہ: **تخرج نار من ارض الحجاز.** (سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی) علامہ قرطبی نے کتاب التذکرہ میں فرمایا یہ آگ سرزمین حجاز مدینہ منورہ میں نکل چکی ہے اور بتاریخ تین ۳ رجمادی الاخری شب چہارشنبہ ۶۵۴ھ (چھ سو چوپن) بعد عشاء ایک بڑے زلزلے سے اسکی ابتداء ہوئی اور جمعہ کے دن چاشت کے وقت تک یہ جاری رہی پھر ختم گئی اور یہ آگ حرہ کے کنارے بنی قریظہ سے نمودار ہوئی اور اسکی روشنی ایک بڑے شہر کی طرح دکھائی دیتی تھی جس کے اطراف فصیل تھی اور اس میں قلعوں کے کنگوروں کی طرح کنگورے، برج اور منار تھے اور کچھ لوگ اسکو سامنے لیکر سامنے چل رہے تھے وہ کسی پہاڑ سے گزرتی تو اسکو چور کردیتی اور پگھلادیتی تھی ۔ اور اس کے درمیان سے ایک سرخ اور ایک نیلی نہر نکل رہی تھی

80/6612 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کی پہلی علامت ایک ایسی آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی۔ (بخاری)

جس میں کڑک کی طرح گڑگڑاہٹ تھی اور اپنے سامنے چٹانوں اور پہاڑوں کو سامنے ڈھکیلتے ہوئے ان کو عراق لے جاتی تھی۔ اس کی وجہ سے اسقدر پتھر جمع ہو گئے کہ وہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح ہو گئے اور یہ آگ مدینہ منورہ کے قریب تک پہنچ گئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مدینہ منورہ میں ٹھنڈی خوشگوار ہوا چلتی تھی۔ اور اس آگ میں سمندر کی طرح جوش دیکھا گیا اور یہ آگ یمن کی ایک بستی تک پہنچی اور اسکو جلا دی اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ میں نے اس آگ کو مدینہ منورہ سے پانچ دن تک فضاء میں بلند ہوتے ہوئے دیکھا۔ اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ آگ مکہ مکرمہ اور شہر بصری کے پہاڑوں سے دیکھی گئی۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ ملک شام کے تمام باشندگان کے پاس اس آگ کے نکلنے کا علم تواتر کے ساتھ ہے، اور جو بات مجھے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں جس آگ کا ذکر ہے وہ وہی آگ ہے جو مدینہ طیبہ کے اطراف میں ظاہر ہوتی تھی جیسا کہ علامہ قرطبی نے مراد لی ہے اب رہی وہ آگ جو لوگوں کو میدان حشر کی طرف جمع کرے گی تو وہ دوسری آگ ہے۔ (ماخوذ از فتح الباری وعمدۃ القاری)

1 ﴿ **قولہ: اول اشراط الساعۃ:** یعنی (قیامت کے علامتوں میں پہلی) یعنی اسکی پہلی علامت اگر تم کہو پہلی علامت کیسے ہوگی جب کہ حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسل کی بعثت وغیرہ بھی منجملہ علامات کے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے فرمایا اس سے مراد اسکی وہ علامات ہیں جو قیامت سے پہلے مسلسل آنے والی ہیں اور علامہ ابن تمن نے فرمایا اس سے مراد وہ آگ ہے جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو بیت المقدس کی طرف لے جائیگی۔

اور اگر تم یہ کہو کہ سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث شریف میں ہے **"لا تقوم الساعۃ حتی یکون عشر آیات الخ"** قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ دس علامات ظاہر ہوں گی اور اس میں پہلی علامت دجال کا نکلنا اور (اس روایت کے) آخر میں "وہ آگ یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو میدان حشر کی طرف بھگائیگی" کو آخری نشانی شمار کیا گیا ہے۔ اور کتاب توضیح میں ہے: حدیث شریف میں آیا ہے کہ آگ قیامت کی سب سے آخری نشانی ہے میں کہتا ہوں کہ یہ علامات ایک دوسرے سے قریب قریب ہونے کی وجہ سے ہر ایک کو اول کہا جاسکتا ہے یا یہ کہ اولیت امر نسبی ہو اپنے بعد آنے والی علامت کے اعتبار سے اسکو اول کہا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری)

81/6613 ﴿ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان یہ قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ درندے انسان سے بات کریں گے اور یہاں تک کہ آدمی سے اس کے کوڑے کا پھندنا اور اس کے چپل کا تسمہ بات کریگا اور اس کے گھر والوں نے اس کے بعد جو کچھ کیا ہے اس کی ران اسکو بتادے گی۔ (ترمذی)

82/6614 ﴿ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جس سال آپ کا وصال ہوا ٹڈے گم ہوگئے، تو آپ اس سے بہت فکر مند ہوگئے اور آپ نے ایک سوار کو یمن کی طرف، ایک سوار کو عراق کی طرف اور ایک سوار کو ملک شام کی طرف روانہ فرمایا، ٹڈوں کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے کہا کہ کیا میں کچھ ٹڈوں کو دیکھوں گا۔ تو یمن کی طرف گئے ہوئے سوار ایک مٹھی ٹڈے لیکر آئے اور اس کو آپ کے سامنے بکھیر دیا۔ تو جب سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو دیکھا تو اللہ اکبر کہا اور فرمایا میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ بزرگ و برتر نے ایک ہزار امتیں پیدا فرمائی ان میں سے چھ سو (۶۰۰) سمندر میں اور چار سو (۴۰۰) خشکی میں ہیں، اور پہلے ہلاک ہونے والی امت ٹڈے ہیں جب ٹڈے ہلاک ہوجائیں گے تو امتیں لڑی کے دھاگے کی طرح مسلسل ہلاک ہوتے جائیں گے۔ (بیہقی: شعب الایمان)

83/6615 ﴿ سیدنا عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جہاد کے لئے پا پیادہ روانہ فرمایا ہم واپس ہوئے اور کچھ مال غنیمت حاصل نہیں کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے چہروں میں مشقت کو محسوس کیا تو آپ ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمائے اے اللہ تو ان کو میرے حوالے مت کر کہ میں ان کے بارے میں کمزور ہوجاؤں گا اور ان کے نفسوں کے حوالے مت کر کہ وہ ان سے عاجز ہوجائیں گے اور ان کو لوگوں کے بھی حوالے مت کر کہ وہ ان پر دوسروں کو ترجیح دیں گے۔ پھر آپ نے اپنے دست کرم کو میرے سر پر رکھا پھر ارشاد فرمایا اے ابن حوالہ! جب تم دیکھو کہ خلافت ارض مقدس میں اتری ہے تو زلزلے اور رنج وغم اور بڑے بڑے امور قریب آجائیں گے۔ اور قیامت اس دن تمہارے سر پر میرے اس دست کرم سے بھی جو تمہارے سر پر ہے زیادہ قریب ہوجائیگی۔ (ابوداؤد نے اسکو روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے، اور امام حاکم نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کی ہے)

84/6616﴿ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کی علامتیں دوسال کے بعد ہیں۔ (ابن ماجہ)

1﴿ **قولہ: اللھم لا تکلھم:** (اے اللہ تو انکو میرے حوالہ مت فرما) اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ان کے معاملات میرے حوالے مت کر کہ میں ان کی ضروریات کی تکمیل کرنے اور ان کی حاجت کو پورا نہیں کروں گا اور ان کو خود ان کے حوالے بھی مت کر کہ وہ اپنے خواہشات نفس کی کثرت اور اسکی شرارتوں کی وجہ سے عاجز ہوجائیں گے۔ اور تو ان کو دوسرے لوگوں کے حوالے بھی مت کر کہ وہ ان پر اپنے نفسوں کو ترجیح دیں گے تو یہ ضائع ہوجائیں گے۔ بلکہ یہ تیرے بندے ہیں ان کے ساتھ تو وہ معاملہ فرما جو آقا اپنے غلاموں کے ساتھ کرتے ہیں۔

اور (قولہ اذا رأیت الخلافۃ قد نزلت الارض المقدسۃ) (جب تم دیکھو کہ خلافت ارض مقدس میں اترے) یعنی مدینہ منورہ سے سرزمین شام تک جیسا کہ بنی امیہ کی حکومت میں ہوچکا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

2﴿ **قولہ: بعد المأتین:** (دوسوسال کے بعد) یہ دوسوسال کا شمار ہجرت کے بعد سے یا اسلامی حکومت سے یا حضور صلی اللہ

85/6617﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک

علیہ وسلم کے وصال کے بعد سے ہوگا اور اس میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ "المأتین" میں الف لام عہدی ہو یعنی ایک ہزار سال کے بعد والے دو سو سال کے بعد ہو۔ اور یہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور اور دجال کے نکلنے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے نزول کا وقت ہے اور مسلسل علامات یعنی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور دابۃ الارض کا نکلنا اور یاجوج ماجوج اور ان جیسے اور علامات کے ظہور کا وقت ہے۔ (مرقات)

1﴾ **قوله: من اهل بیتی.** (میرے اہل بیت سے) اس میں اختلاف ہے کہ آپ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہوں گے یا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہوں گے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ حسنین کریمین کی دونوں نسبتوں کے جامع ہوں اور راجح قول یہ ہے کہ آپ والد محترم کی طرف سے حسنی اور والدہ محترمہ کی طرف سے حسینی ہوں گے۔ اسکی مثال سیدنا ابراہیم علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام کے دونوں صاحبزدگان سیدنا اسحٰق علیہ الصلوۃ والسلام اور سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام پر قیاس کرتے ہوئے کہ بنی اسرائیل کے تمام انبیاء علیہم السلام حضرت سیدنا اسحٰق علیہ السلام کی اولاد سے آئے اور حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی ذریت میں ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے اور سب کے قائم مقام اور نعم البدل اور خاتم الانبیاء ہوئے۔ اسی طرح اکثر ائمہ اور امت کے اکثر بزرگ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے آئے تو مناسب یہ ہوا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں اسکی تلافی اور قائم مقامی کے لئے آپ کی اولاد میں ایک ایسے صاحبزادے سرفراز کئے جائیں جو خاتم الاولیاء ہوں اور تمام اصفیاء کے قائم مقام ہوں۔ کہا گیا ہے کہ جب سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہری خلافت سے دست بردار ہوگئے جیسا کہ آپ کی شان میں احادیث شریفہ بیان کی گئی ہیں کہ آپ کو مرتبہ قطبیت کی ولایت کا جھنڈا دیا گیا تو یہ بات مناسب ہوتی کہ مہدویت کی نسبت جو سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت سے متصل ہے سرفراز ہوا اور وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، کی ملت کے کلمہ کو بلند کرنے پر متفق ہوں۔ (آپ پر لاکھوں درود وسلام)

اور حضرت ابواسحٰق کی حدیث میں جو سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اس میں اس معنی کی صراحت موجود ہے جو آگے بیان کی جائیگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مرقات)

صاحب عرب کے بادشاہ ہونگے[1]۔ان کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔(ترمذی،ابوداؤد)

86/6618 ﴿ اور آپکی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہا ہوتو بھی اللہ تعالی اس دن کو دراز فرمادیگا اسقدر کہ اس میں ایک ایسے صاحب کو بھیج دیگا جو میرے یا میرے گھر والوں میں سے ہیں ان کا نام میرے نام کے اوران کے والد کا نام میرے والد گرامی کے نام کے موافق ہوگا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھردینگے جیسے وہ ظلم وزیادتیوں سے بھر گئی تھی۔

87/6619 ﴿ حضرت ابواسحٰق رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے صاحبزادے حسن کو دیکھ کر ارشاد فرمایا میرا یہ بیٹا سید ہے جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا (سید) نام فرمایا اوران کی پشت سے ایک صاحب نکلیں گے جو تمہارے نبی کے نام سے موسوم ہوں گے اخلاق میں ان کے مشابہ ہوں گے[2] اور شکل میں مشابہ نہ

1﴿ قوله: حتى يملك العرب رجل الخ. (یہاں تک کہ ایک شخص عرب پر حکومت کرینگے) علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا عجم کا ذکر نہیں ہے مگر یہاں وہ بھی مراد ہیں کیونکہ وہ جب عرب پر حکومت کرینگے اور تمام عرب متحد ہوجائیں گے اور سب ایک طاقت بن جائیں گے تو وہ ساری قوموں پر غالب آجائیں گے اور اسکی تائید سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث شریف سے ہوتی ہے جو اسکے بعد آرہی ہے۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عرب کا ذکر اس کے زمانہ میں عرب کے غلبہ کی وجہ سے ہے، یا یہ باب اختصار سے ہے اور اس سے عرب وعجم دونوں مراد ہیں جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے **سرابيل تقيكم الحر** (لباس جوتم کو گرمی سے بچاتا ہے) یعنی گرمی اور سردی دونوں سے بچاتا ہے۔اور راجح بات یہ ہے آپ نے صرف عرب کے ذکر پر اختصار فرمایا کیونکہ وہ سب ان کی اطاعت کریں گے برخلاف عجم کے جو عرب کے مقابل ہیں وہ کبھی اس کی اطاعت سے اختلاف بھی کریں گے۔(**واللہ تعالیٰ اعلم**)(مرقات)

2﴿ يشبه في الخلق. (وہ اخلاق میں آپ کے مشابہ ہوں گے) خلق خا اور لام کو پیش کے ساتھ ہے اور لام پر جزم

ہوں گے۔ پھر آپ نے پورا قصہ بیان کیا کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ (ابوداؤد)

88/6620 ﴿ سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی میرے خاندان سے اور حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوں گے۔ (ابوداؤد)

89/6621 ﴿ سیدتنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مصیبت کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پہنچے گی یہاں تک کہ آدمی کوئی پناہ کی جگہ نہیں پائیگا کہ ظلم سے اس میں پناہ لے۔ تو اللہ تعالیٰ میری اولاد اور میرے اہل بیت سے ایک شخص کو بھیجے گا اور ان کے ذریعہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیگا جیسے وہ ظلم وزیادتیوں سے بھری ہوئی تھی۔ آسمان کے رہنے والے اور زمین کے رہنے والے ان سے راضی رہیں گے آسمان پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں روکے گا اسکو مکمل بہادیگا۔ اور زمین اپنی کوئی سبزی نہیں چھوڑیگی مگر اسکو اگا دے گی یہاں تک کہ زندہ لوگ مردوں کی تمنا کریں گے وہ اسی حالت میں سات یا آٹھ یا نو سال زندہ رہیں گے۔ (حاکم)

بھی آتا ہے اور وہ شکل میں مشابہ نہیں ہوں گے۔ یعنی مکمل طور پر کیونکہ پہلے یہ بات گذر چکی ہے کہ آپ شکل میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے۔ (مرقات)

1﴿ **قولہ: یتمنی الاحیاء الاموات.** (جو زندہ ہیں وہ اپنے انتقال کئے ہوئے اصحاب کی تمنا کریں گے) الاموات کو زبر ہے علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا "**الاحیاء**" کو فاعل ہونے کی بناء پر پیش ہے اور یہاں کلام میں حذف ہے **یعنی یتمنون حیاۃ الاموات الخ** اور ان کی یہ تمنا اس لئے ہوگی کہ وہ اس خیر وبھلائی اور امن کو دیکھیں جس میں یہ حضرات ہیں اور ان کے ساتھ وہ بھی اس میں شریک ہوں۔ اور جس نے **الاحیاء** کو زبر کے ساتھ کہا ہے باب افعال کا مصدر اور تمنی کا فاعل الاموات کو قرار دیا ہے تو یہ مشکل ہے۔ (مرقات)

90/6622 ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مہدی مجھ سے ہیں۔ روشن پیشانی اور اونچی ناک والے ہیں زمین کو انصاف وعدل سے بھر دیں گے۔ جیسے وہ ظلم وزیادتی سے بھر گئی تھی، سات سال حکومت کریں گے۔ (ابوداؤد)

91/6623 ان ہی سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں حضرت مہدی کے قصہ میں آپ نے ارشاد فرمایا: ان کے پاس ایک شخص حاضر ہوگا اور عرض کرے گا اے مہدی! مجھے عطا کیجئے مجھے دیجئے آپ نے فرمایا اس کے کپڑے میں آپ لپو بھر کر وہ جسقدر اٹھا سکتا ہے ڈالیں گے۔ (ترمذی)

92/6624 حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا: ایک خلیفہ کی وفات کے وقت اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ کے ایک صاحب مکہ مکرمہ کی طرف تیزی سے نکلیں گے[1]۔ تو اہل مکہ میں سے کچھ لوگ ان کے پاس آئیں گے اور ان کو باہر لائیں گے حالانکہ وہ صاحب اسکو ناپسند کررہے ہوں گے، رکن اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان وہ ان کے

اور صاحب لمعات نے فرمایا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ الاحیاء احیی یحیی سے باب افعال کا مصدر ہے اور مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور الاموات فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے یعنی جو انتقال کر گئے ہیں وہ تمنا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زندہ کرے اور اسلوب میں مبالغہ ہے اس میں اس بات کا کنایہ ہے کہ ان کو زندوں میں رہ کر خوشی ہوگی اور یہ سب اس وقت ہوگا جب کہ یہ روایت ہو ورنہ کسی چیز کا محض احتمال کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔

1 **قولہ: فیخرج رجل.** ایک صاحب نکلیں گے۔ یہ امام مہدی ہیں اور اسکی دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو مہدی کے بیان میں لایا ہے۔ (مرقات)

ہاتھ پر بیعت کریں گے، اور ملک شام سے آپ کی طرف ایک لشکر بھیجا جائیگا تو مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان مقام بیداء میں اسکو دھنسا دیا جائیگا اور لوگ جب یہ دیکھیں گے تو آپ کے پاس ملک شام کے ابدال[1] اور اہل عراق بہترین حضرات آئیں گے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ پھر قریش کا ایک شخص نکلے گا جس کے ماموں بنی کلب ہوں گے تو یہ آپ کے خلاف ایک لشکر روانہ

1۔ **قولہ اتاہ ابدال الشام.** (آپکے پاس ملک شام کے ابدال آئینگے) علامہ جوہری نے فرمایا ابدال نیک لوگوں کی ایسی جماعت ہے کہ ان سے دنیا کبھی خالی نہیں رہیگی اور ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کی جگہ دوسرے کو بدل دیتا ہے۔ علامہ ابن درید نے کہا ہے کہ اس کا واحد بدیل ہے۔ میں کہتا ہوں اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ان کو بدلا بھی کہا جاتا ہے۔ اسکی مثال شریف اشراف اور شرفاء ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام ابدال اس لئے بھی ہے کہ یہ کسی جگہ سفر کرتے ہیں تو اپنی پہلی جگہ اپنی شباہت کے کسی دوسرے کو اپنے بدل رکھ دیتے ہیں، اور قاموس میں ہے اللہ تعالی ابدال کے ذریعہ زمین کا انتظام کراتے ہیں اور ان کی تعداد (۷۰) ہے چالیس (۴۰) ملک شام میں اور اس کے سوا دوسرے ملکوں میں (۳۰) ہیں (انتہی) اور ظاہر بات یہ ہے کہ شام سے مراد شام کا شہر صرف دمشق مراد نہیں ہے بلکہ ملک شام سے مراد جہت شام اور اس سے متصل علاقے ہیں۔ حقیقی مراد تو اللہ بہتر جانتا ہے۔ اور ممکن ہے ان کا نام ابدال اس لئے رکھا گیا ہو کہ انہوں نے اخلاق رذیلہ کو اخلاق حمیدہ سے بدل دیا، یا اس لئے کہ یہ وہ حضرات ہیں کہ اللہ تعالی نے ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ اور قطب حقانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان کا نام ابدال اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے ارادوں کو فنا کر دیئے اور ان کے ارادہ حق تعالی شانہ کے ارادہ میں بدل گئے ہیں وہ ہمیشہ وفات تک بھی وفات تک بھی اللہ تعالی کے ارادہ سے ارادہ کرتے ہیں۔ ان بزرگوں کے لئے یہ بات بھی گناہ کی ہے کبھی وہ سہو و نسیان اور غلبہ حال اور دہشت کی بنا پر حق تعالی کے ارادہ میں اپنا ارادہ شریک کرتے ہیں تو اللہ تعالی اپنی رحمت سے ان کو متنبہ کر دیتا اور یاد دلاتا ہے تو وہ اس سے رجوع کر لیتے ہیں اور اپنے عزت و جلال والے پروردگار سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (مرقات)

2۔ **قولہ عصائب اھل العراق.** (عراق کی جماعتیں) یعنی اہل عراق کے بہترین حضرات یہ لفظ **عصبۃ القوم خیارھم** سے ماخوذ ہے (قوم کے عصبہ یعنی قوم کے بہترین حضرات) اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ابدال اور عصائب یعنی قوم کے بہترین لوگ امام مہدی کے پاس آئیں گے۔ (مرقات)

کریگا آپ اس پر غالب آجائیں گے یعنی بنی کلب کے لشکر پر، اور آپ لوگوں میں نبی کی سنت پر عمل کریں گے، اور اسلام زمین میں اپنی گردن بچھا دیگا اور آپ سات سال رہیں گے، پھر آپ وفات پائیں گے، اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ (ابوداؤد)

93/6625 سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماوراء النہر سے ایک صاحب نکلیں گے ان کو حارث کہا جاتا ہے وہ کسان ان کے لشکر کے سامنے کے حصہ پر ایک شخص ہوگا جسکو منصور کہا جاتا ہے۔ وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جگہ دینگے جس

---

1 **قولہ ویلقی الاسلام بجرانہ** (اسلام اپنی گردن بچھا دیگا) اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اسلام کا زمین پر گردن بچھا دینا یہ مثال ہے کہ زمین پر جب اسلام مضبوط قائم ہوجائیگا تو کوئی فتنہ نہیں رہیگا اور اس کے احکام سنت کے مطابق استقامت اور عدل وانصاف کے ساتھ نافذ ہوں گے۔ (مرقات)

2 **قولہ علی مقدمتہ**۔ (اس کے لشکر کے سامنے کے حصہ پر ایک شخص ہوگا جس کو منصور کہا جائیگا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ سمرقندی نقشبندی رحمہ اللہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا منصور سے مراد خضر علیہ السلام اور اس جیسے رموز بغیر نقل قال اور کشف حال کے آپ نے بیان نہیں فرمائے۔ (مرقات)

3 **یوطن او یمکن لآل محمد** (وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ دینگے) یعنی آپ کی اولاد اور اہل بیت کے لئے اور خاص طور پر امام مہدی کے لئے یا لفظ "آل" زائد ہے اور اس سے مراد امام محمد مہدی مراد ہیں۔ (مرقات)

طرح قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ دی تھی ۔ ہر مومن پر اسکی مدد کرنا[1] ضروری ہے یا آپ نے فرمایا اسکی بات قبول کرنا ضروری ہے۔ (ابوداؤد)

94/6626 سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کالے جھنڈے[2] دیکھو جو خراسان کی طرف سے آئے ہوں گے تو تم ان کے پاس جاؤ کیونکہ اس میں[3] اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔ (احمد، بیہقی، دلائل النبوۃ)

3/36 قیامت کی علامتوں کا بیان

ختم شد

---

1 **قولہ نصرہ** (اس کی مدد کرنا واجب ہے) بظاہر اس سے مراد حارث کی مدد کرنا ہے اور اس سے بھی بلیغ بات منصور کی مدد کرنا ہے، یا ان دونوں کی مدد کرنا جنکا ذکر ہوا ہے۔ یا سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مہدی کی مدد کرنا ہے کیونکہ ان دونوں کی مدد کرنا ان کے اہل بلاد پر اور ہر اس شخص پر ہے جس کے پاس سے یہ دونوں گزریں گے کیونکہ یہ دونوں حضرات امام مہدی کے مددگاروں میں سے ہوں گے۔ (مرقات)

2 **الرایات السود** (کالے جھنڈے) ممکن ہے کالے جھنڈوں سے کنایۃً خراسان سے آنے والی فوج کی کثرت مراد ہے کہ یہ حارث اور منصور کا لشکر ہوگا۔ (مرقات)

3 **فیھا خلیفۃ اللہ المھدی** (اس میں اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے) یعنی ان کی مدد کرنا اور ان کی بات ماننا ہوگا اور اس میں کوئی منافات نہیں کہ مہدی علیہ السلام کا ظہور شروع میں حرمین شریفین سے ہوگا۔ (مرقات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال

قیامت کے سامنے کی نشانیاں اور دجال کا ذکر

95/6627 ﴿ سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے، اور آپ نے ارشاد فرمایا: تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پیشتر دس نشانیوں کو دیکھ لو، اور آپ نے دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے نکلنا، عیسی بن مریم کے نزول،

1﴾ **قولہ الدخان** (دھواں) طیبی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا یہ دھواں وہی ہے جس کا ذکر اللہ تعالی کے اس ارشاد میں ہے **یوم تاتی السماء بدخان مبین**۔ ترجمہ: جس دن آسمان کھلے دھویں کو لائیگا۔

اور یہ رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ہوا تھا۔ انتہی

اسکی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے ہوتی ہے کہ اس سے وہ قحط مراد ہے جو قریش کو لاحق ہوا تھا، یہاں تک کہ انکو فضا دھویں کے مانند نظر آتی تھی۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ دھواں اپنے حقیقی معنی میں ہے کیونکہ آپ ﷺ سے اسکے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ دھواں مشرق اور مغرب کے درمیان جو کچھ ہے اسکو بھر دیگا اور چالیس دن اور رات رہیگا اور مومن ایک زکام والے کی طرح ہو جائیگا اور کافر نشے والے کے مانند ہو جائیگا۔

آپ ﷺ کے ارشاد "یصیر کالزکام" مومن زکام کی طرح یعنی زکام والے کی طرح ہو جائیگا یا لفظ زکام مصدر ہے اور اسم مفعول کے معنی میں ہے یعنی وہ زکام زدہ کی طرح ہو جائیگا یا وہ مبالغہ کے طور پر ہے جیسا کہ رجل عدل ہے (منصف آدمی) (مرقات)

2﴾ **قولہ الدابۃ** (دابۃ الارض) کہا گیا ہے دابۃ الارض تین مرتبہ نکلے گا ایک مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں پھر عیسی علیہ السلام کے زمانہ میں پھر سورج کے مغرب سے نکلنے کے بعد۔ اس قول کو ابن ملک نے ذکر کیا ہے۔ (مرقات)

3﴾ **قولہ طلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسی بن مریم** (سورج کا مغرب سے نکلنا اور عیسی بن مریم کا نزول)

یاجوج وماجوج اور تین خسف (تین مقامات میں زمین کے دھنسنے) کا ذکر فرمایا ایک خسف مشرق میں ہوگا اور ایک مغرب میں ہوگا اور ایک جزیرۂ عرب میں۔ ان میں سب سے آخری نشانی ایک آگ ہوگی جو

کہا گیا کہ سب سے پہلی نشانی دھواں ہے پھر دجال کا نکلنا، پھر عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا نزول پھر یاجوج وماجوج کا نکلنا اس کے بعد دابۃ الارض کا نکلنا۔ اس کے بعد سورج کا مغرب سے نکلنا، کیونکہ کفار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اسلام قبول کرلیں گے۔ یہاں تک کہ ایک ہی دعوت (اسلام) رہیگی۔ اور اگر دجال کے نکلنے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے نازل ہونے سے پہلے سورج مغرب سے طلوع ہوتا ہوتا تو کفار کا ایمان قابل قبول نہ ہوتا۔

اور **الدخان والدجال والدابته الخ** میں واو مطلق جمع کے لئے ہے پس اب یہ اعتراض نہیں رہیگا کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا نزول تو سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے ہے اور نہ یہ اعتراض کہ طلوع شمس پہلی نشانی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

1۔ **قولہ ثلثة خسوف** (تین خسف ہونگے) ابن ملک نے کہا: کہ خسف (زمین کا دھسنا) کئی مقامات میں پایا گیا۔ لیکن احتمال ہیکہ تین خسوف سے واقع شدہ خسوف سے زائد خسوف مراد ہوں اور وہ ان سے زیادہ قدر ومکانیت والے ہوں (سخت ہوں) (مرقات)

2۔ **قولہ نار تخرج من الیمن** (ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی) اور ایک روایت میں ہے کہ وہ آگ سرزمین حجاز سے نکلے گی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہوسکتا ہے وہ دو آگ ہوں جو جمع ہوکر لوگوں کو محشر کی طرف لیجائیں گے۔ یا ہوسکتا ہے کہ اسکے نکلنے کی ابتداء یمن سے ہو اور اس کا غلبہ حجاز سے ہو۔ (قرطبی)

اس حدیث میں قیامت تک کی آخری نشانی آگ ہوگی ہے اور بخاری شریف میں جو روایت آئی ہیکہ قیامت کی پہلی نشانی آگ ہوگی جو مشرق سے مغرب کی طرف نکلے گی۔ ان دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ آگ کا آخر میں ہونا ان مذکورہ نشانیوں کے اعتبار سے ہے (سب سے آخری نشانی آگ ہوگی) اور اس آگ کا پہلی نشانی ہونا اس اعتبار سے ہے کہ وہ ان نشانیوں میں سب سے پہلے ہوگی جن کے بعد دنیا کے امور میں سے کوئی بھی چیز اصلا باقی نہیں رہیگی بلکہ ان کے ختم پر صور پھونکا جائیگا برخلاف دیگر نشانیوں کے جو آگ کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں کیونکہ ان میں سے ہر نشانی کے ساتھ دنیا کی چیزیں برقرار رہینگی۔

بعض تطبیق دینے والے علماء محققین نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ (مرقات)

یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو انکے محشر کی طرف ہانکے گی اور ایک روایت میں ایک آگ ہوگی جو عدن کے بیچ سے نکلے گی لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی۔

97/6630 دسویں نشانی سے متعلق ایک روایت میں ہے: اور ایک ایسی ہوا ہوگی جو لوگوں کو سمندر میں ڈالدیگی۔ (مسلم)

98/6630 سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھ چیزوں سے پہلے اعمال کرلو دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے

---

1 **قولہ الی محشرھم** (ان کے محشر کی طرف) کہا گیا ہے کہ محشر سے شام کی سرزمین مراد ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے حشر سرزمین شام میں ہوگا۔ لیکن راجح قول یہ ہے کہ محشر کا آغاز سے ہوگا یا شام کو اسقدر وسیع کردیا جائیگا کہ اس میں دنیا کی تمام مخلوق جمع ہونیکی گنجائش ہوگی۔ (مرقات)

2 **قولہ وریح تلقی الناس فی البحر** (اور ایک ہوا ہوگی جو لوگوں کو سمندر میں ڈالدیگی) اس روایت میں اور سابقہ روایت میں تعارض ہے کہ اسمیں آگ کا لوگوں کو محشر کی طرف جمع کرنے کا ذکر ہے)

ان دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ ''الناس'' (لوگوں) سے کفار مراد ہوں اور یہ کہ کفار کی آگ ایسی سخت چلنے والی ہوا کے ساتھ شامل ہوجائیگی جس میں کفار کو سمندر میں تیزی کے ساتھ ڈالنے کی تاثیر ہوگی۔ اور یہ کفار کے حشر کا مقام یا فجار کا ٹھکانہ ہوگا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ سمندر آگ بن جائیگا اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **واذا البحار سجرت** برخلاف مومنین کے لئے جو آگ ہوگی پس وہ محض ڈرانے کے لئے کوڑے کے درجہ میں ہوگی تاکہ انکو ڈراکر محشر اور موقف اعظم کی طرف ہانک کر لیجائے۔ **اللہ تعالیٰ اعلم** (مرقات)

3 **قولہ بادروا بالاعمال ستا** (چھ چیزوں سے پہلے اعمال کرلو) قاضی عیاض نے فرمایا: آپ ﷺ نے انکو یہ نشانیاں ظاہر ہونے سے پہلے اعمال میں سبقت کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ جب وہ ظاہر ہونگی تو انکو دہشت زدہ کردینگی اور انکو اعمال سے غافل کردینگی یا ان پر توبہ اور قبولیت اعمال کا دروازہ بند کردیا جائیگا۔ (مرقات)

نکلنا، عوام کا فتنہ اور تم میں سے کسی کے ساتھ خاص فتنہ۔ (مسلم)

99/6631 اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تین چیزیں نکلیں گی تو اسوقت کسی نفس کو جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان کی حالت میں کوئی کار خیر نہ کیا ہو اس کا ایمان لانا اسکو نفع نہیں دے گا سورج کا مغرب سے نکلنا، دجال دابۃ الارض۔ (مسلم)

100/6632 سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ظاہر ہونے کے اعتبار سے سب سے پہلی نشانی سورج کا

1 **قولہ وامر العامۃ** (عوام کا فتنہ یعنی وہ فتنہ جو تمام لوگوں میں عام ہو جائیگا، اور آپ کے ارشاد "**وخویصۃ احدکم**" کے متعلق کہا گیا کہ اس سے موت مراد ہے۔ (مرقات)

2 **قولہ طلوع الشمس من مغربھا** (سورج کا مغرب سے نکلنا) سورج کے نکلنے کو مقدم کیا گیا اگرچیکہ وہ (دجال اور دابۃ الارض کے) بعد میں واقع ہوگا اس لئے کہ توبہ کے قبول نہ ہونے کا دارومدار اسی پر ہے اگرچیکہ اس کے ساتھ دوسری چیز کے نکلنے کا ذکر بھی شامل کیا گیا ہے۔ (مرقات)

3 **قولہ اول الایات** (نشانیوں میں پہلی) طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر اعتراض ہو کہ سورج کا مغرب سے نکلنا پہلی نشانی نہیں ہے کیونکہ اس سے پیشتر دھواں اور دجال ظاہر ہوگا تو ہم کہیں گے کہ نشانیاں دو قسم کے ہیں یا تو وہ قرب قیامت کی علامتیں ہیں یا وہ قیامت کے وجود اور آنے پر دلالت کرنے والی علامتیں ہیں۔ دھواں اور دجال کا نکلنا وغیرہ پہلی قسم سے تعلق رکھتی ہیں اور دوسری قسم میں جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں سورج کا مغرب سے نکلنا، زلزلہ اور آگ کا نکلنا اور اس کا لوگوں کو محشر کی طرف ہانکنا ہے۔

اور مغرب سے سورج کے نکلنے کو پہلی نشانی اس لئے کہا گیا کہ اسی سے دوسری قسم کے علامات کا آغاز ہوتا ہے اور اسکی تائید حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکل جائے۔ (مرقات)

مغرب سے طلوع ہونا[1] اور دابۃ الارض کا لوگوں پر چاشت کے وقت ظاہر ہونا ہے، اور ان دونوں نشانیوں میں سے جو کوئی پہلے ظاہر ہوگی دوسری نشانی عنقریب اسکے پیچھے ظاہر ہوگی۔ (مسلم)

101/6633 سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج جس وقت غروب ہوا ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: یقیناً وہ جاتا ہے یہاں تک کہ عرش کے[2] نیچے

---

1 **قولہ طلوع الشمس من مغربها** (سورج کا مغرب سے نکلنا) صاحب رد المحتار نے کہا: مرفوع حدیث میں وارد ہے کہ سورج جب مغرب سے طلوع ہوگا تو وہ درمیان آسمان تک چلے گا پھر لوٹ جائے گا۔ اس کے بعد پھر وہ اپنی عادت کے مطابق مشرق سے طلوع ہوگا۔

علامہ رملی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح المنہاج میں کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج کے واپس لوٹتے ہی ظہر کا وقت داخل ہو جائے گا کیونکہ یہ زوال کے درجہ میں ہے، اور عصر کا وقت اسوقت ہوگا جبکہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائیگا اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے ہوگا۔

اور اس حدیث میں ہے کہ سورج کے مغرب سے نکلنے کی رات تین راتوں کے بقدر طویل ہوگی۔ لیکن اس کی طوالت کا علم اس کے گزرنے کے ہی ہوگا کیونکہ وہ لوگوں پر پوشیدہ ہوگی۔

تو اس وقت قیاس کے مطابق پانچ نمازیں قضاء کرنا ضروری ہوگا کیونکہ دو راتیں اضافہ ہیں اور ان دو راتوں کو ایک دن اور ایک رات مانا جائیگا اور دن ورات میں واجب نمازیں پانچ ہوتی ہیں۔

2 **قولہ حتی تسجد تحت العرش** (یہاں تک کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے) اگر آپ کہیں کہ سورج کے سجدہ سے کیا مراد ہے؟ جبکہ اس کو پیشانی نہیں ہوتی۔ اور اس میں فرمانبرداری تو ہمیشہ ہی موجود ہے۔ میں کہتا ہوں کہ غروب کے وقت اسکو سجدہ کرنے سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔ پس اگر آپ کہیں کہ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ وہ زمین میں غروب ہوتا ہے اور اللہ تعالی نے خبر دی ہے کہ وہ "عین حمئة" (دلدل کے چشمہ میں) میں غروب ہوتا ہے۔ تو پھر اس کا عرش سے کیا تعلق ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ساتویں زمین ضرب المثل میں چکی کے کیل کی طرح ہیں اور عرش اپنی عظمت کے سبب چکی کے

سجدہ کرتا ہے۔ پھر اجازت طلب کرتا ہے تو اسکو اجازت دیجاتی ہے، اور قریب ہے کہ وہ سجدہ کریگا

مانند ہے۔ پس جہاں کہیں سورج سجدہ کریگا تو عرش کے نیچے ہی سجدہ کرنے والا ہوگا، اور وہی اس کا مستقر ہے۔ پس اگر آپ کہیں کہ ہیئت دانوں کا قول ہے کہ سورج آسمان میں جڑا ہوا ہے۔ ان کا قول اس بات کا متقضی ہے کہ چلنے والی چیز آسمان ہے اور حدیث شریف کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج سیر کرتا ہے اور چلتا ہے۔

میں کہتا ہوں: پہلی بات تو یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے کلام سے تعارض کے وقت ہیئت دانوں کے کلام کا کوئی اعتبار نہیں، رسول اکرم کا کلام ہی برحق ہے۔ اسمیں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور ان کا کلام اندازہ اور تخمین ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی امر مانع نہیں کہ سورج اپنے مقام سے طلوع ہو اور عرش کے نیچے جاکر سجدہ کرے پھر لوٹ جائے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وکل فی فلک یسبحون** یعنی ہر چیز مدار میں گھومتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سورج کا اپنے فلک میں گھومنے سے سورج کا ایسے مقام میں سجدہ کرنیکا منع ہونا لازم نہیں آتا جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ ممکن ہے کہ سجدہ سے مراد وہ فرشتے ہوں جنکو سورج پر مقرر کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ احتمال کسی دلیل سے نہیں لہٰذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائیگا، ونیز یہ ظاہر حدیث کے مخالف ہے اور اس میں حقیقت سے اعراض کرنا لازم آتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ ﷺ کے قول ''تحت العرش'' سے ''تحت القہر والسلطان'' یعنی دبدبہ واقتدار مراد ہے۔

میں کہتا ہوں کہ کلام کے ظاہر اور اسکی حقیقت سے کیوں فرار اختیار کیا جائے، جبکہ ہم کہتے ہیں کہ آسمان اور زمین وغیرہ تمام عوالم عرش کے نیچے ہیں۔ جب سورج اللہ تعالیٰ کے مقدر کردہ کسی مقام میں سجدہ کرے تو یہ کہنا صحیح ہے کہ اس نے عرش کے نیچے سجدہ کیا ہے۔

ابن عربی کہتے ہیں کہ ایک قوم نے سورج کے سجدہ کرنیکا انکار کیا ہے جبکہ اس کا سجدہ کرنا درست ہے، ممکن ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ملحدین کی ایک قوم ہے کیونکہ وہ اس بات کا انکار کرتے ہیں جسکی نبی اکرم ﷺ نے خبر دی ہے۔ اور یہ آپ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ امر مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ حیوانات اور جمادات میں سے ہر ایک کو ایسی قوت عطا کرے کہ وہ اسکو سجدہ کریں۔ (عمدۃ القاری: کتاب بدء الخلق)

1﴾ **قولہ فتستأذن** (پھر وہ اجازت طلب کریگا) کرمانی نے کہا: پوچھو کہ وہ کس بارے میں اجازت طلب کریگا، تو میں کہتا ہوں کہ بظاہر اس کا اجازت طلب کرنا مشرق سے طلوع ہونے کے بارے میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال سے

لیکن اس سے سجدہ قبول نہیں کیا جائیگا۔ وہ اجازت طلب کریگا لیکن اس کو اجازت نہیں دیجا ئیگی۔

اس سے کہا جائیگا کہ جہاں سے آیا ہے واپس لوٹ جا تو اپنے مغرب سے طلوع ہوگا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے **والشمس تجری لمستقر لها** اور سورج چلتا ہے اپنے ٹھکانے کے لئے، آپ نے

ارشاد فرمایا: اس کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔ (متفق علیہ)

102/6634 ﴾ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ حضرت آدم کی پیدائش سے قیامت تک کوئی چیز دجال (کے فتنہ) سے بڑھ کر نہیں ہے۔ (مسلم)

زیادہ واقف ہے۔ انتہی۔

میں کہتا ہوں کہ ان کے قول "الظاہر" بہ ظاہر کہ قید کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ اسمیں کوئی شک وشبہ نہیں کہ سورج کا یہ اجازت طلب کرنا اپنی عادت کے مطابق مشرق سے طلوع ہونے کے بارے میں ہے۔ چنانچہ اسکو اجازت دیجاتی رہیگی پھر جب قیامت کا دن قریب ہوگا وہ اس بارے میں اجازت طلب کریگا تو اسکو اجازت نہیں دیجا ئیگی۔ جیسا کہ مذکور الصدر حدیث میں گزرا۔ (عمدۃ القاری)

1﴾ **وقوله مستقرها تحت العرش** (اس کا ٹھکانہ عرش کے نیچے ہے) عرش کے نیچے اس کے لئے ٹھکانہ ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور اس کا ادراک اور مشاہدہ بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسکو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا ہے اب ہم اسکی تکذیب نہیں کرسکتے اور اسکی کیفیت بھی نہیں بتاسکتے کیونکہ ہمارا علم اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔

(طیبی)

103/6635 ﴿ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوکوئی دجال کو سنے تو اسکو چاہئے کہ وہ اس سے دور رہے۔ خدا کی قسم! یقیناً آدمی اس کے پاس آئیگا اور یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ مومن ہے لیکن وہ اسکی پیروی کریگا ان شبہات کے سبب جس کے ساتھ اسکو بھیجا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

103/6635 ﴿ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوکوئی دجال کو سنے تو اسکو چاہئے کہ وہ اس سے دور رہے۔ خدا کی قسم! یقیناً آدمی اس کے پاس آئیگا اور یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ مومن ہے لیکن وہ اسکی پیروی کریگا ان شبہات کے سبب جس کے ساتھ اسکو بھیجا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

104/6636 ﴿سیدتنا ام شریک رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ ضرور دجال سے بھاگیں گے یہاں تک کہ پہاڑوں میں چلے جائیں گے۔ ام شریک نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسوقت عرب کہاں ہونگے؟ آپ نے فرمایا: وہ قلیل تعداد میں ہونگے۔ (مسلم)

105/6637 ﴿سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالی تم پر پوشیدہ نہیں، بلاشبہ اللہ تعالی کانا نہیں ہے، اور مسیح الدجال[1] داہنی آنکھ کا کانا ہے گویا کہ اسکی آنکھ پھولا ہوا انگور کا دانہ[2] ہے۔ (متفق علیہ)

1﴿ **قوله المسيح الدجال اعور** (مسیح الدجال کانا ہے) ''مسیح'' دجال اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے درمیان مشترک لقب ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا اطلاق ''ماسح'' کے معنی میں ہے کیونکہ ان کے مسح کرنے کی برکت سے شفاء حاصل ہوتی ہے اور ''ممسوح'' کے معنی میں بھی یہ کیونکہ آپ مادر شکم سے پاک وصاف تولد ہوئے۔
دجال پر اس کا اطلاق اسم فاعل کے معنی میں ہو تو اس کے معنی تمام زمین کی تیزی کے ساتھ سیاحت کرنے والا یا اسم مفعول کے معنی میں ہو تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اسکی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

2﴿ **عنبة طافية** (پھولا ہوا انگور کا دانہ) تورپشتی نے کہا کہ دجال کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں اور اس کے متعلق جو باہمی کلمات ہیں ان میں بظاہر تطبیق دینا مشکل ہے۔ ہم اللہ تعالی سے دعاء کرتے ہیں کہ وہ ہمکو ان کے درمیان تطبیق

106/6639 سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے کو (خواب میں) کعبہ کے پاس دیکھا۔ پس میں نے ایک گندمی رنگت کے شخص کو دیکھا جو ان تمام گندمی رنگت کے لوگوں میں بہت اچھے ہیں جنکو تم دیکھے ہو ان تمام زلف والے لوگوں میں جن کو تم دیکھے ہو بہت اچھے ہیں اور وہ اس میں کنگھی کئے ہوئے ہیں اور اس سے پانی ٹپک رہا ہے۔ دو آدمیوں کے کاندھے پر ٹیکہ لگاتے ہوئے بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہیں تو میں نے دریافت کیا یہ کون؟ تو ان لوگوں نے کہا: یہ مسیح ابن مریم ہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر اچانک میری نظر ایک شخص پر پڑی جو چھوٹے گھنگریالے بال والا اور داہنی آنکھ کا کانا تھا، اسکی آنکھ پھولے ہوئے انگور کے دانہ کی طرح تھی، جن لوگوں کو میں نے دیکھا انمیں وہ ابن قطن سے زیادہ مشابہ تھا،

دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

مذکورہ حدیث اور اس سے تعلق رکھنے والی احادیث میں جو کلمات وارد ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک کو ہم علحدہ بیان کریں گے۔ پس اس حدیث میں ہے کہ اسکی آنکھ پھولی ہوئی ہوگی۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ دجال ابھری ہوئی آنکھ والا ہوگا وہ ستارہ کے مانند ہوگی اور ایک حدیث میں ہے کہ اسکی آنکھ نہ ابھری ہوئی ہوگی اور نہ وہ دھنسی ہوئی ہوگی۔

ان روایات میں تطبیق کا راستہ یہ ہے کہ ہم کہیں کہ وہ وصف کا مختلف ہونا معنی کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اسکی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مذکورہ حدیث میں ہے کہ وہ داہنی آنکھ کا کانا ہوگا۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ مٹی ہوئی (سپاٹ) آنکھ والا ہوگا اسکی آنکھ پر موٹا ناخن ہوگا۔ نیز انکی حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ بائیں آنکھ کا کانا ہوگا۔

ان متضاد اوصاف کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اسکی ایک آنکھ غائب اور دوسری آنکھ کو عیب دار مان لیا جائے تو ان دونوں کو "عوراء" یعنی عیب دار کہنا صحیح ہو جائیگا کیونکہ "عور" کے اصل معنی عیب کے ہیں۔ شیخ محی الدین نے اس کے مثل ذکر کیا ہے۔ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں اسی طرح ہے۔ یہ تمام بحث مرقات میں موجود ہے۔ (مرقات)

وہ اپنے ہاتھوں کو دو آدمیوں کے مونڈھوں پر رکھے ہوئے بیت اللہ شریف کا طواف کررہا تھا۔ میں نے دریافت کیا یہ کون ہے تو انہوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے۔ (متفق علیہ)

107/6639 ﴿ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دجال کے بارے میں فرمایا: وہ ایک سرخ رنگ کا موٹا گھنگھریالے سروالا، داہنی آنکھ کا کانا شخص ہے لوگوں میں اس سے بہت مشابہت رکھنے والا ابن قطن ہے۔

108/6640 ﴿ سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال بائیں آنکھ کا کانا ہوگا، اور بہت بال والا ہوگا اس کے ساتھ اس کی جنت اور اسکی دوزخ ہوگی، لیکن اسکی دوزخ جنت ہے اور اسکی جنت دوزخ ہے۔ (مسلم)

1﴿ **قوله علی منکبی رجلین** (دو آدمیوں کے مونڈھوں پر) ظاہر ہے کہ ان دو لوگوں سے اس کے امراء میں سے وہ لوگ مراد ہیں جو باطل پر اسکی مدد کرتے ہیں، جس طرح پہلے دو آدمیوں سے وہ حضرات مراد ہیں جو حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی حق پر مدد کرتے ہے۔ شاید انکے اصحاب میں وہ دونوں حضرت خضر اور حضرت مہدی علیہما الصلوٰۃ والسلام ہوں۔ (مرقات)

2﴿ **قوله یطوف بالبیت** (بیت اللہ شریف کا طواف کررہا تھا) تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دجال کا باوجود کافر ہونے کے کعبۃ اللہ کے پاس طواف کرنے کی اس بات سے تاویل کی گئی کہ نبی اکرم ﷺ کا خواب از قسم مکاشفات تھا۔ آپ کو کشف ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی حسین صورت میں جس پر وہ نزول فرمائیں گے، اقامت دین اور فساد دین کی اصلاح کے لئے اس کے اطراف طواف کریں گے۔ اور دجال اپنی ناپسندیدہ صورت میں جو عنقریب ظاہر ہوگی دین میں فساد اور تیڑا پن کے لئے اس کے اردگرد منڈلائیگا۔

3﴿ **اعور العین الیسریٰ** (بائیں آنکھ کا کانا) یہ بات گزر چکی کہ وہ داہنی آنکھ کا کانا ہوگا اور یہ کہ اسکی ایک آنکھ سپاٹ ہوگی۔ پس انمیں تطبیق کے لئے کہا جاتا ہے کہ اسکی ایک آنکھ سپاٹ ہوگی اور دوسری عیب دار ہوگی لہذا ہر ایک کو "عوراء"

109/6641 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! میں تمکو دجال کے بارے میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتایا ہے، یقیناً وہ کانا ہوگا اور وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ جیسی چیز لائیگا، پس جسکے بارے میں وہ کہتا ہے کہ وہ جنت ہے حقیقت میں وہ دوزخ ہے اور میں تمکو ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوح نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا۔ (متفق علیہ)

110/6642 ﴾ سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال نکلے گا اور اسکے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، لیکن جس کو لوگ پانی دیکھیں گے وہ جلادینے والی آگ ہوگی اور جسکو لوگ آگ دیکھیں گے تو وہ شیریں ٹھنڈا پانی ہوگا پس تم میں سے جو کوئی اسکو پائے تو چاہئے کہ وہ اس میں جائے جسکو وہ آگ دیکھ رہا ہے کیونکہ وہ شیریں اور اچھا پانی ہوگا۔ (متفق علیہ)

یعنی عیب دار کہنا صحیح ہوگا کیونکہ ''عور'' اصل میں عیب ہی کو کہتے ہیں۔

اور کہا گیا کہ اس کا کانا ہونا فی الواقع مختلف لوگوں کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے ہوگا، کیونکہ ایک قوم اسکو بائیں آنکھ کا کانا دیکھے گی اور ایک قوم اسکو دہنی آنکھ کا کانا دیکھے گی تاکہ یہ چیز اسکے معاملہ کے باطل ہونے پر دلیل ہوجائے کیونکہ جب وہ اپنی حقیقت خلقت کو ظاہر نہ کرے تو یہ اس کے جھوٹے جادوگر ہونے کی دلیل بنے گی۔

ایک شارح حدیث نے کہا کہ امکان ہے کہ بائیں آنکھ سے کانا ہونا دائیں آنکھ سے کانا ہونا ان دونوں میں سے کوئی ایک راوی کے سہو کی وجہ سے ہو۔ (مرقات)

1﴾ **قوله حدثنا عن الدجال الخ** (دجال کے بارے میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دجال کے وجود کے صحیح ہونے میں یہ احادیث اہل حق کیلئے حجت و دلیل ہیں اور یہ ایک ایسا شخص ہے جسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آزمایا ہے، اور اسکو اپنی مقدورات میں سے چند چیزوں پر قدرت عطا کی ہے جیسے اس مردے کو زندہ کرنا

111/6643 امام مسلم نے اس کا اضافہ کیا اور یہ کہ وہ سپاٹ آنکھ والا ہوگا اس پر موٹا ناخن ہوگا اسکے آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوا ہوگا اسکو ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ مسلمان پڑھ لیگا۔

112/6644 سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں نے تمکو دجال کے بارے میں بیان کیا یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوگیا کہ تم سمجھ نہ سکو گے یقیناً مسیح دجال پست قد[1]، پنڈلیاں پھیلی ہوئی، گھنگھریالے بال والا، کانا سپاٹ آنکھ والا ہوگا، اسکی آنکھ نہ ابھری ہوئی ہوگی اور نہ دھنسی ہوئی ہوگی، پس اگر تم پر مشتبہ ہوجائے تو جان لو کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

جسکو وہ قتل کرتا ہے اور دنیا کی رونق اور سرسبز وشادابی کا اسکے ساتھ ظاہر اور زمین کے خزانوں کا اس کے ساتھ چلنا اور آسمان کو حکم دینے سے اسکا برسنا اور زمین کو حکم دینے سے اسکا اگنا پس یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسکی مشیت سے واقع ہونگی پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ اسکو عاجز و بے بس کردیگا، پس اس شخص کو اور کسی دوسرے کو قتل کرنے پر وہ قدرت نہیں رکھے گا، اسکو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قتل کرینگے اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ثبات قدمی عطا فرمائیگا اسکا قصہ نہایت عجیب ہے عقل وخرد کو دہشت وحیرت میں ڈالدیتا ہے۔ نیز وہ زمین میں تیزی سے گزرتا ہے زمین میں ٹھیرتا نہیں ہے کہ ضعیف الایمان لوگوں کو حدوث ونقص کے دلائل پر غور وفکر کا موقعہ مل سکے۔ لہذا اس حالت میں جو اسکی تصدیق کرنے والے ہیں تصدیق کرینگے، اسی لئے انبیاء علیہم السلام الصلوۃ والسلام نے اسکے فتنہ سے ڈرایا ہے اور اسکے نقص اور اسکے ابطال کے دلائل بتائے ہیں، اب رہا اہل توفیق تو وہ اسمیں موجود چیزوں سے دھوکہ نہیں کھائینگے کیونکہ ہم نے ایسے دلائل ذکر کردیئے ہیں جو اسکی تکذیب کرنے والے ہیں علاوہ ازیں انکو پہلے ہی اسکی حالت کا علم۔ (مرقات)

1 قیصر (پست قد) یہ بات بظاہر سابق میں گزری ہوئی بات کے مطابق معلوم نہیں ہوئی کیونکہ وہ بڑے جثہ والا انسان ہوگا۔ ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے ہوسکتا ہے کہ وہ پست قد ہو، بڑے پیٹ والا موٹا ہو اسکے بہت فتنہ پرور ہونے کی وجہ سے یہی صورت زیادہ مناسب ہے یا بھاری جسم سے ہیبت مراد ہے، یہ بھی کہا گیا کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو خروج کے وقت

113/6645 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی نہیں گزرے مگر انہوں نے اپنی امت کو کانے جھوٹے سے ضرور ڈرایا، آگاہ ہو جاؤ کہ وہ کانا ہے اور یقیناً تمہارا رب کانا نہیں اسکے آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر (کفر کیا) لکھا ہوا ہوگا۔ (متفق علیہ)

114/6646 ﴿ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح سے روایت ہے میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت نوح کے بعد کوئی نبی نہیں گزرے مگر انہوں نے اپنی قوم کو دجال سے ضرور ڈرایا، اور میں بھی تمکو اس سے ڈراتا ہوں چنانچہ آپ نے ہمکو اسکا حلیہ بیان کیا اور ارشاد فرمایا: عنقریب مجھکو دیکھنے والوں یا میرا کلام سننے والوں میں[1] سے بعض لوگ اس کو پائینگے[2]۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت ہمارے قلوب کیسے ہونگے؟ آپ نے فرمایا اسی کے مثل یعنی جیسے کہ آج ہیں یا اور اس سے بھی بہتر ہونگے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

متغیر کردے۔

1﴿ **قولہ سمع کلامی** (میرا کلام سننے والوں میں سے) یعنی جس نے میری سنی اسطرح کہ وہ حدیث اسکو پہنچی ہو اگرچیکہ ایک وقت کے بعد کیوں نہ ہو۔ (مرقات)

2﴿ **قولہ سیدرکہ بعض من رآنی** (مجھکو دیکھنے والوں میں سے بعض لوگ اسکو پائینگے) کہا گیا کہ اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور کہا گیا کہ بعض معمر جن مراد ہیں۔ (الکوکب الدری)

مرقات میں ہے کہ بعض نے کہا کہ یہ حدیث حضرت خضر علیہ السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہے۔

3﴿ **قولہ مثلها** یعنی تمہارے دلوں کو جیسے ہونگے اور ورواری کے قول "یعنی" سے مراد یہی مطلق کلام کو **الیوم او خیر** (آج یا اس سے بہتر) سے مقید کرنا مراد ہے۔

اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسکے جادو کا اثر مومنین کے دلوں پر نہیں ہوگا اگرچیکہ وہ ان کی آنکھوں میں ایسی

115/6647 ﴾ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے بھی دجال کے بارے میں مجھ سے زیادہ سوال نہیں کیا، یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: وہ تمکو نقصان نہیں پہنچائیگا۔ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ اسکے ساتھ روٹی کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی[1]، آپ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ پر اس سے زیادہ آسان ہے۔ (متفق علیہ)

116/6648 ﴾ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا اگر وہ نکلا اور میں تم میں رہا تو میں تمہارے سامنے اسکی دلیل سے غالب رہونگا اور اگر وہ نکلا جبکہ میں تم میں نہ رہوں تو ہر آدمی اپنے نفس کا محافظ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہوگا۔

وہ نوجوان ہے[1] گھنگھریالے بال والا ہے، اسکی آنکھ ابھری ہوئی ہے، میں اسکو عبدالعزیٰ بن قطن سے مشابہ پاتا ہوں، پس تم میں سے جو کوئی اسکو پائے، چاہئے کہ وہ اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آیتوں کو پڑھے۔

117/6649 ﴾ اور ایک روایت میں ہے کہ: چاہئے کہ اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آیات کو پڑھے کیونکہ وہ تمہارے لئے اسکے فتنہ سے امان ہیں۔

چیزیں ظاہر کریگا جو فی الواقع نہیں ہیں۔

1 ﴾ پانی کی نہر اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندوں کی آزمائش، عام فساد اور ملک سے برکت ختم ہوجانے کی وجہ سے اس کے زمانے میں پانی کا بھی قحط ہوگا۔

1 ﴾ **قولہ : شباب** (جو نوجوان ہوگا) اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ یہ ابن صیاد کے علاوہ ہے۔ (مرقات)

وہ شام اور عراق کے درمیان واقع ایک راستے سے خروج کریگا پس دائیں بائیں جانب فساد پھیلائے گا۔

اے اللہ کے بندو! تم ثابت قدم رہو۔ ہم نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ زمین میں کتنی مدت ٹھیریگا آپ نے ارشاد فرمایا: چالیس دن، ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی تمام تمہارے دنوں کے برابر ہونگے ہم نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پس جو دن ایک سال کے مانند ہوگا کیا ہم کو اسمیں ایک دن کی نماز کافی ہوگی[1]؟ آپ نے فرمایا: نہیں! ایک دن کیلئے اسی کے بقدر تم اندازہ کرلو۔ ہم نے کہا:

---

1 **قولہ: أيكفينا فيه صلوة يوم قال لا اقدرو اله قدره** (کیا ہم کو اس میں ایک دن کی نماز کافی ہو جائیگی) اسکی شرح کیلئے دو فصلیں ہیں۔

پہلی فصل: یعنی یہ اپنی حقیقت ہے اس کے لئے کوئی مانع نہیں کیونکہ اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ عام عادت کے برخلاف پہلے دن کے اجزاء میں سے ہر جز کو بڑھادے حتی کہ وہ سال کے برابر ہو جائے۔ جس طرح وہ دن کی ہر ساعت کے اجزاء میں اضافہ فرمائیگا انتہی، اور اس میں یہ بات ہے کہ اس قول کو انہوں نے جس طریقہ پر تحریر کر کے ثابت کیا ہے اس سے زمانہ کا دراز ہونا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ معراج کے واقعہ میں آپ ﷺ کیلئے وقوع پذیر ہوا۔ مع زیادہ علی الامکان۔ لیکن یہ بات مخفی نہیں کہ ہر نماز کے واجب ہونے کا سبب تو اسکا مقررہ وقت صبح صادق کا طلوع ہونا، سورج کا زوال اور سورج کا ڈوبنا اور اسکی شفق کا غائب ہونا ہے اور یہ اسی وقت متصور ہوسکتا ہے جبکہ حقیقی طور پر دن اور راتوں کا متعدد ہونا ثابت ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے۔

پس تحقیقی بات وہی ہے جو شیخ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، اس فصل میں رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے کہ ایک دن ایک سال کی طرح اور ایک دن ایک مہینہ کی طرح اور ایک دن ہفتہ کی طرح اور مابا قی تمام دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے تو اس سے جو اشکال پیدا ہو رہا ہے تو اس میں یہ تاویل ضروری ہے کہ یہ دن جو طویل اور دراز ہوں گے تو وہ ان

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! زمین میں اسکی رفتار کیسی ہوگی ؟ آپ نے فرمایا: اس بادل کے مانند ہوگی

دنوں میں شدت، تنگی اور محتاجی ہوگی اس کی وجہ سے ان دنوں کو طویل و دراز ہونے سے متصف کیا گیا ہے اس لئے کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ! کیا اس دن میں جو ایک سال کی طرح ہے ہمیں ایک دن کی نماز کافی ہوجائیگی ؟ آپ نے فرمایا "نہیں" اللہ کی توفیق و تحقیق اور اسی کی مدد سے ہم کہتے ہیں کہ صادق، مصدوق ﷺ کے احادیث سے ہمارے لئے یہ واضح ہوچکا ہے کہ دجال آیگا تو اسکے ساتھ شبہ میں ڈالنے والی چیزیں ہونگی اور اسکے ہاتھوں پر دھوکے میں ڈالنے والی بعض ایسی چیزیں جاری ہونگی جو صاحب عقل کے عقل کو سلب کریگی اور دیکھنے والوں کی نظروں کو خیرہ کردیگی، منجملہ ان کے وہ شیاطین کو مسخر کرکے رکھے گا۔ جنت و دوزخ کو ساتھ لیکر چلے گا اور اسکے اپنے دعوے کے مطابق مردوں کو زندہ کرکے دکھانا اور جس شخص کو وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے تو کبھی بارش لاکر اور کبھی سبزہ اگاکر اور کبھی مصیبت اور خشک سالی لاکر اس کو تقویت دیگا۔ پھر اس میں کوئی خفا نہیں کہ وہ لوگوں میں سب سے بڑا جادوگر ہے۔ لہذا مناسب تاویل یہی ہے کہ ہم کہیں کہ وہ لوگوں کی سماعتوں اور بصارتوں پر گرفت کریگا یہاں تک کہ انھیں خیال یہ ہوگا کہ زمانہ ایک ہی حال پر باقی ہے روشنی ہے تاریکی نہیں ہے، صبح ہی صبح ہے شام نہیں آرہی ہے، وہ سمجھیں گے کہ رات دراز نہیں ہورہی ہے اور سورج اپنی تابانی لپیٹ نہیں رہا ہے اور وہ زمانہ کی درازی کی وجہ سے حیرت اور التباس میں رہیں گے۔

اور ان پر رات اور دن کے بدلنے کی ظاہری نشانیاں پوشیدہ ہوجائنگی تو ایسے حالات میں ان کو حکم فرمایا کہ وہ اجتہاد کرکے ہر نماز کے لئے وقت کی مقدار مقرر کرلیں اور یہاں تک کہ اللہ ان سے وہ حیرت دور کردے۔ اس کی ہماری فہم کے مطابق یہی تاویل ہے۔

اور اللہ ہی حق کو پانے کی توفیق دینے والا ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

نووی علیہ الرحمہ کی شرح مسلم میں ہے: علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور یہ تین دن اسی قدر طویل ہیں جس قدر حدیث میں ذکر ہے اور اس پر آپ کا یہ قول دلالت کررہا ہے اور اسکے بقیہ تمام دن تمہارے دن کی طرح ہونگے۔

اب رہا آپ ﷺ کا ارشاد: (اسکے لئے تم اوقات نماز کا اندازہ کرلو) تو اس بارے میں قاضی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم جس کو صاحب شرع نے ہمارے لئے مقرر فرمایا ہے اس دن کے ساتھ خاص ہے۔ علماء نے کہا اگر یہ حدیث نہ ہوتی اور ہمیں ہمارے اجتہاد کے حوالے کیا جاتا تو ہم دوسرے دنوں میں جن اوقات میں جو نماز مقرر ہے اس دن کے اس وقت میں صرف وہی نماز پڑھتے، اسکا مطلب یہ ہے کہ جب فجر کے بعد اتنا وقت گزر جائے جو ہر دن فجر اور ظہر کے

جسکے پیچھے ہوا ہوتی ہے۔

درمیان ہوتا ہے تو ظہر کی نماز ادا کرو۔ پھر اسکے بعد اتنی مقدار میں وقت گزر جائے جو اسکے اور عصر کے درمیان ہوتا ہے تو عصر پڑھو اسی طرح مغرب اسی طرح اور اسی طرح پڑھتے رہو یہاں تک کہ وہ دن گزر جائے اور اس میں سنت نمازان فرائض میں داخل ہوگئی جو اسکے وقت میں ادا کی جائیگی۔

اب رہا دوسرا دن جو ایک مہینہ کی طرح ہے اور تیسرا جو ایک جمعہ (سات دن) کی طرح ہوگا تو اسے پہلے دن پر قیاس کیا جائے گا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے پہلے دن کی طرح اوقات نماز کا اندازہ لگایا جائیگا۔ (انتہی)

اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اوقات نماز کے اسباب ہیں اور مسبب کو اسباب پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اس کہ اس کے لئے کوئی خاص حکم ہو، جیسا کہ عرفات میں عصر کو اسکے وقت پر مقدم کے جاتا ہے، پس "اقدروا" کے معنی پانچ نمازیں ادا کرنے کے لئے اوقات کا ایک دن کی مقدار کا اندازہ اور تخمینہ کرلو اور راجح قول وہ ہے جو کسی بھی شارح نے کہا یعنی اس دن میں جو ایک سال کی طرح ہے ایک دن نماز کے وقت کا اندازہ لگاؤ، مثلاً اسکی مقدار، یعنی اسکی وہ مقدار جو اسکے لئے دیگر دنوں میں ہے۔ اس شخص کی طرح جو قید کرلیا گیا ہو اور اس پر وقت مشتبہ ہو۔ (ماخوذ از مرقات)

دوسری فصل: ایسے شخص سے متعلق ہے جہاں عشاء اور وتر کا وقت نہیں آتا، جیسا کہ شہر "بلغار" ہے کیونکہ اسمیں گرما کے چالیس دنوں میں شفق کے غروب ہونے سے قبل ہی فجر طلوع ہو جاتی ہے تو وہ ان دونوں نمازوں کا مکلف ہے اور ان دونوں کے لئے وقت کا اندازہ لگائیگا، اور وقت ادا نہ پانے کی وجہ سے قضاء کی نیت نہیں کریگا، برہان کبیر نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور علامہ کمال نے اسی کو اختیار کیا، ابن شحنہ نے "الغازہ" میں انکی پیروی کی اور اسے صحیح قرار دیا۔

اور مصنف نے کہا کہ یہی مختار مذہب ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ سبب (وقت) نہ ہونے کی وجہ سے وہ ان دونوں کا مکلف نہیں اور صاحب کنز اور صاحب درمختار اور صاحب ملتقی نے بھی یہی کہا ہے اور اسی پر بقالی نے فتویٰ دیا اور حلوانی و مرغینانی نے اس سے اتفاق کیا، شرنبلالی اور حلبی نے اسی کو ترجیح دی اور اس سے متعلق تفصیل سے کلام کیا ہے اور علامہ کمال نے جو کچھ کہا ہے اس پر ان دونوں نے منع وارد کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حدیث دجال میں اسکی تائید نہیں ہے کیونکہ مثال کے طور پر زوال سے قبل اگرچہ کہ تین سو سے زائد ظہر کی نمازیں واجب ہوں تو بھی یہ ہمارے مسئلہ کی طرح نہیں ہے کیونکہ دجال کی حدیث میں علامت مفقود ہے زمانہ مفقود نہیں ہے۔ اب رہا ہمارے مسئلہ میں یعنی عشاء اور وتر میں علامت و زمانہ دونوں چیزیں مفقود ہیں علامت یعنی فجر سے پہلے شفق کا

پس وہ ایک قوم کے پاس آیگا اور ان کو بلائیگا وہ اس پر ایمان لائیں گے تو آسمان کو حکم دیگا تو وہ پہانی برسائیگا اور زمین کو حکم دیگا تو وہ اگائیگی ان کے جانور شام میں ان کے پاس آئیں گے ان کے

وارد ہونا اور زمانہ جس میں نماز ادا کے طور پر بالضرور پڑھی جاسکے کیونکہ یہاں فجر سے پہلے کا جو زمانہ ہے وہ مغرب کا وقت ہے اور اسکے بعد کا زمانہ وہ صبح کا زمانہ اور وقت جو عشاء کے ساتھ خاص ہے وہ پایا ہی نہیں گیا یہاں اصل زمانہ کا مفقود ہونا مراد نہیں ہے، اگر ہم یہاں زمانہ کا اندازہ کرنا مان لیں بھی تو محقق پر اس سے اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ واللہ تعالی اعلم (ماخوذ از در مختار ور دمحتار)

یہ قول "کہ وہ ان دونوں کے لئے وقت کا اندازہ لگائیگا" یہ متن کے ان نسخوں میں موجود ہے، جو غلطیوں سے صاف ہے اور میں صاحب الفیض سے پہلے کسی کو نہیں جانتا ہو جو یہ بات کہے ہوں، آپ نے کہا: اگر کسی شہر میں شفق غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع ہوتی ہو تو سبب نہ پائے جانے کی وجہ سے ان پر عشاء کی نماز فرض نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ عشاء کی نماز فرض ہو جائیگی اور وقت مقرر کرلیا جائیگا البتہ اب وقت مقرر کرنے سے متعلق گفتگو باقی ہے اور فیض کی عبارت سے جو ظاہر ہو رہا ہے اس سے مراد عشاء کا ادا کرنا فرض ہے اس معنی میں کہ وقت جو سبب وجوب ہے پایا گیا جیسا کہ دجال کے دنوں میں اسکا وجود فرض کرلیا جاتا ہے، اور پہلی فصل میں سبب نہ ہونے کی وجہ سے جو بات کہی گئی یہ اس کا جواب ہے حاصل کلام یہ ہے کہ حقیقت میں سبب کے وجود کا لزوم ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسکو مقدر ماننا کافی ہے جیسا کہ ایام دجال میں ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وقت کا اندازہ لگانا جو مذکور ہے اس سے مراد وہ ہے جسکی صراحت شافعیہ کی ہے کہ ان کے حق میں عشاء کا وقت اتنی مقدار کے بعد ہوگا جتنی مقدار میں انکے قریبی ملک میں شفق غائب ہو جاتا ہے۔

معنی اول ہی راجح ہے جیسا کہ صاحب فتح القدیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے جس کا ذکر آرہا ہے کیونکہ انہوں نے اس مسئلہ کو ایام دجال کے مسئلہ سے ملحق کیا ہے اور اسلئے کہ اس مسئلہ میں علماء نے ہمارے تینوں مشائخ کے درمیان اختلاف کو نقل کیا ہے تو اور وہ تین یہ ہیں بقالی، حلوانی اور برہان کبیر۔ بقالی نے عدم وجوب کا فتویٰ دیا ہے اور حلوانی نے قضاء کے واجب ہونے پر فتویٰ دیا پھر آپ نے بقالی سے موافقت کرلی جس وقت آپ کے پاس حلوانی نے ایک شخص کو بھیجا جو آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے پانچ نمازوں میں سے ایک نماز کو ساقط کردیا، کیا وہ کافر ہو جائیگا تو آپ نے اس قول سے جواب دیا کہ جس شخص کے دونوں ہاتھ، دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں اسکے وضو کے لئے فرائض

کتنے ہیں؟ تو آپ نے کہا: اس کے لئے محل فوت ہوجانے کی وجہ سے فرائض تین ہیں، تو آپ نے کہا: نماز بھی اسی طرح ہے۔ پس حلوانی کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے اسکو پسند فرمایا اور بقالی کے عدم وجوب کے قول کی طرف رجوع کرلیا۔

اب رہا برہان کبیر تو آپ وجوب کے قائل ہیں لیکن ظہیریہ اور دیگر کتابوں میں ہے کہ وقت ادا کے مفقود ہونے کی وجہ سے قول صحیح کے مطابق وہ قضاء کی نیت نہیں کریگا۔ زیلعی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ بغیر سبب (وقت) کے نماز کا واجب ہونا سمجھ میں نہیں آتا اور اس وجہ سے بھی کہ جب وہ قضاء کی نیت نہیں کریگا تو وہ بالضرور ادا ہوگی اور اداء در حقیقت فرض وقتی ہے اور اس بات کے کوئی قائل نہیں کیونکہ طلوع فجر کے بعد بالاجماع عشاء کا وقت باقی نہیں رہتا۔

علاوہ ازیں ان کے تمام ملک میں جونہی سورج غروب ہوتا ہے فجر طلوع ہوجاتی ہے جیسا کہ زیلعی وغیرہ میں ہے چنانچہ فجر سے پہلے کوئی ایسا وقت پایا ہی نہیں جاتا جس میں ادا ممکن ہوسکے۔

جب آپ یہ بات جان لیں تو آپ کو ظاہر ہوجائیگا کہ جو حضرات وجوب کے قائل ہیں وہ اسکو بطور قضاء کے کہتے ہیں اداء کے طور پر نہیں اور اگر ان کے قریبی ملک کا اعتبار کریں تو جس وقت کا ہم اعتبار کریں گے وہ حقیقت میں عشاء کا وقت ہوگا اور اس میں عشاء کی نماز ادا کہلائیگی باوجود اس کے ہمارے پاس جو وجوب کے قائل ہیں انہوں نے صراحت کی ہے کہ وہ قضاء ہے کیونکہ اداء کا وقت مفقود ہے۔

مزید برآں اگر مان لیا جائے کہ انکے یہاں فجر اتنی مقدار سے طلوع ہوتی ہے جس میں انکے قریبی ملک میں شفق غائب ہوجاتا ہے تو ان کے حق میں عشاء اور فجر کی نمازوں کے وقت کا ایک ہونا لازم آئیگا یا یہ کہ صبح کا وقت طلوع فجر سے شروع نہیں ہوتا۔ اگر ہم کہیں کہ وہ صرف عشاء کا وقت ہے عشاء کی نماز کا دن میں ہونا لازم آئیگا کیونکہ اس کا وقت طلوع فجر کے بعد ہی داخل ہوتا ہے۔

اور کبھی عشاء کی نماز سورج کے طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز کے داخل ہونے تک ادا کی جائیگی۔ اور یہ تمام چیزیں سمجھ میں نہیں آتیں پس تقدیر (اندازہ و تخمینہ کرنے) کے معنی میں ہم نے جو کہا ہے وہی بات متعین ہوگی جب تک اس کے خلاف کوئی صریح نقلی دلیل نہ پائی جائے۔ اب رہا شافعیہ کا مذہب تو اس کے بارے میں ہمارے مذہب کے مطابق فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پھر میں نے حلیہ میں دیکھا جو شافعیہ نے ذکر کیا ہے پھر اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث دجال کا ظاہری مفہوم اسی مخصوص شہر میں تقدیر یعنی اندازہ کر کے نماز پڑھنا کا فائدہ دیتا ہے۔ کیونکہ دنیا کے گوشوں میں کثیر اختلاف کے ساتھ وقت

کوہان پہلے سے زیادہ دراز اور زدیاہ بھرے ہوئے تھنوں والے اور زیادہ طویل کوکھ والے ہونگے پھر وہ ایک دوسری قوم کے پاس آیگا اور انکو بلائیگا تو وہ قوم اسکی دعوت کو رد کردیگی تو وہ انکے پاس سے چلا جائے گا پس وہ قحط زدہ ہوجائیں گے انکے مال و دولت میں سے کوئی چیز انکے ہاتھوں میں نہیں رہیگی ۔ وہ ایک ویران مقام سے گزرے گا اور اس سے کہیگا کہ تو اپنا خزانہ نکالدے تو وہ خزانے شہد کی مکھیوں کے سرداروں کی طرح اسکے پیچھے پیچھے چلیں گے ۔ پھر وہ بھرپور نوجوان آدمی کو بلائیگا اور اسکو تلوار سے مار کر دو ٹکڑے کردیگا اور تیر کے نشانہ کی طرح دور پھینک دیگا پھر وہ اسکو بلائیگا تو وہ کھل

بدلتے رہتا ہے۔ اس سے ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے۔ وللہ الحمد۔ اس بحث کو تم اچھی طرح سمجھو۔

تحت: رد المحتار میں ہے میں نے ہمارے پاس سے کسی شخص کو نہیں پایا جو ان کے روزہ کے حکم کے درپے ہوا ہو اس مسئلہ میں کہ جب سورج غروب ہوتے ہی فجر طلوع ہوجاتی ہو یا سورج غائب ہونے کے بعد اتنے وقفہ میں فجر طلوع ہوجاتی ہو جس میں روزہ دار کھانا کھا سکے۔ اور یہ کہنا بھی ممکن نہیں کہ ان پر پے درپے روزہ رکھنا واجب ہے کیونکہ وہ ہلاکت کا باعث ہے۔ پس اگر ہم روزہ کے وجوب کے قائل ہوتے ہیں تو تقدیر (اندازہ کرنا) کی بات لازم آئیگی کیا اگلی رات کو اسکے قریبی ملک کے مطابق اندازہ کیا جائیگا جیسا کہ یہاں شافعیہ کا بھی کہنا ہے یا ان کے لئے اندازہ کیا جائیگا اتنی مقدار کا جس میں وہ کھا اور پی سکیں یا ان پر ادا کے بجائے صرف قضاء ہی واجب ہوگی۔ ان سب باتوں کا احتمال ہے۔ چاہئے کہ غور کیا جائے۔

جو لوگ ان ممالک میں عشاء کے عدم وجوب کے قائل ہیں ان کے پاس روزہ واجب نہیں ہے کہنا ممکن نہیں کیونکہ ان کے پاس عدم وجوب کی علت عدم سبب ہے اور روزہ میں سبب پایا جاتا ہے اور رمضان کے مہینے کا کوئی جز پایا جانا اور روزانہ فجر کا طلوع ہونا سبب ہے۔ یہ تمام چیزیں مجھکو ظاہر کی گئی ہیں۔ واللہ اعلم۔

جو لوگ ان ممالک میں عشاء کے عدم وجوب کے قائل ہیں ان کے پاس روزہ واجب نہیں ہے کہنا ممکن نہیں کیونکہ ان کے پاس عدم وجوب کی علت عدم سبب ہے اور روزہ میں سبب پایا جاتا ہے اور رمضان کے مہینہ کا کوئی جز پایا جانا اور روزانہ فجر کا طلوع ہونا سبب ہے۔ یہ تمام چیزیں مجھکو ظاہر کی گئی ہیں۔ واللہ اعلم۔

1﴾ قولہ فیصبحون ممحلین الخ (وہ خشک سالی کا شکار ہوجائینگے) حاصل کلام یہ ہے کہ مومنین اسکی بوسے انواع واقسام کے آزمائشوں مشقتوں اور تنگدستی میں مبتلا ہوجائینگے لیکن وہ صبر کرنے والے، برضا رہنے والے، اور شکر گذار رہینگے کیونکہ اللہ تعالی نے انکو سید الانبیاء وسید الاصفیاء کی برکت سے اولیاء کرام کے صفات عطا کئے ہیں۔

کھلاتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آجائیگا پس وہ اسی طرح ہوگا کہ اچانک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح بن مریم کو مبعوث فرمائیگا پس وہ گیرو کے رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس اپنے دونوں ہاتھوں کو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے دمشق کے مشرقی جانب سفید منار کے پاس نزول فرمائینگے۔ جب وہ اپنے سر کو جھکائینگے تو قطرے ٹپکیں گے اور اپنے سر کو اٹھائینگے تو اس سے موتیوں کے مانند قطرے ٹپکیں گے، پس کسی کافر کیلئے جو آپکی سانس پائیگا تو اسکے سوا ممکن نہیں کہ وہ مرجائیگا اور آپکی سانس اس مقام تک جائیگی جہاں آپکی نگاہ پہنچتی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ دجال کو تلاش کرینگے۔ یہاں تک کہ اسکو "لد" کے دروازے کے پاس پائینگے اور اسکو قتل کردینگے۔ بعدازاں حضرت عیسیٰ ایک ایسی قوم کے پاس آئینگے جنکو اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا پس آپ انکے چہروں پر دست شفقت

1﴾ **قولہ فینزل عند المنارۃ البیضاء مشرقی دمشق** (وہ دمشق کے مشرقی جانب کے سفید منارے کے پاس نزول فرمائینگے) امام سیوطی نے ابن ماجہ پر اپنی تعلیق میں ذکر کیا کہ حافظ ابن کثیر نے ایک روایت میں فرمایا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس میں اتریںگے اور ایک روایت میں اردن میں اور ایک روایت میں مسلمانوں کے لشکر میں نزول فرمائینگے۔

میں کہتا ہوں کہ ابن ماجہ کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیت المقدس میں نزول فرمانے کی حدیث ہی میرے نزدیک راجح ہے اور وہ دیگر تمام روایات کے منافی نہیں ہے کیونکہ بیت المقدس دمشق کے مشرقی جانب واقع ہے اور اس وقت وہی معسکر مسلمانوں کا لشکرگاہ رہیگا اور اردن ایک ضلع کا نام ہے جیسا کہ صحاح میں ہے اور بیت المقدس اسی میں داخل ہے اگرچہ کہ بیت المقدس میں اب کوئی منار نہیں ہے یقیناً آپکے نزول سے پیشتر اسکا بننا ضروری ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (مرقات)

2﴾ **قولہ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الا مات الخ** (یعنی کسی کافر کیلئے جو آپ کی سانس کی ہوا کو پائیگا تو اسکو زندہ رہنا ممکن نہیں مگر یہ کہ وہ مرجائیگا)۔

پھیرینگے اور انکو جنت میں انکے درجات بیان کرینگے پس وہ اسی حالت میں رہینگے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کی طرف وحی فرمایگا کہ میں اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہوں جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں پس آپ میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف محفوظ رکھو اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر اونچے مقام سے تیزی سے نکلیں گے ان کے سامنے لوگ طبریہ تالاب کے پاس سے گزرینگے تو اسکا سارا پانی پی جائینگے اور جب انکے آخری لوگ گزرینگے تو وہ کہینگے کہ اس جگہ کسی وقت ضرور پانی تھا پھر وہ چلیں گے یہاں تک کہ جبل خمر کے پاس پہنچیں گے۔ یہ بیت المقدس کے پاس ایک پہاڑ ہے پس وہ کہیں گے ہم نے زمین کی مخلوق کو قتل کردیا ہے چلو ہم آسمان کی مخلوق کو قتل کردینگے پس وہ اپنی تیروں کو آسمان کی طرف پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ انکی تیروں کو خون آلود کرکے واپس لوٹائیگا اور اللہ کے نبی اور انکے اصحاب محصور رہیں گے یہاں تک کہ ان میں سے کسی کے لئے بھی بیل کا سر آج تم میں سے کسی ایک کے لئے جو سو دینار ہیں اس سے زیادہ بہتر ہوگا۔

اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور آپ کے اصحاب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ ان پر انکی گردنوں میں نغف (کیڑے والی بیماری) بھیجے گا جس سے وہ ایک نفس کے مرنے کی طرح (یکبارگی) سب مرجائینگے پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور آپکے اصحاب زمین کی طرف اتریں گے تو وہ زمین میں ایک بالشت برابر بھی کوئی حصہ نہیں پائینگے مگر وہ انکی سڑی ہوئی لاشوں اور بدبو سے

یہ بات جائز ہے کہ دجال اس حکم سے مستثنٰی ہو اس حکمت کے تحت کہ اسکا خون نیزے میں دکھایا جائے تاکہ مومنین کے دلوں میں اس کا جادوگر ہونا مضبوط ہوجائے اور یہ بھی جائز ہے کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت ابتداء میں آپکی یہ

بھری ہوئی ہوگی پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپکے اصحاب اللہ کی طرف متوجہ ہونگے تو اللہ تعالیٰ اونٹوں کی گردنوں کے مانند پرندوں کو بھیجے گا جو انکو اٹھا کر جہاں اللہ چاہے وہاں پھینک دینگے اور ایک روایت میں ہے وہ انکو نھبل مقام میں پھینک دینگے اور مسلمان انکی کمانوں ان کے تیروں اور ترکشوں سے سات سال تک چولہا جلائینگے پھر اللہ تعالیٰ ایک ایسی بارش برسائیگا جس سے کوئی گھر مٹی کا اور نہ اون کا کوئی گھر بچے گا۔ پس وہ ساری زمین کو دھوڈالیگی، یہاں تک کہ اسکو چکنے پتھر کی طرح بنا کر چھوڑ دیگی، پھر زمین سے کہا جائیگا تو اپنے پھل اُگا اور اپنی برکت کو لوٹا دے چنانچہ اسوقت ایک جماعت ایک انار سے کھائیگی اور اسکے چھلکے سے سایہ حاصل کرینگے اور اللہ تعالیٰ دودھ میں برکت عطا فرمائیگا یہاں تک کہ ایک نوازائدہ دودھ دینے والی اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کیلئے کافی ہوجائیگی اور نوزائدہ دودھ دینے والی گائے ایک قبیلہ کیلئے کافی ہوجائیگی اور نوزائیدہ دودھ دینے والی بکری ایک خاندان کیلئے کافی ہوجائیگی، لوگ اسی حالت میں رہینگے کہ اللہ تعالیٰ ایک اچھی ہوا کو

کرامت رہی ہو اور جب دجال کے دیکھنے کے وقت آئے تو یہ کرامت ختم ہوجائے کیونکہ کرامت کا ہمیشہ رہنا لازمی نہیں اور بعض نے کہا کہ وہ سانس جس سے کافر کی موت واقع ہوتی ہے وہ سانس ہے جس سے کافر کو ہلاک کرنا مقصود ہو۔ عام سانس مراد نہیں۔ چنانچہ دجال کا آپکی سانس سے نہ مرنا یہ آپ کی وہ سانس نہیں ہے جس سے کافر کی ہلاکت مقصود ہوتی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ کافروں میں سے جس کسی کو عیسیٰ علیہ السلام کی سانس پہنچے گی وہ مرجائیگا لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ سانس اسکو پہنچتے ہی مرجائیگا بلکہ یہ ہوسکتا ہے کہ مذکورہ حکمت کی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام اپنے نیزے پر ان کو دجال کا خون دکھانے کے بعد ان کی موت واقع ہو، پھر عجیب وغریب بات تو یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی سانس سے بعض کو زندگی ملتی ہے تو بعض کی اسی سانس سے موت واقع ہوگی۔ (مرقات)

بھیجے گا جو انکو انکے بغلوں کے نیچے سے لگے گی چنانچہ ہر مومن اور مسلمان کی روح قبض کرلے گی اور بدترین لوگ باقی رہینگے جو اس میں گدھوں کی طرح علانیہ بدفعلی کریں گے پس انہی پر قیامت قائم ہوگی اسکی روایت مسلم نے کی ہے مگر ترمذی کی دوسری روایت میں آپ کے ارشاد وہ پرندے انکو نھبل مقام میں پھینک دینگے سے "سات سال" تک کا ذکر ہے۔ (ترمذی)

---

1 **قوله فيقبض روح كل مؤمن وكل مسلم** (ہر مومن اور ہر مسلم کی روح قبض کرلی جائیگی) امام نووی نے فرمایا کہ اس طرح "واؤ" کے ساتھ تمام نسخوں میں ہے یعنی بظاہر واؤ کے او بمعنی یا شک کے ساتھ ہونا تھا کیونکہ اہل سنت والجماعت کے ارباب حق کے پاس مومن اور مسلم میں کوئی فرق نہیں۔

یہاں "واؤ" سے عمومیت میں مبالغہ اور دونوں میں مغایرت اور دوصفوں کے اختلاف کا اعتبار کرتے ہوئے ہے جیسا کہ قرآن میں ہے "**تلك ايات الكتب وقرآن مبين**" یہ الکتاب اور قرآن مبین کی آیات ہیں اور اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے "**ان المسلمين والمسلمات والمؤمنين والمؤمنات**" (مسلمان مرد مسلمان عورتیں مومن مرد، مومن عورتیں) یا مومن اور مسلم میں لغوی فرق کی بناء پر ایسا کہا گیا یعنی "مومن" سے مراد دل سے تصدیق کرنے والا اور "مسلم" سے مراد اطاعت گزار فرمانبردار ہے لیکن جب ان دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر فائدہ مند نہیں ہوتا تو دونوں کا موصوف ایک ہی کردیا گیا اور اس پر دوصفوں میں سے ہر ایک وصف کا بطریق مساوات اطلاق کیا گیا یا ان دو میں سے کسی ایک کا نفس الامر میں دوسرے پر غالب ہونے کی وجہ سے دونوں کا موصوف ایک ہی کردیا گیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہاں تکرار سے تمام افراد کا احاطہ مراد ہے یعنی سارے نیک حضرات کی روح قبض کرلی جائیگی۔

2 **قوله يتهارجون الخ** (جماع کرینگے) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے مراد مرد اور عورتیں علانیہ طور پر لوگوں کی موجودگی میں زنا کرینگے اور "**هــــرج**" کے معنی راء کو ساکن پڑھنے کے ساتھ جماع کے ہیں اور کہا جاتا ہے "**هرج زوجته**" یعنی اس نے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کیا۔ (مرقات)

118/6650 ﴾ سیدتنا اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دجال زمین پر چالیس سال رہیگا۔ ایک سال مہینے کے برابر اور مہینہ جمعہ کے برابر اور جمعہ دن کے برابر اور دن آگ میں کھجور کی سوکھی شاخ جلنے کی طرح ہوگا۔ (شرح السنۃ)

119/6651 ﴾ اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرماتھے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اس سے پہلے تین سال ہونگے ایک وہ سال ہوگا کہ جس میں آسمان اپنے ایک تہائی بارش اور زمین اپنی ایک تہائی پیداوار روک لیں گے اور دوسرا سال آسمان اپنی دو تہائی بارش اور زمین اپنی دو تہائی پیداوار روک لیگی اور تیسرا سال وہ ہوگا کہ جس میں آسمان اپنا تمام پانی اور زمین اپنی تمام پیداوار روک لیگی تو کوئی کھر والا چوپایا باقی رہیگا اور نہ داڑ والا مگر وہ ہلاک

1﴾ **قولہ اربعین سنۃ** (چالیس سال) اس حدیث شریف میں اسکے قیام کی مدت چالیس سال ذکر کی گئی ہے جبکہ اس سے کچھ پہلے حدیث نواس بن سمعان کی حدیث میں گذرا کہ اسکا قیام چالیس دن ہوگا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم شریف کی حدیث معارض نہیں ہوسکتی یعنی حدیث نواس کے۔ اور اسکے صحیح ماننے کی صورت میں ممکن ہے کہ اس سے دو مدت قیام میں سے ایک مراد ہو یعنی خاص قیام جو وصف معین کے ساتھ ہو اور جو بیان کیا گیا ہے اور حالات اور افراد کے لحاظ سے اس میں اختلاف بھی ممکن ہے۔

الکواکب الدری کے حاشیہ میں فرمایا کہ ابن ماجہ وغیرہ نے ایک تیسری حدیث بھی تخریج فرمائی ہے جو حضرت ابوامامہ سے مرفوعاً ان الفاظ میں مروی ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) اسکے قیام کے دن چالیس سال ہونگے جس کا ایک سال چھ ماہ کا اور ایک سال ایک مہینہ کے برابر اور ایک مہینہ جمعہ کے برابر اور ایک جمعہ دن کے برابر اور اسکے آخری دن چنگاری کی طرح ہونگے۔ پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ ان چھوٹے دنوں میں ہم کیسے نماز ادا کریں؟ فرمایا کہ تم ان دنوں میں نماز کے (وقت) کا اندازہ کرنا جس طرح تم ان طویل دنوں میں اندازہ کرتے ہیں۔ (الحدیث)

شیخ عبدالحق نے کتاب انجاح میں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس سے مراد زمانہ کی تیز رفتاری کے اعتبار سے ایام (دن)

ہو جائے گا اور اسکے بڑے فتنوں میں سے یہ ہے کہ وہ اعرابی کے پاس آئیگا اور کہیگا کہ تیرا کیا خیال ہے کہ اگر میں تیرے اونٹ زندہ کردوں تو کیا تو مجھے اپنا رب نہیں جانیگا، تو وہ کہیگا کیوں نہیں تو شیاطین اسکے لئے بہترین تھن اور بڑے کوہان والے اونٹوں کی شکل اختیار کر کے آئیں گے اور فرمایا اور ایک آدمی کے پاس آئے گا جس کا بھائی اور والد مر چکا ہوگا تو وہ کہیگا تیرا کیا خیال ہے کہ اگر میں تیرے لئے تیرے باپ اور بھائی کو زندہ کردوں تو نہیں جانے گا کہ میں تیرا رب ہوں تو وہ کہے گا کیوں نہیں تو شیاطین اسکے باپ اور بھائی کی جیسی شکل اختیار کر کے آئیں گے۔ اسماء فرماتی ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی ضرورت سے باہر نکلے پھر واپس تشریف لائے جبکہ قوم غم وفکر میں تھی اس چیز کی وجہ سے جو آپ نے بیان فرمایا۔ اسماء نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ کے دو بازوؤں کو پکڑ کر فرمایا کیا حال ہے اسماء؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! دجال کے ذکر سے ہمارے دل اکھڑ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ نکل آیا اور میں موجود ہوں تو میں اسکے لئے کافی ہوں ورنہ میرا رب ہر مومن پر میری طرف سے خلیفہ (نگہبانی کرنے والا) تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی

نام رکھا اور سورج کے غروب وطلوع کے اعتبار سے اگرچہ کہ زمن قلیل میں کیوں نہ ہو اسکو سنین (سال) نام رکھا اسی وجہ سے نماز کی ادائیگی میں وقت کی کمی یا طوالت کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ ان روایات کو جمع کرنے میں صاحب الاشاعۃ نے بھی تفصیل سے کلام فرمایا اگر آپ چاہیں تو اسکی طرف رجوع فرمائیں۔ اور اسکے فتنوں میں یہ بھی ذکر فرمایا کہ میں رب العالمین ہوں اور یہ سورج میرے حکم سے چلتا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسکو روکوں تو وہ لوگ کہیں گے ہاں تو وہ سورج کو روک دیگا اور دن کو مہینہ کی طرح اور جمعہ (ہفتہ) کو سال کی طرح کردیگا اور کہیگا اگر تو چاہتا ہے تو میں اسکو چلادوں گا تو وہ کہیں گے ہاں تو وہ دن کو گھنٹہ کی طرح کردیگا۔ اسکو نعیم بن حماد اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے یہ حدیث مذکورہ روایات کی اچھی طرح جامع ہے اور اکثر اشکالات کا ازالہ کردیتی ہے۔

اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم یقیناً ہم ہمارا آٹا گوندتے ہیں اور اسکو پکا نہیں سکتے یہاں تک کہ ہم بھوکے رہ جاتے ہیں تو اس دن مؤمنین کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا انکو وہ چیز کافی ہوجائیگی جو آسمان والوں کیلئے کافی ہوئی ہے یعنی تسبیح و تقدیس۔ (احمد، ابوداؤد، طیالسی)

120/6652 ...... سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دجال نکلے گا تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی اسکی طرف جائے گا تو دجال کے فوجیوں کی ایک جماعت اس سے ملیگی وہ لوگ کہینگے کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے تو وہ کہے گا اس کی طرف جو نکلا ہے۔ آپ نے فرمایا تو وہ لوگ کہینگے کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا تو وہ کہیگا ہمارے رب میں کوئی خفا نہیں ہے۔ تو وہ کہینگے کہ اسکو قتل کردو تو انکے بعض بعض کو کہینگے: کیا تمہارے رب نے تمہیں اس بات سے منع کیا کہ اسکے بغیر کسی کو قتل کرو تو وہ لوگ اسے دجال کے پاس لے جائینگے تو جب مؤمن اسکو دیکھ لے گا تو کہیگا، اے لوگو یہ وہی دجال ہے جسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ دجال اسکے بارے میں حکم دے گا اسکو لمبا لٹا دیا جائے گا تو اور

---

1 **قولہ رجل من المؤمنین** ابواسحاق ابراہیم بن سفیان الفقیہ جو صحیح مسلم کے راوی ہیں فرمایا کہا جاتا ہے کہ یہ صاحب خضر علیہ السلام ہے اور معمر نے اسی طرح کہا ہے اور اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں جبکہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے جمہور فقہاء محدثین اور بعض صوفیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ انتقال کر گئے اور اکثر صوفیہ اور بعض فقہاء وغیرہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اسکو شیخ جزری نے ذکر کیا۔ (مرقات)

2 **قولہ مسالح الدجال** (دجال کے فوجیوں کی جماعت) یہ بربنائے بدل مرفوع ہے اور (اَوَ تومن بنا) کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا اس میں رب سے ان کی مراد دجال ہے کیوں کہ اس کے پاس وہ مال و جاہ پائیں گے۔ (مرقات)

وہ کہیگا کہ اسکو پکڑو اور زخمی کردو تو اسکا پیٹھ اور پیٹ مار مار کر چوڑا کر دیا جائیگا۔ آپ نے فرمایا وہ کہیگا کیا تو مجھ پر ایمان نہیں لائے گا؟ فرمایا کہ وہ آدمی کہیگا تو ہی جھوٹا مسیح ہے آپ نے فرمایا: پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائیگا تو اسکو آرے سے سر کی مانگ سے چیر دیا جائے گا یہاں تک کہ اسکے دونوں پاؤں کو چیر دیا جائیگا فرمایا کہ پھر دجال دو ٹکڑوں کے درمیان چلے گا پھر کہیگا اس سے کھڑا ہو جا تو وہ سیدھا کھڑے ہو جائیگا پھر وہ اس سے کہیگا کیا تو مجھ پر ایمان لائیگا تو وہ کہیگا میری بصیرت تیرے بارے میں اور بڑھ گئی فرمایا کہ پھر وہ آدمی کہیگا کہ اے لوگو! یقیناً میرے بعد یہ کسی کے ساتھ نہیں کر سکے گا تو دجال اسکو ذبح کرنے کیلئے پکڑے گا تو وہ گردن سے نرخرہ تک تانبہ کا بنا دیا جائیگا تو وہ اسکی طاقت نہیں رکھیگا۔

آپ نے فرمایا تو وہ اسکے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں پکڑے گا اور اسکو پھینک دے گا تو لوگ سمجھیں گے کہ وہ اسکو آگ میں پھینکا ہے فی الحقیقت وہ جنت میں ڈالدیا گیا ہوگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رب العالمین کے پاس سب سے بڑا شہید ہوگا۔ (مسلم)

121/6653 ﴿ اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1﴾ **قولہ القی فی الجنة:** اس سے مراد وہ آگ ہے جو اسکے ساتھ موجود ہے اس آگ میں وہ جب پھینکے گا تو اللہ اس شخص پر اسکو جنت بنادے گا جیسا کہ حضرت ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی والی کیا تھا اور وہ آگ باغ اور جنت ہو جائیگی بہر حال اس شخص کی موت اسکے ہاتھ نہ ہوگی سوائے اس کے جو پہلے ہو چکا اور راوی کا یہ قول کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے پاس وہ شخص سب سے بڑا شہید ہے تو اس سے اسکا پہلا قتل مراد ہے۔ (مرقات)

دجال آئیگا اور اس پر مدینہ کے راستوں میں داخل ہونا حرام ہوگا تو وہ مدینہ سے متصل بعض کھاری زمین پر اترے گا تو اسکی طرف ایک شخص نکلے گا اور یہ لوگوں میں سب سے بہترین یا فرمایا کہ وہ بہترین لوگوں میں سے ہوگا اور کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی وہ دجال ہے جس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی ہے تو دجال کہے گا: تم بتاؤ اگر میں اسکو قتل کروں پھر اسکو زندہ کروں تو کیا تم اس معاملہ میں شک کروگے؟ تو وہ کہینگے نہیں تو وہ اس شخص کو قتل کردے گا پھر اسکو زندہ کرے گا وہ شخص کہیگا میں تیرے (دجال ہونے کے) بارے میں آج کے دن سے زیادہ بصیرت والا نہیں تھا تو دجال اسکو قتل کرنے کا ارادہ کریگا لیکن قابو نہیں پاسکے گا۔ (متفق علیہ)

122/6654 سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح مشرق کی جانب سے آئے گا اور اسکا ارادہ مدینہ کا ہوگا یہاں تک کہ وہ احد کے پیچھے اترے گا[1] پھر فرشتے اسکا منہ ملک شام کی جانب پھیر دینگے اور وہ وہیں ہلاک ہوگا۔ (متفق علیہ)

123/6655 سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہیں ہوگا اور مدینہ کو سات راستے ہونگے اور ہر راستہ پر دو فرشتے ہونگے۔ (متفق علیہ)

124/6656 سیدتنا فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے نبی

---

1 حتی ینزل دبر احد: یعنی گزشتہ حدیث میں جس شخص کا واقعہ گزرا ہے اس واقعہ کے بعد دجال احد کے پیچھے اترنے کے ارادہ سے آئیگا۔ (مرقات)

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کرنے والے کو اعلان کرتے ہوئے سنا ''الصلوۃ جامعۃ'' یعنی نماز تیار ہے تو میں مسجد کو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو منبر پر تشریف فرما ہوگئے اور آپ مسکرا رہے تھے اور فرمایا کہ ہر انسان اپنے نماز کی جگہ بیٹھا رہے پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو کیوں جمع کیا؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اسکے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: خدا کی قسم! میں تم کو خوشخبری دینے یا ڈرانے کیلئے نہیں جمع کیا لیکن میں تم کو اس لئے جمع کیا کہ تمیم داری ایک نصرانی تھے وہ آئے اور اسلام لائے اور مجھے ایک ایسی بات کی خبر دی جو اس بات کے موافق ہے جو میں تم کو مسیح دجال کے بارے میں بیان کرتا تھا انہوں نے مجھے خبر دی کہ وہ لخم اور جذام قبیلے کے تیس (۳۰) آدمیوں کے ساتھ سمندری بڑی کشتی میں سوار ہوئے تھے تو سمندری موج ایک مہینہ تک ان سے کھیلتی رہی تو وہ لوگ سورج غروب ہوتے وقت ایک جزیرہ کے قریب پہنچے پھر وہ ایک چھوٹی کشتی میں سوار ہوگئے اور جزیرہ میں داخل ہوگئے تو انہیں ایک موٹے بہت بالوں والا جانور ملا وہ لوگ اس کے اگلے اور پچھلے حصہ کو اس کے بالوں کی زیادتی کی وجہ سے نہیں پہچان رہے تھے انہوں نے کہا کہ تیری خرابی ہو تو کون؟ ہے اس نے کہا کہ میں جاسوس ہوں تم اس آدمی کی طرف جاؤ جو گرجا گھر میں ہے کیونکہ وہ تمہاری خبروں کا مشتاق ہے انہوں نے کہا کہ جب اس نے ہم سے ایک آدمی کا نام لیا تو ہم اس سے ڈر گئے کہ وہ شیطانی ہو

---

1 قولہ لما سمت یعنی اس نے اس کا ذکر کیا اور صفت بیان کی۔ وقولہ ما رأیناہ قط یہ جملہ لفظ انسان کی صفت ہے

انہوں نے کہا ہم تیز چلے یہاں تک کہ گرجا گھر میں داخل ہو گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں بھاری بھر کم انسان ہے اور ہم نے کبھی بھی اتنا موٹا اور مضبوط آدمی نہیں دیکھا اس کے ہاتھ اس کی گردن سے اور اس کے دونوں گھٹنوں سے ٹخنوں تک کے درمیان کا حصہ لوہے سے جکڑا ہوا تھا۔ ہم نے کہا: تیری خرابی ہو تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ تم میری خبر پر قدرت پا چکے تو تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟ ان لوگوں نے کہا: ہم عرب لوگ ہیں ایک سمندری بڑی کشتی میں سوار ہوئے تو سمندر ہم سے ایک مہینے تک کھیلتا رہا پھر ہم جزیرہ میں داخل ہو گئے ہم کو موٹے بہت بالوں والا ایک جانور ملا تو اس نے کہا کہ میں جاسوس ہوں تم لوگ اس کی طرف جاؤ جو گرجا گھر میں ہے تو ہم تیری طرف تیز آئے تو اس نے کہا تم مجھے بیسان کے کھجور کے درخت کے بارے میں بتاؤ کیا وہ پھل دے رہا ہے ہم نے کہا ہاں تو اس نے کہا قریب ہے کہ وہ پھل نہیں دے گا اس نے کہا مجھے طبریہ تالاب کے بارے میں بتاؤ کیا اس میں پانی ہے ہم نے کہا وہ بہت پانی والا ہے اس نے کہا قریب ہے کہ اس کا پانی ختم ہو جائیگا اس نے کہا کہ تم مجھے زغر چشمہ کے بارے میں بتاؤ کیا چشمہ میں پانی ہے اور کیا وہاں کے لوگ چشمہ کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں ہم نے کہا کہ ہاں وہ بہت پانی والا ہے اور وہاں کے لوگ اسکے پانی

اور ان لوگوں سے احتراز ہے جو اسے نہیں دیکھے اور جب یہ کلام مارأینا مثلہ (ہم نے اس کے جیسا آدمی نہیں دیکھا) کے معنی میں ہو قط (کبھی) کہنا صحیح ہے۔

وقوله نخل بیسان: بیسان ملک شام میں ایک گاؤں ہے اور طبریہ کا ایک قصبہ ہے اور زغر شام کا ایک شہر ہے جو کم پیداوار والا ہے اور مذکورہ سوالات وجوابات میں اس بات کا اشارہ ہے کہ یہ اسکے نکلنے کی علامات ہیں اور اسکے ظاہر

سے زراعت کرتے ہیں اس نے کہا مجھے امیین کے نبی کے بارے میں بتاؤ کہ انہوں نے کیا کیا ہے؟ ہم نے کہا: وہ مکہ سے تشریف لے گئے اور یثرب (مدینہ منورہ) میں تشریف فرما ہوئے ہیں اس نے کہا: کیا عرب نے ان سے جنگ کی ہے ہم نے کہا ''ہاں'' اس نے کہا: وہ ان لوگوں سے کیا معاملہ کئے؟ تو ہم نے اسکو بتایا کہ عرب سے متصل جولوگ ہیں ان پر وہ غالب آگئے ہیں اور وہ لوگ آپ کی اطاعت کرلئے ہیں۔ اس نے کہا: یادرکھوان کیلئے یہی بہتر ہے کہ وہ ان کی اطاعت کریں اور میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں اور قریب ہے کہ مجھے نکلنے کی اجازت

ہونے اور پہنچنے کی نحوست کی وجہ سے برکت ختم ہونے کی علامتیں ہیں اور یہ سوالات اسکے بعد تمہید کے طور پر تھے تو اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھے امیین کے نبی کے بارے میں خبر دو۔ (مرقات)

1؎ **قولہ عن نبی الامیین العرب الخ** امیین سے مراد عرب ہیں، اس نے حضور اکرم ﷺ کی طرف انکی جو اضافت کیا تو ان میں مبعوث ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ اس نے حضور ﷺ پر طعن کا ارادہ کیا اس کے مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ خاص کر انہیں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں جیسا کہ یہودیوں کا خیال ہے یا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ آپ سلیقہ مند مہذب لوگوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔ (شرح ابن الملک)

وقولہ اما ان ذلك خیر لهم: ذلک کا اشارہ مبہم کی طرف ہے جسکی تفسیر ان یطیعوہ سے کیا یا اس سے نبی کریم ﷺ کی طرف اشارہ ہے اور اسکے بعد کا جملہ اسکی خبر ہے اور اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ وہ آپ کی فضیلت وصداقت کا معترف تھا لیکن کفر وعناد کی وجہ سے انکار کر رہا ہے جیسا کہ یہودیوں کا طریقہ ہے اور **خیریة** سے اس کی مراد دنیا کا خیر ہے یا یہ ہوسکتا ہے کہ جب اسکو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے کفر وانکار کو ظاہر کرنے میں اسے کوئی غرض ومصلحت نہ تھی تو وہ اسکو چھپا دیا اور صراحت نہیں کی۔ (اللمعات)

2؎ **قولہ ذلك خیر لهم ان یطیعوہ** (یعنی ان کا آپ کی اطاعت کرنا ان کے لئے بہتر ہے) تو رپشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ قول اس شخص کے قول کے مشابہ ہے جو حق کو جانتا ہے اور اس شخص کو بھی جو اللہ تعالی سے دور ایسے

دی جائے تو میں نکلونگا اور زمین میں چلوں گا تو کوئی زمین نہیں چھوڑونگا مگر چالیس دن میں اس میں اتر جاؤں گا۔

سوائے مکہ اور طیبہ کے وہ دونوں مجھ پر حرام ہیں ان دونوں میں سے کسی ایک میں بھی میں جب جب داخل ہونا چاہونگا میرے سامنے ایک فرشتہ آئے گا جسکے ہاتھ میں برہنہ تلوار ہوگی وہ مجھے اس میں داخلہ سے روکے گا اور اسکے ہر راستہ پر فرشتہ ہونگے جو اسکی حفاظت کرتے ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عصا سے منبر پر زور دیتے ہوئے فرمایا: یہ طیبہ ہے۔ یہ طیبہ ہے۔ یہ طیبہ ہے۔ یعنی مدینہ منورہ کیا میں نے تم کو یہ نہیں بیان کیا تھا لوگوں نے کہا ہاں یاد رکھو کہ وہ شام یا یمن کے سمندر میں ہے نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے اور آپ نے اپنے دست مبارک سے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

مقام میں پڑا ہوا ہے جس میں اس کے ساتھ کوئی مددگار نہیں، تو پھر اس کے قول کی وجہ کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس میں اس معنی کا احتمال ہے کہ وہ اپنے اس قول سے دنیا کی بھلائی مراد لی ہے یعنی ان لوگوں کا آپ ﷺ کی اطاعت کرنا بہتر ہے کیونکہ وہ اگر آپ کی مخالفت کریں تو آپ انکو جڑ پیڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ صرف یعنی کسی کو کسی چیز کی طرف سے پھیر دینے کے قبیل سے ہو کہ اللہ تعالی نے اسکو حضور ﷺ کی شان میں طعن کرنے اور حضور ﷺ کے مقابلہ میں تکبر کرنے اور بیہودہ گفتگو کرنے سے پھیر دیا وہ ایک مغلوب اور گرفت کردہ شخص کی طرح حضور ﷺ تائید میں اس نے جو کچھ کہا اس کے سوا وہ کچھ بولنے کی قدرت نہیں رکھ سکتا اور فضیلت تو وہ ہے جس کے دشمن بھی قائل ہوں۔ (مرقات)

1 **قوله لا بل من قبل المشرق ماهو.** (نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے) اس میں ما زائد ہے۔ علامہ اشرف نے کہا: ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اسکے مقام کے بارے میں شک تھا اور آپ کے گمان میں یہ تھا کہ ان تینوں مقامات میں سے کوئی ایک مقام ہے اور جب شام ویمن کے سمندروں کا ذکر کیا تو وحی کے ذریعہ اسکے مقام کا یقین ہوگیا یا ظن غالب

25/6657 ﴿ اور انہی سے روایت ہے تمیم داری کی حدیث شریف میں ہے انہوں نے کہا کہ اچانک میں ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بالوں کو گھسیٹ رہی تھی انہوں نے کہا کہ تو کون ہے تو اس نے کہا کہ میں جاسوس ہوں۔ تم اس محل کی طرف جاؤ تو میں اسکے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی اپنے بالوں کو گھسیٹ رہا تھا جو بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے آسمان وزمین کے درمیان کو در رہا ہے تو میں نے کہا کہ تو کون ہے اس نے کہا میں دجال ہوں۔ (ابوداؤد)

126/6658 ﴿ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے ستر ہزار آدمی دجال کی اتباع کرینگے جنکے اوپر منقش چادریں ہونگی۔ (شرح السنہ)

ہوگیا کہ وہ مشرقی جانب ہے تو انہوں نے پہلے دو کی نفی کی فرمایا اور ان دونوں سے صرف نظر کیا اور تیسرے کو پکار قرار دیا۔ (مرقات)

1﴿ قوله فاذا انا بامرأة (اچانک میں ایک عورت کو دیکھا) سابقہ حدیث شریف میں فرمایا کہ انکو ایک بہت بالوں والا چوپایا ملا اور اس حدیث شریف میں عورت کے ملنے کا ذکر فرمایا تو کہا گیا کہ اس میں احتمال ہے کہ دجال کے دو جاسوس ہوں ایک چوپایا اور دوسرا عورت اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ جساسہ شیطانہ تھی کبھی دابۃ کی صورت اختیار کرتی اور کبھی عورت کی صورت اختیار کرتی کیونکہ شیطان جس شکل میں چاہے صورت اختیار کرسکتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ عورت کو دابہ مجازاً کہا گیا ہے۔ (مرقات)

2﴿ قوله عليهم السيجان (جنکے اوپر منقش چادریں ہونگی) ابن ملک نے کہا یعنی جب مالدار ستر ہزار ہونگے تو فقیروں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو میں کہتا ہوں کہ فقراء مفلس ہونے کی وجہ سے اللہ کی امان میں ہوتے ہیں مگر جب وہ لوگ مال وجاہ کے حریص ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ مالداروں ہی کی طرح زیادتی دولت کے حصول کیلئے اتباع کرتے ہیں چاہے

127/6659 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار دجال کی اتباع کریں گے جنکے اوپر طیلسان چادریں ہونگی ۔ (مسلم)

128/6660 ﴿ سیدنا عمرو بن حریث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بیان فرمایا کہ دجال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا جسکو خراسان کہا جائے گا اسکی اتباع ایسی قومیں کریں گی گویا کہ ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھال جیسے ہوں گے۔

(ترمذی)

129/6661 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال سبزی مائل سفید گدھے پر نکلے گا جسکے دو کانوں کے درمیان ستر باغ (ستر گز سے زائد کا) فاصلہ ہوگا۔

(بیہقی، کتاب البعث والنشور)

قیامت کے سامنے کی نشانیاں اور دجال کا ذکر

ختم شد

انکا متبوع حق پر ہو یا باطل پر جیسا کہ گزشتہ یزید اور حجاج اور ابن زیاد کے زمانوں میں دیکھا گیا اور اسی طرح ہر سال بلکہ ہر دن شہر میں فساد زیادہ ہوجاتا ہے تو عبادت گذار علماء دنیا اور مشائخ زاہدین بھی اغراض فاسدہ اور جھوٹے عہدوں کی خاطر بدترین لوگوں کی اتباع کرتے ہیں ہم اللہ رب العزت سے معافی اور عافیت اور حسن خاتمہ کو طلب کرتے ہیں۔ (مرقات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب قصة ابن صياد

ابن صیاد کے قصہ کا بیان

130/6662 سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت میں ابن صیاد کی طرف گئے،

1 **قولہ : قبل ابن صیاد** (ابن صیاد کی طرف) یہ مدینہ منورہ کے یہودیوں میں سے ایک یہودی تھا، اور کہا گیا ہے کہ وہ خود کو ان کی طرف منسوب کرتا تھا، اور اسکے بچپن کی حالت کاہنوں کی حالت کی طرح تھی، ایک مرتبہ سچ کہتا تو کئی بار جھوٹ کہتا تھا اور جب وہ بڑا ہوا تو اسلام لایا، اور اس کی بہت سی علامتیں، ظاہر ہوئیں مثلاً حج کرنا اور مسلمانوں سے مل کر جہاد کرنا، پھر اس سے چند ایسے احوال ظاہر ہوئے، اور ایسی باتیں سنی گئیں جو اسکے دجال ہونے کی خبر دیتی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے توبہ کی اور مدینہ میں فوت ہو گیا، اور کہا گیا نہیں بلکہ وہ واقعہ حرہ کے دن غائب ہو گیا۔

ابن الملک رحمہ اللہ نے فرمایا: علماء کے ابن صیاد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ دجال ہے۔ اسکی موت مدینہ طیبہ میں ہونے سے متعلق جو بات کہی جاتی ہے وہ ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ روایت آچکی ہے کہ ''حرہ'' کے دن وہ مفقود ہو گیا۔ اب رہا یہ کہ دجال کو اولاد نہیں ہوگی، اور یہ کہ وہ دو شہروں (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) میں داخل نہیں ہوگا، اور وہ کافر ہوگا، تو یہ اسکے خروج کے زمانہ میں ہوگا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ دجال نہیں ہے، اور یہ بھی منقول ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی قسم کھا کر بیان فرمایا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، اور یہ کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قسم کھاتے ہوئے سنا ہے اور آپ نے اسکی نکیر نہیں فرمائی۔

حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دجال نہیں۔ ہاں ابن صیاد کا معاملہ اللہ کی جانب سے اسکے بندوں کیلئے ایک آزمائش تھی جسکے شر سے اللہ نے مسلمانوں کی حفاظت فرمائی۔

میں کہتا ہوں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا قصہ اس کے منافی نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے اسکے مختلف جسم ہوں اور اسکا ظاہری جسم دنیائے حس و خیال میں مختلف احوال کے ساتھ گھومتا رہتا ہو۔ اور اسکا باطن عالم مثال میں زنجیروں اور بیڑیوں سے جکڑا ہوا ہو اور شاید نبوت کی زنجیریں اور رسالت کے طوق اسے فتنہ میں مکمل طور پر ظاہر ہونے سے روک رہے ہوں۔ اور

یہاں تک کہ انہوں نے اس کو بنی مغالہ کے ٹیلوں میں بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا پایا، اور ابن صیاد اس دن بلوغ کے قریب ہو چکا تھا وہ محسوس نہیں کیا یہاں تک کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس کی پیٹھ پر مارا، پھر فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اس نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیین کے رسول ہیں، پھر ابن صیاد نے

اللہ سبحانہ وتعالی بہتر جاننے والا ہے۔

بعض محققین اس بات کے قائل ہیں کہ ابن صیاد سے متعلق جو مختلف قسم کی روایات ہیں اسکی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح دجال کی خبر کے آنے سے قبل اس کو دجال خیال کیا ہو، اور جب آپ کو تمیم داریؓ کی حدیث میں جو کچھ ہے اسکی اطلاع ملی اور یہ خبر آپ کے علم کے مطابق تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات واضح ہوگئی کہ ابن صیاد وہ دجال نہیں جسکا آپ نے گمان فرمایا تھا۔ اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی جب آپ مکہ مکرمہ تک اس کے ساتھ رہے۔

رہی بات دجال کے والدین اور ابن صیاد کے والدین کے صفات کا ایک جیسے ہونا یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو کسی بات کو قطعیت دے کیونکہ دو صفتوں کے اتحاد سے ذاتوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ اور اسی قبیل سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور آپکے فرزند کی قسم ہے کہ یہ وہی دجال ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نکیر نہیں فرمائی کیونکہ یہ تمام روایتیں اسکی حالت واضح ہونے سے پہلے کی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس میں دجال کی بعض ایسی علامتیں تھیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اس سے چوکنا رہنے کی باعث بنیں۔ (ماخوذ از مرقات) ۱۲۔

1۔ **قوله "حتى وجده"** (یہاں تک کہ انہوں نے اسے پالیا) کہا گیا "حتی" یہاں حرف ابتداء ہے جسکے بعد کلام لایا جاتا ہے۔ اور یہ انتہاء غایت کا فائدہ دیتا ہے۔ **"وقوله: يلعب مع الصبيان"** (وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا) **"وجدوه"** کے مفعول سے حال ہے۔ (مرقات)

2۔ **قوله: اشهد انك رسول الاميين** (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں) قاضی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان (امیوں) سے مراد عرب ہیں کیونکہ ان میں اکثر لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اور جو اس (ابن صیاد) نے ذکر کیا ہے یہ اگرچہ ظاہر میں ٹھیک ہو مگر مفہوم کے اعتبار سے مدلل یعنی کفر ہے، کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف

کہا گیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بوچا پھر فرمایا: میں اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے پوچھا تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا میرے پاس سچی اور جھوٹی دونوں خبریں آتی ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر معاملہ خلط ملط کردیا گیا ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تیرے لئے کچھ چھپایا ہے اور آپ نے اسکے لئے یہ آیت کریمہ "یوم تاتی السماء

عرب کیلئے مخصوص ہیں، عجم کی طرف مبعوث نہیں ہوئے جیسا کہ بعض یہودیوں کا خیال ہے۔ اس (ابن صیاد) نے اگر اس سے ایسا ہی مراد لیا ہے تو یہ منجملہ ان چیزوں کے ہے جسے اس کے پاس آنے والے کاذب نے القاء کیا ہے جو اسکا شیطان ہے۔ (مرقات)

1 **قولہ: ثم قال ابن صیاد اتشهد انی رسول الله** (پھر ابن صیاد نے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اسے قتل کیوں نہیں فرمایا؟ باوجود اسکے کہ اس نے آپ کی موجودگی میں نبوت کا دعوی کیا؟

تو اسکا جواب دو طریقوں سے دیا جاسکتا ہے، جس کو امام بیہقی علیہ الرحمہ اور دوسروں نے ذکر کیا ہے۔

پہلی وجہ: وہ نابالغ تھا، قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اسی جواب کو پسند فرمایا ہے۔

دوسری وجہ: وہ اس معاہدے میں تھا جس پر یہودی اور انکے حلیفوں کے ساتھ صلح کی گئی تھی۔ علامہ خطابی علیہ الرحمہ نے دوسرے جواب کو قطعیت دی اور فرمایا: اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد اپنے یہودیوں کے درمیان صلح نامہ لکھوایا کہ انہیں انکے حال پر چھوڑ دیا جائیگا اور ابن صیاد انہیں میں سے ایک تھا یا ان کی طرف منسوب اور ان میں ملا ہوا تھا۔ (مرقات)

2 **قولہ: ثم قال امنت بالله وبرسله** (پھر آپ نے فرمایا میں اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لایا ہوں) علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے فرمایا اس کا عطف "فرصہ" پر ہے، اور "ثم" تراخی کیلئے ہے۔ اور یہ کلام نرم روی کو اختیار کرتے ہوئے لایا گیا ہے، یعنی میں اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لاتا ہوں، تو غور کر کیا تو ان میں سے ہے؟۔ انتہی

یدخان مبین" دل میں رکھی تو اس نے کہا وہ دُخ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دفع ہو جا، تو اپنی حیثیت سے ہرگز نہیں بڑھیگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اس کی گردن ماردوں؟ حضرت رسول اللہ صلی اللہ

لیکن اس سے اس کا رسولوں میں سے ہونے یا نہ ہونے میں تردد کے جواز کا وہم پیدا ہوتا ہے اور اس بات کا فاسد ہونا مخفی نہیں۔

پس درست بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل بالمفہوم کے طور پر اس کا جواب دیا جیسا کہ دجال نے کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ میں اسکے رسولوں پر ایمان لایا تو ان میں سے نہیں ہے، اگر تو ان میں سے ہوتا تو ضرور میں تجھ پر بھی ایمان لاتا۔ (مرقات)

1﴾ **قولہ انی خبأت** (کہ میں نے چھپایا ہے) ابن ملک علیہ الرحمہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس سے یہ سوال اس لئے کیا کہ صحابہ کے سامنے اسکا جھوٹا ہونا ظاہر ہو جائے۔ اور یہ بھی کہ وہ ایک کاہن ہے جسکے پاس شیطان آتا ہے اور اسکی زبان پر القاء کرتا ہے۔ (مرقات)

بذل المجہود میں ہے کہ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ دل کی بات کے کچھ حصہ پر وہ یا اسکا شیطان کیسے مطلع ہوا؟

تو اسکا جواب یہ دیا جائیگا کہ اس بات کا احتمال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ سے یہ بات کہی یا بعض صحابہ سے اس کا ذکر فرمایا ہو اور شیطان نے اسکے بعض حصہ کو چرا لیا ہو۔

میں یہ کہتا ہوں کہ راجح قول یہ ہے کہ اس کا ذکر آسمان میں ہوا ہو اور شیطان وہاں سے سرقہ کرلیا ہو، جیسا کہ دیگر امور کی کاہن خبر دیا کرتے ہیں۔ (الفتح الودود)

میں کہتا ہوں بہتر ہے یہ کہا جائے حدیث شریف سے ثابت ہے کہ شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے اور دل میں وسوسے اور خیالات کو ڈالتا رہتا ہے۔ اور دلوں کے خیالات پر مطلع ہوتا ہے، پس اگر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی بعض باتوں پر مطلع ہوتا ہے تو یہ بعید نہیں۔

2﴾ **قولہ فلن تعدو قدرك** (تو ہرگز اپنی اس حیثیت سے آگے نہیں بڑھیگا) یعنی تو اپنی اور تجھ جیسے کاہنوں کی حیثیت سے آگے نہیں بڑھیگا جو بہت سے جملوں میں سے کسی ایک آدھا کلمہ کو شیطان کے القاء کرنے کی وجہ سے یاد کر لیتے ہیں۔ یہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر وہ وہی (مسیح دجال) ہے تو تم کو اس پر قدرت نہیں دی جائیگی اور اگر وہ (مسیح دجال) نہ ہو تو اسکو قتل کرنے میں تمہارے لئے کوئی بھلائی نہیں ۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں اسکے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی بن کعب انصاریؓ کھجوروں کے اس باغ کا ارادہ کرتے ہوئے چلے جہاں ابن صیاد تھا۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے درختوں کے تنوں کی آڑ لیتے ہوئے چلنے لگے اور اس تدبیر سے ابن صیاد سے قبل اس کے کہ وہ آپ کو دیکھ لے کچھ سننا چاہتے تھے۔ اور ابن صیاد اپنے بستر پر ایک چادر میں لیٹا ہوا تھا اس میں اسکی کچھ گنگناہٹ تھی، اتنے میں ابن صیاد کی ماں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کے درختوں کے تنوں کی آڑ لیتے ہوئے دیکھ لیا تو کہا اے صاف! یہ اسکا نام تھا یہ محمد ہیں، ابن صیاد گنگناہٹ بند کردیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ اسے ویسے ہی چھوڑ دیتی تو وہ بیان کردیتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے

خلاف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے، کیونکہ اللہ تعالی انہیں علم غیب میں سے جسکی وحی کرنا ہوتا ہے وحی فرماتا ہے، جو کہ مکمل طور پر واضح اور جلی ہوتی ہے، برخلاف ان کرامات کے جنہیں اللہ تعالی اولیاء کو الہام فرماتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

حاصل کلام اور خلاصہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر تو پوشیدہ چیز کی خبر دیتا بھی ہے تو ہرگز اپنی اس حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا جو تیرے لئے مقرر کردی گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ کہانت کاہن کو اس مرتبہ سے اونچا نہیں کرتی جس میں وہ ہے اگرچہ اپنی کہانت میں وہ درست بات کو پائے۔ (ماخوذ از مرقات)

1 **قولہ: قال عبداللہ بن عمر** (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا) ظاہر بات یہ ہے کہ یہ جو دوسری حدیث آرہی ہے یہ ایک زائد بات ذکر کی جارہی ہے اسی لئے یہاں حرف عطف ذکر نہیں کیا، اور فرمایا: قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے)۔ (مرقات)

ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی جو اس کے لائق ہے، پھر دجال کا ذکر فرمایا اور کہا کہ میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں، اور ہر نبی نے اپنی قوم کو ڈرایا، چنانچہ نوح (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو ڈرایا، لیکن میں تم سے اسکے بارے میں ایک ایسی بات کہتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نہ کہی، تم جانتے ہو کہ بلاشبہ وہ کانا ہے اور اللہ کانا نہیں ۔ (متفق علیہ)

6663/131 سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے مدینہ طیبہ کے کسی راستہ میں اس سے یعنی: ابن صیاد سے ملے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اس نے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اللہ پر اسکے فرشتوں اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں پر ایمان لایا ہوں۔

تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا میں عرش کو پانی پر دیکھ رہا ہوں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو سمندر پر ابلیس کا تخت دیکھ رہا ہے۔

آپ نے پوچھا: تو اور کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا میں دو سچوں اور ایک جھوٹے کو۔ یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو دیکھتا ہوں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا، اسے چھوڑ دو۔ (مسلم)

6664/132 ﴿ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ دجال کے ماں باپ تیس (۳۰) سال تک ایسے رہینگے کہ انہیں اولاد نہیں ہوگی، پھر انہیں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو کانا، اور بڑے داڑھ والا ہوگا، اور منفعت کے اعتبار سے کم ہوگا اسکی آنکھ سوئے گی اور دل نہیں سوئیگا۔ پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسکے ماں باپ کا حال بیان فرمایا: اسکا باپ، بہت لمبا اور کم گوشت ہوگا، اسکی ناک گویا چونچ کی مانند ہوگی، اور اسکی ماں دراز ہاتھوں والی موٹی عورت ہوگی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: کہ ہم نے مدینہ میں یہودیوں کے یہاں ایک نومولود کے بارے میں سنا تو میں اور زبیر بن عوام گئے یہاں تک کہ ہم اسکے ماں باپ کے پاس آئے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی حالت ان دونوں میں موجود ہے۔

1﴿ **قوله: اضرس واقله منفعة** (بڑے داڑھ والا اور منفعت کے اعتبار سے کم ہوگا) یعنی: بڑا داڑھ۔ اس سے مراد کوچلی کا دانت ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ معنی یہ ہے کہ کوئی بچہ ایسا نہیں جسکا اقل ترین فائدہ یہ ہو۔ علامہ جزری علیہ الرحمہ نے فرمایا: **قوله : "اضرس"** مصابیح کے نسخوں میں اسی طرح ہے۔ یعنی: بڑا داڑھ، یا ایسا لڑکا جسے پیدائشی داڑھ ہو۔

میرے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ "اضر شیء" (سب سے زیادہ نقصان دہ چیز) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ ترمذی کی اس کتاب میں یہی الفاظ ہیں جس سے مؤلف نے حدیث شریف لی۔

اس توجیہ سے کسی بھی راہ روی اور مقدر ماننے کی زحمت کئے بغیر اس پر (**واقله منفعة**) کا عطف ہونا درست ہے، اور اور ایسی صورت میں ضمیر (شیء) کی طرف لوٹیگی، یعنی **"اقل شیء منفعة"**

میں کہتا ہوں کہ اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے شرح بخاری میں ابوداؤد سے نقل کرتے

ہم نے ان سے پوچھا: کیا تمہارا کوئی لڑکا ہے؟ ان دونوں نے کہا ہم تمیں (۳۰) سال گذارے ہمیں اولاد نہیں ہوئی پھر ہمیں ایک کانا، بڑے داڑھ اور کم نفع والا لڑکا پیدا ہوا، اسکی آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم ان دونوں کے پاس سے نکلے تو کیا دیکھتے ہیں وہ دھوپ میں ایک چادر میں پڑا ہوا ہے، اور وہ کچھ گنگناہٹ تھی پھر اس ان اپنے سر سے چادر ہٹائی اور کہا: تم دونوں نے کیا کہا؟ ہم نے پوچھا کیا ہماری کہی ہوئی بات تو نے سن لی؟ اس نے کہا ہاں میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔ (ترمذی)

133/6665 ﴿ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک یہودی عورت نے ایک ایسے لڑکے کو پیدا کیا جسکی ایک آنکھ سپاٹ اور اسکے داڑھ آگے آئے ہوئے تھے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ وہ دجال ہو، پس آپ نے اسے چادر کے اندر گنگناتے ہوئے پایا، اتنے میں اسکی ماں نے کہا اے اللہ کے بندے یہ ابوالقاسم ہیں۔ تو وہ چادر سے باہر نکل گیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ارے اسے کیا ہوا! اللہ اسے غارت کرے۔ اگر وہ اسے چھوڑ

ہوئے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث درج فرمائی ہے جس میں "**غلام اعور اضر شی ۔ واقله نفعا**" کے الفاظ ہیں۔ **وقوله: تنام عيناه ولا ينام قلبه** اسکی آنکھ سوتی ہے اسکا دل نہیں سوتا) علامہ قاضی علیہ الرحمہ نے فرمایا: یعنی: نیند کے وقت بھی کثرت وساوس وتخیلات اور مسلسل شیطانی القاء کی وجہ سے اس کی فاسد فکریں اس سے جدا نہیں ہوتیں، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک افکار صالحہ اور متواتر وحی والہام کی وجہ سے نہیں سوتا۔ (مرقات)

1﴾ **قوله: طالعة نابه** (اسکی کوچلی کے دانت نظر آرہے تھے) یہ حدیث سابق الذکر (اضرس) والی روایت کو تقویت دیتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مرقات)

دیتی تو وہ بیان کر دیتا۔ اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ذکر فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے قتل کر دو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہی (مسیح دجال) ہے تو اسکو قتل کرنے والے تم نہیں ہو عیسی بن مریم علیہما السلام ہی اس کے قتل کرنے والے ہیں، اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو تمہیں اس بات کی اجات نہیں کہ کسی ایسے آدمی کو قتل کرو جو اہل معاہدہ سے ہو، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندیشہ کرتے رہتے تھے کہ یہ دجال ہو۔ (شرح السنۃ)

134/6666 ﴿ سیدنا نافع سے روایت ہے آپ نے فرمایا: مدینہ میں ایک راستہ پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ابن صیاد سے ملاقات ہوئی، آپ نے اسے ایک ایسی بات کہی جو اسکو غصہ میں لا دی اور وہ بھول گیا یہاں تک کہ گلی بھر دیا، حضرت عبداللہ بن عمر سیدتنا حفصہ کے پاس آئے اور انہیں یہ بات پہنچ چکی تھی تو وہ ان سے فرمائیں: اللہ تم پر رحم فرمائے۔

ابن صیاد سے تم نے کیا چاہا تھا؟ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ صرف ایک غصہ سے نکلے گا جو اسے آئیگا۔ (مسلم)

1﴿ قولہ: رحمك الله (اللہ تم پر رحم فرمائے) دعائیہ جملہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس جیسی دعا زندوں کیلئے جائز ہے اگرچہ کہ اب عرف اسکے خلاف ہے۔ (مرقات)

2﴿ قولہ: يخرج من غضبة يغضبها (وہ اس غصہ کی وجہ سے نکلے گا جو اسے آئیگا) یعنی: وہ بہت برانگیختہ ہوگا اور اسی طیش وغضب کی وجہ سے نکلے گا اور نبوت کا دعوی کریگا۔ تو اے عبداللہ! تم اسے برانگیختہ مت کرو، اور اس سے گفتگو مت کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نکل جائے اور فتنے برپا ہو جائیں، علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے اس کو ذکر فرمایا ہے اور علامہ مظہر علیہ الرحمہ

135/6667 سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا: میں اس (ابن صیاد) سے ملا اسکی آنکھ سوج گئی ہوئی تھی، میں نے کہا تیری آنکھ کو یہ کب سے ہوا جو میں دیکھ رہا ہوں؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا، میں نے کہا تو نہیں جانتا حالانکہ وہ تیرے سر میں ہے۔ اس نے کہا اگر اللہ چاہے تو اسکو آپ کی لاٹھی میں پیدا فرمادیگا۔ آپ نے فرمایا پس اس نے گدھے کی سخت ترین آواز کی طرح جو تم سنتے ہیں ایک آواز نکالی۔ (مسلم)

136/6668 سیدنا محمد بن منکدر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو اللہ کی قسم کھاتے ہوئے دیکھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، میں نے کہا آپ اللہ کی قسم کھا رہے ہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا میں نے سیدنا عمر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بات پر قسم کھاتے ہوئے دیکھا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا انکار[1] نہیں فرمایا۔ (متفق علیہ)

ہمارے پاس یہ قسم یمین لغو ہے اس میں کوئی مواخذہ نہیں، ہدایہ میں ہے کہ یمین لغو میں یہ ہے کہ کسی نے کہا: خدا کی قسم وہ زید ہے، اور وہ اسے زید ہی گمان کر رہا ہو، جبکہ (اصل میں) وہ عمرو ہے۔ اسکی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "**لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم**" الایۃ۔

نے فرمایا: یعنی: دجال اسی وقت نکلے گا جب اسے طیش آئیگا۔ (مرقات)

1 **قولہ: فلم ینکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم** (اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نکیر نہیں فرمائی) یعنی: اگر وہ قطعی بات نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور انکار فرماتے، یعنی: مسکوت عنہ ہونے کی وجہ سے ظن غالب پر قسم کھانا جائز نہیں۔ کہا گیا کہ شاید سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ مراد لیا ہو کہ ابن صیاد منجملہ ان دجالوں میں سے ایک ہے

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں سے یمین لغو پر تمہارا مواخذہ نہیں فرماتا لیکن وہ ان قسموں میں تمہارا مواٗخذہ فرماتا ہے جن کا تم نے ارادہ کیا۔

137/6669 ﴿ سیدنا نافعؒ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم میں اس میں شک نہیں کرتا کہ مسیح دجال ابن صیاد ہے۔ (ابوداؤد، بیہقی: کتاب البعث والنشور)

138/6670 ﴿ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ تک ابن صیاد کے ساتھ تھا، اس نے مجھ سے کہا کہ میں لوگوں سے مصیبت اٹھایا ہوں وہ کہتے ہیں کہ میں دجال ہوں، کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ اسے اولاد نہیں ہوگی اور مجھے تو اولاد ہوئی ہے، کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہوگا؟ اور میں تو مسلمان ہوں، کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ نہ تو مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور نہ مکہ میں اور مدینہ سے آیا ہوں اور مکہ کا ارادہ کر رہا ہوں۔

جو نکلیں گے اور دعویٰ نبوت کرینگے یا لوگوں کو گمراہ کرینگے اور ان پر معاملہ مشتبہ کردینگے۔ یہ مراد نہیں کہ وہی مسیح دجال ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تردد کا اظہار فرمایا ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا: (اگر وہ وہی ہو۔ اور۔ اگر وہ وہی نہ ہو) لیکن اس بارے میں واضح اور ذہن کے قریب یہ ہے کہ دجال کے اطلاق سے فرد کامل ہی مراد ہو۔ تو اس صورت میں انکی قسم ظن غالب کے وقت جواز پر محمول کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پھر میں نے ایک شارح کو دیکھا انہوں نے کہا: (قولہ: فلم ینکرہ) کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے آشنا فرمادیا کہ وہ منجملہ ان دجالوں میں سے ایک ہے جن سے آپ نے۔ اپنے قول کے ذریعہ لوگوں کو ڈرایا ہے کہ

پھر اس نے مجھے گفتگو کے آخر میں یہ کہا کہ آگاہ رہو! اللہ کی قسم میں اس (دجال) کی پیدائش کی جگہ، اس کا ٹھکانا اور وہ کہاں ہے سب جانتا ہوں، اور اسکے ماں باپ کو پہچانتا ہوں، آپ نے فرمایا: اس نے مجھے شبہ میں ڈال دیا آپ نے فرمایا میں نے اس سے کہا: دن بھر تجھ پر ہلاکت ہو۔

آپ نے فرمایا اس سے کہا گیا: کیا تجھے اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ وہ دجال تو ہی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ بولا: اگر یہ بات مجھ پر پیش کردی جائے تو میں ناپسند نہیں کروں گا۔ (مسلم)

139/6671 ﴿ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ہم نے واقعہ ''حرہ'' کے دن ابن صیاد کو گم پایا۔ (ابوداؤد)

140/6672 ﴿ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن صیاد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا سفید میدہ، خالص مشک ہے۔ (مسلم)

ابن صیاد کے قصہ کا بیان

ختم شد

میری امت میں تیس لگ بھگ تیس (۳۰) جھوٹے دجال نکلیں گے۔ (انتہی) اور ابن صیاد ان میں سے خارج نہیں ہے۔

کیونکہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہی نبوت کا دعویٰ کیا۔

لہٰذا سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم حقیقت کے مخالف نہیں، یا آپ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ اس میں دجال کی صفت ہے۔ اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ (مرقات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

5/138 باب نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کا بیان

6573/141 سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جسکے دست قدرت میں میری جان ہے، قریب ہے کہ تم میں حضرت ابنِ مریم عادل بن کر اُتر ینگے، اور صلیب کو توڑ ینگے خنزیر کو قتل کرینگے اور جزیہ کو ختم کردینگے اور مال بہت عطا کرینگے یہاں تک کہ اسکو کوئی قبول نہ کریگا یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا اور اسکی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: وان مّ

1 قولہ: **فیکسر الصلیب** (پس صلیب کو توڑ ینگے) یعنی عیسائیت کو مٹائینگے اور ملت حنفیہ کو تقویت دینگے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ("**ویقتل الخنزیر**" خنزیر کو قتل کرینگے) کا مطلب یہ ہے کہ اسکے شکار کرنے اور کھانے کی حرمت کو نافذ کرینگے اور اسکے قتل کی اجازت دینگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "**ویضع الجزیة**" (جزیہ کو ختم کردینگے) کے معنی یہ ہیکہ اہل کتاب سے جزیہ کو ساقط کردینگے، انہیں اسلام پر آمادہ کرینگے اور دین حق کے سوا ان سے کچھ قبول نہ کرینگے۔ حضور کے ارشاد "یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا" سے یہی مراد ہے کہ لوگ اللہ کے حکم بجالانے میں رغبت رکھیں گے اور دنیا سے اس قدر بے رغبت ہوجائینگے کہ اک سجدہ دنیا اور اسکی ساری چیزوں سے عزیز ہوگا۔ (مرقات)

2 قولہ: "**وان من اهل الكتاب الاليؤمنن به قبل موته**" (اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال سے پہلے ضرور بضرور اُن پر ایمان لائیگا) علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے کہا: آخری زمانہ میں حضرت

من اهل الكتاب الاليؤمنن به قبل موته (الاية) اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال فرمانے سے پہلے ضرور بضرور ان پر ایمان لائیگا۔ (بخاری، مسلم)

142/6674 ﴿ انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم حضرت ابن مریم ضرور حاکم اور عادل بن کر اترینگے۔ پھر وہ ضرور صلیب کو توڑ ینگے خنزیر کو قتل کرینگے جزیہ کو ختم کرینگے اور جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دینگے[1] تو ان سے کام لینے کی کوشش نہیں کی جائیگی اور کینہ، آپسی بغض اور باہمی حسد جاتا رہیگا[2] اور وہ مال کی طرف بلائینگے تو اسکو کوئی قبول نہیں کریگا۔

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نازل ہونے پر حدیث کے مصداق اس آیت سے استدلال کیا گیا۔ اور اسکی توضیح یہ ہے کہ "به" اور "قبل موته" کی دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کیلئے ہیں۔ جسکے معنی یہ ہے کہ جو کوئی اہل کتاب میں سے ہوگا وہ ضرور عیسیٰ علیہ السلام کے وصال سے پہلے ایمان لائیگا۔ اور یہ وہ اہل کتاب ہیں جو آپکے نزول کے زمانہ میں رہینگے۔ پس ساری ملت ایک ہوگی اور وہ ملت اسلام ہے۔ (مرقات)

1﴿ قوله وليتركن اقلاص فلا يسعى عليها (اور جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دیں گے ان سے کام لینے کی کوشش نہیں کی جائیگی) علامہ مظہر نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام صدقہ کے اونٹوں کو چھوڑ دینگے اور کسی کو حکم نہیں دینگے کہ انکے (وصول کرنے کے) لئے سعی کرے یا انکو لے لے، کیونکہ اس سے لوگوں کی بے نیازی کی وجہ سے آپ اسے قبول کرنے والے کو نہ پائینگے۔ (مرقات)

2﴿ قوله ولتذهبن الشحناء (اور کینہ کا خاتمہ ہو جائیگا) یہ سب خرابیاں دنیا سے محبت کا نتیجہ ہیں۔ پس دلوں سے دنیا کی محبت نکل جانے سے یہ تمام عیوب ختم ہو جائیں گے۔ (مرقات)

143/6675 اور بخاری ومسلم کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: تمہارا اس وقت خوشی میں کیا حال ہوگا جب تم میں حضرت ابن مریم اتر کر آئینگے اور تمہارے امام تم میں سے ہونگے[1]۔

144/6676 سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی ایک جماعت قیامت تک حق کیلئے غالب رہکر لڑتی رہیگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر حضرت عیسیٰ بن مریم اتریںگے تو انکے امیر کہیں گے تشریف لایئے ہماری امامت فرمایئے تو آپ فرمائیں گے نہیں[2] تمہارے بعض بعض پر امیر ہیں اللہ کی اس امت پر کرم نوازی کی وجہ سے ہے۔ (مسلم)

---

1 قوله وامامكم منكم (اور تمہارے امام تم میں سے ہونگے) یعنی تمہارے دین کے پیروکاروں میں سے ہونگے، اور وہ مہدی علیہ السلام ہیں۔ (مرقات)

2 قوله فيقول لا الخ (تو آپ کہیں گے نہیں) علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں بیان کیا ہے کہ زیادہ راجح بات یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو نماز پڑھائینگے اور انکی امامت فرمائینگے اور امام مہدی انکی اقتداء کرینگے۔ آپ افضل ہیں اور آپکی امامت اولیٰ ہے۔

ابن ابی شریف کہتے ہیں: یہ حدیث، مسلم شریف کی حدیث "وامامكم منكم" کے موافق ہے، لیکن مسلم شریف میں ہی اسکے مخالف روایت ہے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

اور دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق اس طرح ممکن ہیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے ابتدائی زمانہ میں امامت کریں گے یہ بتلانے کے لئے کہ آپ انکی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے میں پیشوا اور مقتدی ہیں۔ پھر آپکو نماز پڑھانے کیلئے بلایا جائے گا تو آپ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے امام مہدی کے ذریعہ جو اعزاز بخشا ہے، اسکے اظہار کے لئے اشارہ کرینگے کہ انکی امامت مہدی علیہ السلام کرینگے۔

145/6677 سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے، پھر نکاح کرینگے، انہیں اولاد ہوگی اور پینتالیس (۴۵) سال رہیں گے پھر وصال فرمائینگے تو انکو میرے ساتھ میری مزار میں دفن کیا جائیگا چنانچہ میں اور عیسیٰ بن مریم دونوں ابوبکر اور عمر کے درمیان ایک ہی مقبرے سے اٹھیں گے۔

(ابن جوزی: کتاب الوفاء)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان

ختم شد

میں کہتا ہوں کہ تطبیق اسکے برعکس سے بھی ہوسکتی ہے۔ اور ہوسکتا ہے یہ دعویٰ کیا جائے کہ امام مہدی ہی زیادہ اولیٰ ہیں، اس بنیاد پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "اما مکم منکم" اس بارے میں واضح ہے کہ امام مہدی ہی امام ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی مراد کو بہتر جانتا ہے۔

انہوں نے کہا: اب رہا عیسیٰ علیہ السلام کا افضل ہونا تو اس سے دوسروں کی اقتداء باطل ہونا ضرور نہیں۔

اب رہا فضیلت کی بناء پر اولیٰ ہونا تو اس کے مقابل اللہ تعالیٰ کا اپنی شریعت دائمی بنا کر اس امت کو اعزاز عطا کرنے کا اظہار ہے جیسا کہ حدیث شریف سے واضح ہے۔ (مرقات)

1 **قوله فی قبری** (میری قبر سے) یعنی میری قبر کے مقام سے۔ قبر کی جگہ کو قبر سے تعبیر کیا گیا۔ اسلئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور کے اسقدر قریب ہوگی کہ گویا آپ دونوں ایک ہی قبر میں ہوں۔ (مرقات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب قرب الساعة وان من مات فقد قامت قيامة

قیامت قریب ہونے کا اور اس بات کا بیان
کہ جو انتقال کر جائے اسکی قیامت قائم ہوگئی

146/6678 ﴿ حضرت شعبہؒ حضرت قتادہؒ سے اور وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور قیامت ان دونوں (انگلیوں) کی طرح بھیجے گئے ہیں ﴿۔ شعبہ نے کہا: میں نے حضرت قتادہ کو ان کے وعظ میں فرماتے ہوئے سنا: جس طرح ان دونوں میں ایک کو دوسری پر زیادتی ہے، مجھے یہ نہیں معلوم کہ آیا انہوں نے یہ بات حضرت

1﴾ **قوله الساعة۔** (قیامت) اور قیامت کو "الساعۃ" کہا گیا ہے کیونکہ وہ اچانک اور یک بہ یک آئیگی۔ تو اسکا آنا اتنے کم سے کم وقت میں ہوگا جس کو زمانہ کا نام دیا جا سکے۔ اگرچیکہ وہ قیامت اپنی انتہاء کے اعتبار سے دراز ہوگی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ قیامت کو اسکی درازی کی وجہ سے "ساعت" کہا گیا، جیسا کہ حبشی کو اسکی ضد کا نام کافور دیا گیا۔ (مرقات)

2﴾ **قوله وان من مات فقد قامت قيامته** (اور جو وفات پاجائے اسکی قیامت قائم ہو چکی) وہ قیامت صغریٰ ہے، اور اب رہا کتاب اللہ میں تو میں نہیں سمجھتا کہ لفظ "الساعۃ" اس معنی میں آیا ہے، مگر ہاں وہ حدیث جسکو امام دیلمی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے، جسکے الفاظ یہ ہیں "**اذا مات أحدكم فقد قات قيامة**" (جب تم میں کا کوئی وفات پاجائے تو اسکی قیامت قائم ہوگئی) اور اس باب میں جس حدیث کو عنوان بنایا گیا ہے اسکی مناسبت سے کوئی دوسری حدیث نہیں لائی گئی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ (مرقات)

3﴾ **قوله بعث أنا والساعة كهاتين** (میں اور قیامت ان دونوں (انگلیوں) کی طرح بھیجے گئے) علامہ ابن تینؒ نے کہا: اسکے معنی میں مختلف اقوال ہیں، چنانچہ کہا گیا: شہادت کی انگلی اور وسطی کے درمیان کی درازی کی طرح۔ اور اس

انس سے بیان کی یا حضرت قتادہ نے خود بیان کیا۔ (بخاری، مسلم)

147/6679 سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ٹھیک قیامت کے وقت میں بھیجا گیا، پس میں اس سے اسطرح پہلے ہوں جیسے یہ اس سے پہلے ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں شہادت اور بیچ کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ (ترمذی)

کے معنی یہ بھی بیان کیے گئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ علامہ قرطبیؒ نے کہا: حدیث شریف کا خلاصہ قیامت کی قریب ہونے اور اسکی آمد کی تیز رفتاری بتاتا ہے، یہ بات علامہ عینی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی۔ اور علامہ کرمانی نے کہا اس سے غرض یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت علامات قیامت میں سے ہے، اور یہ دونوں باہم قریب ہیں۔ انتہی

اور علامہ سید نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "**بعثت أنا والساعة**" میں "**الساعة**" عطف کی بناء پر مرفوع ہے۔ یعنی میرے بھیجے جانے اور قیامت کے آنے میں صرف اس قدر فاصلہ ہے جیسا کہ درمیانی انگلی کے کنارہ کو شہادت کی انگلی کے کنارہ پر ہے۔

اور معیت کے معنی مراد لینے کی صورت میں "الساعۃ" منصوب پڑھا جائیگا۔ اور ایسی صورت میں دونوں انگلیوں کے درمیان کی درازی کے معنی جو حضرت قتادہؒ سے مروی ہیں وہ درست نہ ہونگے۔

بلکہ اسکے متعلق یہ کہا گیا کہ اس میں ایک دوسرے معنی کا احتمال ہے۔ وہ یہ کہ آپکی دعوت کا تسلسل اور آپ کا دین قیامت تک مربوط رہے، یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے جس طرح کہ شہادت کی انگلی اور وسطی کے درمیان ایسی چیز سے جدائی نہیں ہے جو ان سے نہیں ہے۔

1 **قوله بعثت فی نفس الساعة** (میں قیامت کے وقت میں بھیجا گیا ہوں) اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد قیامت کا قریب ہونا ہے یعنی جس وقت وہ عیاں ہوئی ہے اور اسکے آثار و علامات ظاہر ہو چکے ہیں اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**والصبح اذا تنفس**" یعنی قسم ہے صبح کی جب اسکے طلوع ہونے کے آثار ظاہر ہوں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ

148/6680 سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے وصال سے ایک ماہ پہلے فرماتے ہوئے سنا: تم لوگ مجھ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہو، اسکا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ زمین پر ایسا

تعالی علیہ وسلم کی بعثت قیامت کی اولین علامتوں میں سے ہے۔ یہ علامہ توریشتی کے کلام کا مفہوم ہے۔ (مرقات)

اور صاحب "کوکب دری" نے کہا: "نفس" وفاء کی حرکت (فتحہ) سے ہے۔ اور اس سے مراد قریب ہونا ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی چیز سے اس قدر قریب ہو جائے کہ اگلے آدمی تک اسکی سانس پہنچتی ہو تو وہ یقیناً اسکے بہت قریب ہے۔

اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کو اور اپنے آپکو اپنی دو انگشتوں سے تشبیہ دی، اور یقیناً درمیانی انگشت کو شہادت کی انگلی پر تقدم و درازی ہے۔

1 **قوله تسألونی عن الساعة** (تم لوگ مجھ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہو) علامہ توریشتی رحمہ اللہ نے کہا: "**الساعة**" زمانہ کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے، اور یہ لفظ قیامت کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور کتاب اللہ اور حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف میں اسکی تین قسمیں وارد ہوئی ہیں: (۱) قیامت کبریٰ: وہ سزا و جزاء کیلئے تمام لوگوں کا دوبارہ اٹھایا جانا ہے۔ (۲) قیامت وسطی: وہ ایک زمانہ کے ہم عمر لوگوں کا وفات پاجانا اور ان کے زمانہ کا ختم ہو جانا۔ (۳) قیامت صغریٰ: وہ ہر انسان کی موت ہے۔ اور یہ بات عیاں ہے کہ یہاں "ساعت" سے قیامت کبریٰ ہی مراد ہے، خواہ اس سے پہلا صور پھونکنا مراد لیا جائے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "قیامت نہیں آئیگی مگر نہایت بدترین لوگوں پر"۔ یا دوسری صور پھونکنا اور وہ "**طامہ کبریٰ**" ہے جو قرآن مجید اور حدیث شریف میں معروف ہے۔ اور باب کی احادیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "**بعثت انا والساعة کهاتین**" (میں اور قیامت ان دونوں کی طرح بھیجے گئے) دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔ ہاں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آئندہ آنے والی حدیث شریف دونوں قیامت وسطی کو بتارہی ہیں۔ اور اب رہا کتاب اللہ میں تو میں نہیں سمجھتا کہ "ساعت" اس معنی میں (قیامت وسطی کے معنی میں) وارد ہو۔ (مرقات)

کوئی زندہ انسان نہیں ہے جس پر سو سال آئیں گے اور وہ اس روز زندہ ہو۔ (مسلم)

149/6681 ﴿ سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سو سال ایسے نہیں گزریں گے کہ زمین پر کوئی انسان آج کا زندہ رہے۔ (مسلم)

150/6682 ﴿ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کچھ دیہاتی لوگ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قیامت کے بارے میں سوال کرتے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سب سے چھوٹے کی طرف نظر کرتے اور فرماتے: اگر یہ زندہ رہے تو اسکو بڑھاپا نہیں آیگا، یہاں تک کہ تم پر تمہاری قیامت قائم ہو جائیگی۔ (بخاری، مسلم)

---

1 ﴿ **قوله یأتی علیها مائة سنة الخ** (جس پر سو سال آئینگے) علامہ اشرفؒ نے کہا: اسکے معنی یہ ہے کہ جو نفس آج ولادت پایا ہوا ہے وہ سو سال زندہ نہیں رہے گا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وفات پا جانا مراد لیا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات اکثریت کے لحاظ سے فرمائی، ورنہ بعض صحابہؓ نے تو سو برس سے زائد گزارے ہیں۔ انتہی اور انہی میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں۔ اور راجح قول یہ ہے کہ اسکے معنی یہ ہے، کہ آپ کے اس ارشاد مبارک کے بعد کوئی صحابی سو سال زندہ نہیں رہیں گے، جیسا کہ آنے والی حدیث بتا رہی ہے، لہٰذا اکثریت کا اعتبار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہوسکتا ہے اس زمانہ میں ولادت پانے والے اس حدیث کے وارد ہونے کے وقت سے سو سال مکمل ہونے سے پہلے ہی گزر گئے ہوں، اور اس معنی کی تائید محدثین اور متکلمین میں اہل تحقیق کے اس استدلال سے ہوتی ہے کہ بابا رتن ہندی اور انکے سوا دیگر لوگوں نے جو دعویٰ صحابیت کیا ہے اور یہ جو باور کرلیا ہے کہ وہ لوگ دو سو برس سے زائد عمر پانے والوں میں سے ہیں، یہ بے اصل ہے۔ رہی یہ بات کہ بظاہر یہ حدیث خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام کے بھی حیات نہ ہونے کو بتا رہی ہے؟ جبکہ امام

151/6683 سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں امید کرتا ہوں کہ میری امت اپنے پروردگار کے حضور محروم نہیں رہیگی اس سے کہ وہ انہیں آدھے دن کی مہلت دے، حضرت سعد سے پوچھا گیا: آدھا کتنا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا: پانچ سو سال۔ (ابوداؤد)

بغوی رحمہ اللہ نے ''معالم التنزیل'' میں بیان کیا ہے کہ چار انبیاء کرام ظاہری حیات میں ہیں: دو زمین میں، حضرت خضر اور حضرت الیاس، اور دو آسمان میں، حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس علیہم الصلوٰۃ والسلام تو یہ حدیث ان حضرات کے سوا دوسروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ حضرات مستثنیٰ ہیں مقصود یہ ہے کہ میری امت میں سے کوئی شخص سو سال تک زندہ نہیں رہے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی نبی نہیں۔ نیز یہ کہا گیا کہ زمین کی تخصیص سے حضرت خضر اور حضرت الیاس نکل گئے کیونکہ یہ دونوں اس وقت سمندر پر تھے، اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مرقات)

1 **قوله انی لأرجو أن لا تعجز امتی الخ** (یقیناً میں امید کرتا ہوں کہ میری امت عاجز نہیں ہوگی) "**تعجز**" جیم کے زیر کے ساتھ ہے اور اسکا پیش بھی درست ہے۔ اور وہ '' أرجو '' کا مفعول ہے۔ یعنی مجھے اپنی امت کے عاجز و ناکام نہ ہونے کی امید ہے۔ اور آپ کا یہ ارشاد "**عند ربھا**" (اپنے رب کے حضور میں) امت کے کمال قرب کی بناء پر ہے۔ اور آپ کا یہ ارشاد "**أن یؤخرھم نصف یوم**" (کہ وہ انہیں آدھے دن کی مہلت دیگا) "**أن لا تعجز**" (کہ عاجز نہیں ہوگی) کا بدل ہے۔ اسکو علامہ ابن الملک نے اختیار کیا ہے۔ یا علامہ طیبی کے قول کے مطابق "**عن**" محذوف ہے اور وہ "**أن لا تعجز**" کے متعلق ہے، اور پھر کہا: عاجز و ناکام نہ ہونا اللہ تعالیٰ کے حضور میں قرب و منزلت کے حصول سے کنایہ ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ کے قرب یافتہ شخص کا کہنا کہ میں اس بات سے ناکام نہ ہونگا کہ بادشاہ مجھے ایسا ایسا والی بنادے، جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مجھے بادشاہ کے پاس اتنی رسائی اور قرب حاصل ہے کہ جس کے سبب میں اسکے پاس جس چیز کی درخواست کروں وہ مجھے حاصل ہو جائیگی، پس حدیث شریف کے معنی ہے یقیناً میں امید کرتا ہوں کہ میری امت کیلئے اللہ

152/6684 ﴿...... سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس دنیا کی مثال ایک ایسے کپڑے کی مانند ہے، جو شروع سے آخر تک چاک کردیا گیا ہو اور وہ اسکے آخر میں ایک دھاگہ سے لٹکا ہوا رہ گیا ہو اور قریب ہے کہ دھاگہ ٹوٹ جائے۔

(بیہقی: شعب الایمان)

قیامت قریب ہونے کا بیان

ختم شد

کے پاس ایسا درجہ ومرتبہ ہے کہ وہ انہیں میرے اس زمانے سے لیکر پانچ سو برس ختم تک انہیں مہلت دیگا کہ اس سے کم میں قیامت واقع نہ ہوگی۔ اور شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں ہزار سال کے بعد پانچ سو برس مراد لیا ہے، کیونکہ ہم آج آٹھویں ہزار کے ساتویں سال میں ہیں۔ اور اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ وہ پانچ سو برس سے آگے نہیں بڑھیگا، پس یہ حدیث موافق ہے اس حدیث کے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ پس (اس پر) جو زائد کسر ہوگی اس کا شمار نہیں ہوگا، اور اسکی اعتبار، نصف سال (پانچ سو سال) پر ہوتی ہے۔ البتہ نصف سے زائد جو کسر ہوگی تو اس کسر نا تمام کو نظر انداز کر کے آٹھ ہزار سال شمار کئے جائیں گے۔ اور کہا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان سے دنیا میں اپنے دین اور ملت کے نظام کی مضبوطی کے ساتھ اسکی بقا، پانچ سو برس مراد لی ہے۔ پس آپکے ارشاد "أن يؤخرهم" کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالی انہیں گناہوں کے ارتکاب اور فتنوں اور شدائد ومصائب سے سلامت رکھتے ہوئے مہلت عطا فرمائیگا۔ واللہ تعالی اعلم۔

(مرقات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس

قیامت صرف بدترین لوگوں پر قائم ہوگی کا بیان

153/6685 سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمین میں اللہ اللہ نہیں کہا جائیگا[1]۔

154/6686 اور ایک روایت میں ہے: قیامت قائم نہیں آئیگی کسی ایسے شخص پر جو اللہ اللہ کہتا ہو۔ (مسلم)

155/6687 سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی[2] مگر بدترین مخلوق پر۔ (مسلم)

---

1 **قولہ لا یقال فی الارض اللہ اللہ** (تاوقتیکہ زمین میں اللہ اللہ کہا جاتا رہے) "اللہ اللہ" دونوں پر رفع ہے، اور اسکی تاکید کیلئے ہے۔ ایک شارح نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "اللہ اللہ" رفع سے پڑھنے کی صورت میں مبتدا اور خبر دونوں ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے، دوسرا کوئی نہیں۔ اور اگر نصب سے پڑھا جائے تو تحذیر کی بناء پر ہوگا، اس وقت اس کا معنی یہ ہے "اتقوا اللہ واعبدوہ" (اللہ سے ڈرتے ہوئے رہو اور اسکی عبادت کرتے رہو)، تو اس صورت میں حدیث شریف کے معنی یہ ہونگے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ زمین پر ایسا مسلمان باقی رہے جو لوگوں کو اللہ کا خوف دلاتا ہو اور اسکا مطلب یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کا ذکر نہ ہوگا تو لوگوں کو باقی رکھنے میں کوئی حکمت نہ ہوگی اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کائنات باعمل علماء، اور نیکوکار بندوں اور عامۃ المسلمین کی برکت سے باقی اور قائم ہے۔ (مرقات)

2 **قولہ لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الخلق** (قیامت قائم نہیں ہوگی مگر نہایت بدترین لوگوں پر) علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا: اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث شریف اور سابق حدیث شریف کہ "میری امت کا ایک گروہ قیامت تک ہمیشہ حق

156/6688 ﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ قبیلۂ دوس کی عورتوں کی سرینیں ''ذوالخلصہ'' کے اطراف گھومیں گی۔

اور ''ذوالخلصہ'' قبیلۂ دوس کا بت ہے، جس کو زمانہ جاہلیت میں لوگ پوجتے تھے۔ (متفق علیہ)

157/6689 ﴿سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب تک لات اور عزّیٰ کی پوجا نہ ہونے لگے رات اور دن ختم نہیں ہوں گے۔ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جس وقت اللہ نے "**هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولوکره المشرکون**" کی آیت نازل فرمائی، تو میں تو بس یہ سمجھ رہی تھی کہ یہ دین ہمیشہ رہنے والا ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ دین جب تک اللہ چاہے گا رہے گا، پھر اللہ ایک خوشگوار ہوا بھیجے گا تو ہر وہ شخص جسکے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا وہ وفات پا جائیگا، پھر وہ لوگ رہ جائینگے جن میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی تو وہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (مسلم)

کی خاطر لڑتا رہیگا، غالب رہیگا'' کے درمیان تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟ تو ہم کہیں گے کہ سابق حدیث شریف تمام زمانوں کو محیط اور سب پر مشتمل ہے، اور دوسری حدیث اس کے لئے مخصص ہے (قیامت سے متصل زمانہ اس میں سے الگ ہے)۔ (مرقات)

1﴿ **قوله ان کنت لأظن** (میں بس یہ سمجھ رہی تھی) یہاں "ان" ساکن دراصل مشدد تھا اور لام فارقہ ہے۔ حضرت مظہر نے کہا: اسکی تقدیر یہ ہے: "**انه کنت لأظن**" یعنی بات یہ ہے کہ میں یہ سمجھ رہی تھی۔

158/6690 سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دجال نکلے گا تو چالیس رہے گا۔ مجھے معلوم نہیں چالیس دن یا مہینے یا سال پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا، گویا وہ عروہ بن مسعود، تو آپ دجال کو تلاش کرینگے اور اسکو ہلاک کردیں گے، پھر آپ لوگوں میں سات برس ٹھہرینگے، کسی بھی دو آدمیوں کے درمیان بغض وعداوت نہ ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ ملک شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا کو بھیجے گا تو روئے زمین پر ایسا کوئی فرد نہ بچے گا جسکے دل میں ذرہ برابر بھلائی یا ایمان ہو مگر ضرور وہ ہوا اسکی جان لے لیگی، حتی کہ اگر تم میں کا کوئی کسی پہاڑ کے بیچوں بیچ چلا جائے تو وہ اسکے پاس وہاں داخل ہوگی یہاں تک کہ اسکی جان لے لیگی،

اور آگے حدیث شریف میں مذکور لفظ "أن ذلك" ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ "أظن" کا مفعول ہے۔ اور "حين أنزل الله" اسکا ظرف ہے۔ جسکا مفہوم یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت سے میں یہ سمجھ رہی تھی کہ اس سے جو حکم اور جو بات معلوم ہورہی ہے یعنی دین اسلام ہمیشہ رہیگا اور تمام زمانوں میں شامل وکامل رہیگا، پس لفظ "تاما" کا نصب (زبر) "كان" مقدر کی وجہ سے ہوگا۔ اور ایک صحیح نسخہ میں "تام" مرفوع ہے۔ معنی یہ ہے کہ بت پرستی جسکا ذکر ہوا وہ تو ختم ہوگئی اور گزرگئی، اور اسکے بعد کبھی نہ ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "سيكون من ذلك" (اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے) کے معنی یہ ہیکہ دین اسلام کا تمام ہونا اور کفر کا گھٹنا جو ذکر کیا گیا وہ ایک حد تک ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لا خير فيه" کا معنی یہ ہے کہ ان میں نہ اسلام ہوگا نہ ایمان ہوگا نہ قرآن ہوگا نہ حج اور نہ دیگر ارکان ہوں گے اور نہ علمائے اعلام ہوں گے۔ (مرقات)

1 قوله أربعين (چالیس): حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیز کا ذکر نہ کرکے کسی حکمت کی بناء پر اسکو مبہم رکھا، یا راوی اسکو بھول گئے، اسی لئے وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے معلوم کہ آیا چالیس دن ہیں یا مہینے یا سال ہیں۔ علامہ توربشتی رحمۃ اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر ایسے بدترین لوگ رہ جائیں گے جو پرندوں کی طرح ہلکے اور درندوں کی سمجھ کی طرح ہوں گے، وہ نہ کسی نیکی کو پہچانیں گے اور نہ کسی برائی کو برا سمجھیں گے، پھر انکے سامنے شیطان شکل اختیار کر کے آئیگا اور کہنے لگے گا: کیا تمہیں شرم نہیں آتی ہے؟ تو وہ بولیں گے: تو تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے؟ تو وہ انکو بت پرستی کا حکم دیگا، اور ایسی حالت میں بھی انکی روزی بہتی

علیہ کہتے ہیں: "لا أدری" سے فبعث اللہ تک صحابی کا قول ہے۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کے سوا مزید کوئی چیز مجھ سے بیان نہیں فرمائی جو چالیس سے مراد کو واضح کردے، لہٰذا مجھے نہیں معلوم کہ ان تینوں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود کیا ہے؟

اور آنحضرت کا ارشاد "فی خفة الطیر" (پرندوں یک طرح ہلکے): علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پرندوں کی طرح ہلکے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ان کو پرندوں سے جو تشبیہ دی گئی ہے وہ اس لئے ہے کہ پرندے جس طرح معمولی سے خیال کی بناء پر حرکت کرتے ہیں اور بھاگتے ہیں اور اڑ جاتے ہیں اسی طرح یہ بدترین لوگ بے وقار ہوں گے، اور اُن میں ثابت قدمی کا فقدان ہوگا اور ان کے خیالات غلط ہوں گے اور یہ گناہ و فساد کی طرف تیزی سے مائل رہیں گے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "وأحلام السباع" (اور درندوں جیسی سمجھ والے) یعنی ان کی طرح ناقص عقل والے ہوں گے، "أحـــلام" حلم حا کے پیش کے ساتھ یا حلم حاء کے زیر کے ساتھ کی جمع ہے، اسمیں اس بات کا اشارہ ہے کہ وہ لوگ علم اور بردباری سے خالی رہینگے، بلکہ طیش، غصہ، وحشت، ہلاکت خیزی، چیخنا چلانا اور بے رحمی اور ان پر غالب رہے گی۔

آپ کا ارشاد "وھم فی ذلك" (ان کی اس حالت میں) یعنی وہ لوگ بدترین صفات کے حامل اور اصنام پرستی میں ہونگے جنکا ذکر ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "دار" را کی تشدید کے ساتھ ہے، جسکے معنی کثیر اور وسیع کے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد' ان کی دولت زیادہ اور زندگی آسودہ حال ہوگی' پہلے جزء سے رزق کی مقدار کی طرف اور دوسرے سے اسکی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔ یا پہلے سے بارش کی کثرت اور نہروں اور پھلوں کی بہتات کی طرف اشارہ ہے جو بارش کے

اور زندگی آسودہ ہوگی۔ پھر صور پھونکا جائیگا تو جو کوئی اسکو سنے گا وہ اپنی گردن کے ایک پہلو کو جھکا دیگا اور دوسرے کو اٹھا دیگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور سب سے پہلے اسکو جو شخص سنے گا وہ ایک ایسا آدمی ہوگا جو اپنے اونٹوں کے حوض کو لیپ رہا ہوگا، پھر لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، پھر اللہ

نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں۔ اور دوسرے سے امن کا ہونا، ظلم کا نہ ہونا اور صحت وتندرستی کی زیادتی اور مال وجاہ کی وجہ سے بے نیازی کا ہونا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "**لیتا**" لام کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے کہا: یعنی خوف اور وحشت کے مارے اپنی گردن کے ایک پہلو کا جھکائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "گردن کے ایک پہلو کو جھکائیگا اور دوسرے کو اٹھائیگا" اس سے مراد یہ ہے کہ سننے والا بے ہوش ہوجائیگا اور وحشت کے مارے اپنی گردن کی ایک جانب کو جھکائے گا اور دوسری کو اٹھائیگا، اس کا سر اس طرح کا ہوجائے گا اور ایسی حالت اس شخص کی ہوتی ہے جس کو کوئی چیخ آدبوچے اور اسکے دل کو پھاڑ ڈالے، سب سے پہلے اس کا سر کسی ایک طرف ڈھلک جاتا ہے، جھکانے کی نسبت اس آدمی کی طرف فعل اختیاری کے بطور کی گئی۔

آپ کا ارشاد "انہیں روکو" ایک صحیح نسخہ میں "اور انہیں روکو" واو عطف کے ساتھ ہے۔ علامہ طیبیؒ نے کہا: اسکا عطف آپ کے ارشاد "**یقال**" (لوگوں سے کہا جائیگا) پر ہے جو مقدر ہے۔ یعنی لوگوں سے کہا جائیگا "چلو" اور فرشتوں سے کہا جائیگا "انہیں روکو" اور بعض نسخوں میں حرف عطف کے بغیر ہے، تو وہ استئناف نیا مستقل جملہ ہے۔ انتہی۔ اور وہ امر حاضر ہے اور یہ ملائکہ سے خطاب ہے، اور ضمیر کا مرجع الناس ہیں، "وقف" لازم اور متعدی دونوں طرح ہے، کہتے ہیں **وقفت الدابة ووقفتها** **چوپایہ** چوپایہ ٹہر گیا" اور میں چوپایہ کو ٹہرایا"، اور اسکے معنی "انہیں روکو" ہے۔

آپ کا ارشاد "ایسا روز ہوگا کہ پنڈلی ظاہر کی جائیگی یعنی زبردست سختی اور پریشانی کا دن ہوگا، کہا جاتا ہے: جنگ نے پنڈلی کو ظاہر کردیا، جب وہ بہت زور پکڑتی سخت ہوجاتی ہے، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ یہ امور میں سے جسکے متعلق کلام کرنے سے ہمارے مشائخ نے خوف کیا ہے اور اسک اسکے الفاظ کے ظاہر کے مطابق برقرار رکھا اور اسکے باطنی معنی کو بیان نہیں کیا، اس باب کی ہر ایسی چیز کے بارے میں جس کی حقیقت کا احاطہ علم نہیں کرسکتا۔ انکا یہی مذہب ہے وہ حضرات جنہوں نے اسکی تاویل کی تو انہوں نے کہا: وہ ایسا روز ہوگا کہ انتہائی پریشانی ہوگی سے مراد آخرت کا آنا اور اسکا ظہور، اور دنیا کا فنا ہونا

تعالیٰ ایک ایسی بارش بھیجے گا گویا وہ شبنم ہے، تو اس سے لوگوں کے جسم اگیں گے، دوبارہ صور پھونکا جائیگا تو یکا یک سب لوگ دیکھتے ہوئے کھڑے ہونگے پھر کہا جائیگا اے لوگو! اپنے پروردگار کی طرف چلو، انہیں روکو انکی باز پرس ہونے والی ہے، پھر کہا جائیگا: آگ میں ڈالے جانے والوں کو الگ کرو تو کہا جائیگا کہ کتنوں میں سے کتنے؟ تو فرمایا جائیگا: ہر ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے (۹۹۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس یہ وہ دن ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کر دیگا اور یہ وہ دن ہوگا کہ پنڈلی ظاہر کی جائیگی۔ (مسلم)

قیامت صرف بدترین لوگوں پر قائم ہوگی

ختم شد

اور اس کا جانا ہے۔ اور جب کوئی معاملہ دشوار ہو جاتا ہے اور خوب ظاہر ہو جاتا اور اسکی پوشیدگی ختم ہو جاتی یہ تو کہتے ہیں: معاملہ اپنی پنڈلی کھولدیا اور یہ لغت میں اس طرح کا کہنا درست ہے، اگرچہ معاملہ کی کوئی پنڈلی نہیں ہوتی ہے۔ (مرقات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

8/141 باب النفخ فی الصور

صور پھونکنے کا بیان

159/6691 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہے، لوگوں نے کہا: اے ابو ہریرہؓ کیا چالیس دن؟ تو فرمایا میں نہیں جانتا، لوگوں نے کہا: کیا چالیس ماہ؟ تو کہا: میں نہیں جانتا، لوگوں نے کہا: کیا چالیس سال ہیں؟ تو کہا میں نہیں جانتا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا تو لوگ اُگیں گے جس طرح سبزی اُگتی ہے، انہوں نے کہا: انسان کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بوسیدہ نہ ہو سوائے ایک ہڈی کے اور وہ دُم کی ہڈی ہے اور اُسی سے روز قیامت مخلوق کی ترکیب عمل میں آئیگی۔ (بخاری، مسلم)

1 **قولہ أربعون** (چالیس) اس حدیث میں ابہام ہے اسکا بیان دوسری حدیث میں ہے کہ وہ چالیس برس ہیں اور شاید ابہام کو اختیار کیا گیا کیونکہ اس میں ابہام ہے۔ کیونکہ اسکو فکر میں ڈالنا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول "أبیت" کے معنی ہیں کہ میں جواب دینے سے باز رہا، کیونکہ درست کیا ہے؟ میں نہیں جانتا۔

اور آپ کے ارشاد "لا یبلی" کے معنی ہیں بوسیدہ نہیں ہوتی ہے اور گلتی نہیں، (اگرچیکہ) یہ اُن لوگوں کی (دُم کی ہڈی) جنکا جسم گل سڑ جاتا ہے، اور جو انبیاء علیہم السلام ہیں تو اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہیکہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے اور اسی طرح وہ ہستیاں جو انکے معنی میں ہے شہداء و اولیاء میں سے، بلکہ کہا گیا ہے کہ اُنہی میں سے ہیں وہ لوگ جو اجر و ثواب کی نیت سے اذان دیتے ہیں، کیونکہ یہ حضرات اپنی قبور میں زندہ ہیں یا زندوں کی طرح ہیں۔

اور آپ کا ارشاد "دُم کی ہڈی" یہ وہ ہڈی ہے جو دو سرینوں کے درمیان پشت کے نچلے حصہ میں ہوتی ہے۔

160/6692 اور مسلم کی روایت ہے: آپ ﷺ نے فرمایا فرزند آدم کے کل حصہ کو مٹی کھا لیتی ہے، سوائے دُم کی ہڈی کے، اُسی سے اسکی پیدائش ہوئی اور اُسی میں اسکو ترکیب دی جائیگی۔

161/6693 سیدنا ابو رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ مخلوق کو کیسے دوبارے زندہ کریگا، اور اسکی مخلوق میں اسکی کیا نشانی ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیا تم اپنی قوم کی وادی کے پاس سے خشک سالی میں گذرے پھر تم اُس پر سے اس وقت گذرے جبکہ وہ سرسبز ہو کر لہلہا رہی ہو؟ میں نے کہا: ہاں، آنحضرت نے فرمایا: بس اللہ کی مخلوق میں یہ اسکی نشانی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کریگا۔ (رزین)

شارحین میں سے ہمارے بعض علماء نے کہا ہے کہ کلام کا مقصود مٹی کے نیچے اسکا طویل مدت تک رہنا ہے، یہ نہیں کہ وہ اصلاً فنا نہ ہوگی، کیونکہ وہ خلاف محسوس ہے اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ یہ (ہڈی) سب سے پہلے پیدا کی جاتی یہ اور سب سے آخر میں گلتی ہے، اور دونوں حدیثوں کے معنی ایک ہیں۔

اور بعض علماء نے کہا: اسکی حکمت عملی یہ ہیکہ وہ انسانی بدن کی پایہ اور اسکی بنیاد ہے کہ جس پر اسکا ڈھانچہ ٹھہرا ہے، لہذا دیگر تمام اعضاء سے اسکا مضبوط ہونا واجبی ہے جس طرح کہ دیوار کا پایہ اور اسکی بنیاد ہوتی ہے، اور جب وہ زیادہ سخت ہوگی تو وہ زیادہ طویل مدت تک باقی رہیگی۔

میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے اللہ ہی ولی تدقیق ہے کہ دم کی ہڈی سب سے اخیر میں گلے گی جیسا کہ اس پر حدیث گواہ ہے، لیکن مکمل طور پر نہیں گلے گی جیسا کہ یہ حدیث بتا رہی ہے جو کہ متفق علیہ حدیث ہے، اور محسوس کا کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ عذاب قبر کے بیان میں اسکی تحقیق کی گئی اس بناء پر کہ اس ہڈی کا تھوڑا سا حصہ جو مٹی میں ملا ہوا ہوتا ہے وہ قوت حاسہ کے ذریعہ قابل تمیز نہیں رہتا، چنانچہ یہ بات ارباب حس پر پوشیدہ نہیں ہے۔

آپ کا ارشاد اسی سے اسکی ترکیب عمل میں آئیگی، اس کے معنی یہ ہے کہ جس طرح عطائے وجود کے وقت سب سے پہلے

162/6694 سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کیسے خوشی کروں جبکہ صور والے نے صور کو منہ میں لے رکھا ہے اور اپنے کان لگا دیئے ہیں اور اپنی پیشانی کو جھکا دیا ہے انتظار کرتے ہوئے کہ اُسکو پھونکنے کا حکم کب دیا جائیگا، پس صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمیں کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم **حسبنا الله ونعم والوكيل** کہو۔ (اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور اچھا کارساز ہے)۔ (ترمذی)

163/6695 انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صور والے کا ذکر فرمایا اور فرمایا: انکی داہنی جانب جبرئیل ہیں اور بائیں جانب میکائیل ہیں۔ (رزین)

164/6696 سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: صور ایک قرن (سینگ) ہے، جس میں پھونکا جائیگا۔ (ترمذی، ابوداؤد و دارمی)

165/6697 سیدنا عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد **فاذا نقر فی الناقور** کی تفسیر میں کہا کہ وہ صور ہے، انہوں نے کہا: اور ''راجفۃ'' پہلا صور پھونکنا ہے اور ''رادفۃ'' دوسرا صور پھونکنا ہے۔

اسکی تخلیق ہوئی اسی طرح دوبارہ وجود کے وقت سب سے پہلے اسی کی تخلیق کی جائیگی۔

اور آپ کے ارشاد ''سوائے دم کی ہڈی کے'' کے معنی یہ ہیکہ زمین اسکو پورا نہیں کھا جائیگی یا اس کا کچھ نہیں کھا یگی۔

اور ''**وفيه يركب**'' ایک نسخہ میں ''**منه**'' ہے، چنانچہ یہ جامع کی روایت ہے، اور یہ بات گذر چکی کہ ''**فی**'' لفظ ''**من**'' کا ہم معنی ہوتا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسکو ترجمہ الباب میں تعلیقاً روایت کیا ہے، ملا علی قاری نے کہا: لیکن ایک دوسرے مقام پر اسکو امام بخاری رحمہ اللہ نے موصولاً روایت کیا۔

166/6698 سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے لیگا اور اپنے داہنے ہاتھ سے آسمان کو لپیٹ لیگا، پھر فرمائیگا، میں ہی بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ۔ (متفق علیہ)

167/6699 سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹے گا، پھر انکو اپنے داہنے ہاتھ میں لے گا پھر فرمائیگا: میں ہی بادشاہ ہوں، کہاں ہیں ظلم و جبر کرنے والے، کہاں ہیں غرور و تکبر کرنے والے؟ پھر اپنے بائیں ہاتھ میں زمینوں کو لپیٹے گا۔

---

(۱) **قولہ بیمینہ** (اپنے داہنے ہاتھ سے) صاحب تفسیر خازن نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے حوالے سے بیان کیا ہیکہ یاد رکھو یہ حدیث صفات کی نہایت بڑی اور عظیم ترین احادیث میں سے ہے، اور علماء کے اس میں اور اس جیسی احادیث کے متعلق دو قول ہیں: (۱) پہلا قول بلکہ کُل سلف کا ہے، کہ اسکے معنیٰ کے بارے میں کلام نہ کیا جائے، بلکہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ہم پر لازم ہے کہ ہم اُس پر ایمان رکھیں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ اسکے کوئی ایسی معنیٰ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے جلال اور اسکی عظمت کے شایان ہیں۔ علاوہ ازیں ہمارے اس پختہ اور مضبوط عقیدہ کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کے جیسی کوئی چیز نہیں، اور یہ کہ وہ جسمانی شکل اختیار کرنے اور منتقل ہونے اور کسی ایک جہت میں گزیں ہونے سے اور مخلوق کی دیگر تمام صفتوں سے پاک ہے۔ اور یہی قول متکلمین کی ایک جماعت کا ہے، اور اسکو محققین اہل کلام نے بھی اختیار کیا ہے۔ اور یہی قول زیادہ سلامتی والا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ حسب موقع و محل اُن احادیث کے لائق تاویل کی جائیگی۔ اور انکی تاویل کا حق صرف اُن کیلئے جو اس کی اہلیت رکھتے ہوں۔ اور یہ اکثر علمائے کلام کا مذہب ہے۔

168/6700 ﴾ اور ایک روایت میں ہے: انکو اپنے ہاتھ میں پکڑے گا پھر فرمائیگا میں ہی بادشاہ ہوں، کہاں ہیں ظلم وجبر کرنے والے، کہاں ہیں غرور وتکبر کرنے والے۔ (مسلم)

169/6701 ﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ روایت میں ہے، انہوں نے کہا یہودیوں کا بڑا عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: اے محمد اللہ تعالی روز قیامت آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھے گا اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور ساری مخلوق کو ایک انگلی پر پھر انکو ہلائیگا اور فرمائیگا: میں ہی بادشاہ ہوں میں ہی معبود ہوں، پس یہودی عالم نے جو کچھ کہا اس پر تعجب کرتے ہوئے اس کی تصدیق کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: **وما قدروا الله حق قدره والارض جميعا قبضته يوم القيامة والسموٰت مطويات بيمينه سبحانه وتعالىٰ عما يشركون** (وہ اللہ کی قدر نہیں کئے جو اس کی قدر کا حق ہے اور ساری زمین اس کے قبضہ میں ہے قیامت کے دن اور آسمان لپیٹے ہوئے ہیں اس کے سیدھے ہاتھ میں وہ پاک اور برتر

---

(۱) قولہ علی اصبع الخ (ایک انگلی پر) یہ حدیث بظاہر اُسکے مخالف ہے جو گزرا کہ عالم علوی کو داہنے ہاتھ سے اور سفلی کو دوسرے ہاتھ سے لپیٹا جائیگا۔ نیز اشیاء کو انگلیوں پر بانٹ دینا بادیٔ النظر میں پانچ انگلیوں پر مشتمل ہاتھ کے ثبوت کا وہم پیدا کر رہا ہے۔ جیسا کہ یہود اور تمام اہل بدعت فرقوں میں سے مجسمہ کا مذہب ہے۔ لیکن جب اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا، آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی تو تاویل لازم ہوگئی جیسا کہ متاخرین کا مذہب ہے اور یہ زیادہ مشہور ہے، پھر لازم ہے کہ اسکو تسلیم وتفویض کرنا، جو کہ سلف کا مذہب ہے اور یہ زیادہ محفوظ ہے۔ اور ہر دو صورتوں میں تنزیہ پر سب کا اتفاق ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔ (مرقات)

ہے اس سے جسے وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ (متفق علیہ)

170/6702 ﴿ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد **یوم تبدل الارض غیرالأرض والسموت** (جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائیگی اور آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے) کے متعلق دریافت کی کہ اس روز لوگ کہاں ہونگے؟ آپ نے فرمایا: پُل صراط پر۔ (مسلم)

171/6703 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آفتاب وماہتاب روز قیامت لپیٹ دیئے جائینگے۔

(بخاری)

قیامت کے سامنے کی نشانیاں اور دجال کا ذکر

ختم شد

---

(۱) **قولہ فأین یکون الناس الخ** (پس لوگ کہاں ہونگے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال سے کہ لوگ کہاں ہونگے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جو جواب مرحمت فرمایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین حقیقت میں بدل دی جائیگی، یہ بات علامہ طیبی نے بیان کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

9/142 باب الحشر

حشر کا بیان

172/6704 سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ قیامت کے دن میدے کی روٹی کی طرح سفید زمین پر جمع کئے جائیں گے جس میں کسی کا کوئی نشان نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

173/6705 سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین قیامت کے دن ایک روٹی ہو جائیگی اس جنت کی مہمانی کے لئے جس کو جبار اپنے ہاتھ

---

1 **قولہ تکون الارض یوم القیامۃ خبزۃ واحدۃ** (قیامت کے دن زمین ایک روٹی ہو جائیگی) علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے کہا ہے میں اس حدیث شریف کو بہت مشکل سمجھتا ہوں اللہ کی صفت کاریگری اور اسکی تخلیق کے عجائبات میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہوئے نہیں بلکہ ایسی کوئی تطبیق جو علم یقین کا سبب ہو سکے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ زمین کا وہ اپنی جس طبیعت پر ہے اس سے نکل کر کھانے کی چیز میں تبدیل ہو جانا جب کہ احادیث شریفہ میں وارد ہے کہ یہ زمین اس کی ساری خشکی اور تری سب نشأت ثانیہ میں آگ سے بھر جائیگی اور دوزخ میں شامل کر دی جائیگی۔ البتہ اس سے متعلق ہم سمجھتے ہیں کہ خبزۃ واحدۃ سے خبزۃ واحد مراد ہے یعنی وہ فلاں صفت میں ایک روٹی کی طرح ہو جائیگی اور یہ سہل بن سعد کی روایت میں موجود ہے چنانچہ اس میں ہے کقرصۃ النقی یعنی میدہ کی روٹی کی طرح ہو جائیگی۔ میدے کی روٹی سے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اس کے گول اور اسکی رنگت میں تشبیہ ہے اور اس حدیث شریف میں روٹی کی زمین سے جو مثال دی گئی ہے اسکی ہیئت اور شکل وصورت میں تشبیہ ہے۔ یہ حدیث شریف دو معانی پر مشتمل ہے (۱) زمین کی ہیئت کا بیان ہے اس دن اسکی ہیئت ہوگی (۲) اس روٹی کا اور اسکی عظیم مقدار کا بیان ہے جس کو

سے تیار کرے گا جیسا کہ تم سے کوئی سفر میں اپنی روٹی تیار کرتا ہے[1]۔ یہود کا ایک شخص آیا اس نے کہا اے ابوالقاسم رحمٰن آپ کو برکت عطا فرمائے کیا میں آپ کو قیامت کے دن جنتیوں کی مہمانی نہ بتاؤں۔ آپ نے فرمایا ہاں تو اس نے کہا زمین ایک روٹی بن جائیگی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ اہل جنت کی مہمانی کے لئے تیار کریگا جو عجیب وغریب ہے اور یہ قادر حکیم کی کاریگری ہے جس کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی اور نہ کوئی چیز اسکو روک سکتی ہے۔

اور کہا گیا ہے یہ حدیث شریف مشکل ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے انکار کی بناء پر نہیں بلکہ اس حدیث میں اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ یہ زمین قیامت کے دن آگ بن جائیگی ان دونوں میں بظاہر تطبیق نظر نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اور اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ میدان حشر کی زمین کو جیسا کہ سہل کی حدیث میں ہے اس کے مسطح ہونے اور ہم رنگ ہونے میں ہے جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس سے جو روٹی بنادی جائیگی وہ اہل جنت کے اکرام اور ان کی مہمان نوازی کے لئے ہے۔

سوار کے توشہ سے اس کو تشبیہ دی گئی ہے جو جلدی میں تیار کیا جاگا ہے اس کے لئے سفر میں اطمینان کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن اس حدیث شریف کے آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے زمین کا روٹی ہونا مجازا ہے۔ مگر اسکو حقیقی معنی پر محمول کرنا ہی بہتر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں سے ہے بلکہ حقیقی معنی کا اعتقاد رکھنا ہی زیادہ مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے زمین کی طبیعت کو بدل دیگا یہاں تک کہ وہ اپنے قدموں کے نیچے سے بغیر کسی محنت ومشقت کے اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے کھائیں گے۔ (مرقات)

1﴾ **کما یتکفأ احدکم خبزته** (جیسا کہ تم میں کا کوئی اپنی روٹی کو تیار کرتا ہے) یعنی آٹے سے روٹی بناتا ہے۔ آٹے کو روٹی نام دینا اس کے مآل وما یکون کے اعتبار سے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے انی ارانی اعصر خمرا میں اپنے آپ کو شراب نچوڑتے دیکھ رہا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی سفر کے لئے روٹی توشہ بنانے کی غرض سے عمل کرتا ہے کہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اسکو الٹ پلٹ کرتا ہے یہاں تک اسکو روٹی کی طرح ٹھیک بنالیتا ہے۔

وسلم نے فرمایا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے طرف نظر فرمائے پھر مسکرائے یہاں تک کہ آپ کی کونچلیاں ظاہر ہوئیں۔ پھر اس نے کہا کیا میں آپ کو ان کا سالن نہ بتاؤں بالام اور نون ہے۔ صحابہ نے کہا یہ کیا ہے تو اس نے کہا بیل اور مچھلی اس کے جگر کے زائد ٹکڑے سے ستر ہزار لوگ کھائیں گے۔

(متفق علیہ)

174/6706 سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ تین طریقوں سے جمع کئے جائیں گے شوق سے چلنے والے ہوں گے اور خوف سے چلنے والے ہوں گے اور ایک پر تین ایک پر چار اور ایک پر دس ہوں گے اور باقی کو آگ جمع

(ماخوذ از مرقات)

1 **قولہ علی ثلث طرائق** (تین طریقوں سے جمع کئے جائیں گے) یعنی تین قسم کی جماعتیں ہوں گی۔ ان تین میں سے ایک قسم سوار ہوکر جانے والوں کی ہے اور باقی لوگ آخر کے دو طریقوں سے چلیں گے۔ (۲) پیدل چلنے والے۔ (۳) چہروں کے بل چلنے والے ہوں گے۔ جیسا کہ اس کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آرہا ہے۔ (مرقات)

2 **قولہ واثنان علی بعیر الخ** (لوگ اپنی اپنی سواریوں پر بحسب مراتب سوار ہوکر راحت کے ساتھ چلیں گے اور باقی لوگ اپنے اپنے پاؤں کے مطابق قدموں سے چلیں گے۔ اور ان اعداد میں بر سبیل کنایہ تمثیل کیلئے انکے مراتب کی تفصیل ہے۔ یعنی جو شخص جس قدر بلند رتبہ ہوگا وہ اسی قدر کم سے کم شرکا والا، تیز رفتار، اور آگے آگے رہیگا۔ پس اگر تم پوچھیں کہ دو اور اس سے زائد افراد اونٹ پر آیا سب اکٹھے بیک وقت بیٹھیں گے یا یکے بعد دیگر باری باری سے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ ایک شارح نے کہا: طریقہ تو یہی ہے کہ یکے بعد دیگرے باری باری سے بیٹھیں گے، لیکن زیادہ

کریگی جہاں وہ دوپہر میں ٹھریںگے یہ بھی ان کے ساتھ ٹھیریگی اور جہاں وہ رات گذاریںگے یہ بھی ان کے ساتھ رات گذارے گی اور صبح کریگی ان کے ساتھ جہاں وہ صبح کرینگے، اور شام کریگی ان کے ساتھ جہاں وہ شام کرینگے۔ (متفق علیہ)

175/6707 ﴾ اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ قیامت کے دن تین قسم سے جمع کئے جائیں گے، ایک قسم پیدل چلنے والوں کی اور ایک قسم سواروں کی، اور ایک قسم چہروں کے بل چلنے والے ہوں گے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ اور وہ چہروں کے بل کیسے چلیں گے تو

مناسب یہ ہے کہ اس حدیث کو ایک ہی اونٹ پر ہونا حقیقۃ ثابت نہیں ہوتا۔ اب رہا کہ صرف دس کے ذکر پر جو اکتفا کیا گیا، وہ اس بات کے اشارہ کیلئے ہے کہ دس اشخاص کی یہ تعداد انتہائی ہے اور ایک اونٹ پر دس کا بیٹھنا جو دس کا متحمل ہو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات میں سے ہے، جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ایسے کام کی طاقت رکھتی تھی جسکی طاقت کی اونٹ نہ رکھ سکتے تھے۔

یہاں اختصار کے لئے پانچ، چھ وغیرہ اعداد کا ذکر کئے بغیر دس کا ذکر کیا گیا ہے۔ (مرقات)

1 ﴾ **قوله وتحشر بقيتهم النار تقليل معهم الخ** (کلام کا مقصود یہ ہے کہ ان کے ساتھ اس طرح چمٹے رہیگی کہ کبھی الگ نہیں ہوگی۔ یہ مختصر حاصل مقصود ہے۔ اب رہا اسکی تفصیل تو علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکورہ حشر وہ قبل قیامت ہوگا کہ لوگ زندگی میں ملک شام کی طرف جمع کئے جائیں گے اب رہا وہ حشر جو قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد سے وہ اس صورت کے خلاف ہے کیونکہ یہ اونٹوں پر سوار کر اور ان پر ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ کر جانا ہے، اور وہ حفاۃ عراۃ یعنی ننگے پاؤں اور ننگے بدن جانا ہے۔

مگر علامہ تورپشتی نے کہا ہے: کہ ان لوگوں کا قول جو اس حشر کو قبروں سے دوبارہ اٹھائے جانے پر محمول کرتے ہیں یہی زیادہ درست اور قوی ہے، اور کئی وجوہ سے اس کی قوت بیان کی گئی ہے، اور سب سے قوی اور مضبوط وجہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے **یحشر الناس یوم ثلاثة اصناف الخ** (لوگ قیامت کے دن

آپ نے ارشاد فرمایا: جوان کے قدموں کے بل چلایا ہے وہ ان کے چہروں سے کنکر کانٹے بچاتے ہوئے چلیں گے۔ (ترمذی)

176/6708 ﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ لوگ تین الگ الگ جماعتوں میں اٹھائے جائیں گے (۱) ایسی جماعت ہوگی جو سوار ہوں گے اور کھاتے، پیتے اور کپڑے پہنے ہوئے چلیں گے۔ (۲) دوسری ایسی

تین قسم سے اٹھائے جائینگے) اب رہا ننگے پیر اور ننگے بدن لوگوں کو اٹھائے جانے کا جو ذکر ہے ان دونوں صورتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ایک اٹھائے جانے کی حالت ہے اور دوسری حالت میدان حشر کی طرف جمع کئے جانے کی ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے حضرات سابقین میں ایک سواری پر تنہا سوار ہو کر جانے والے کہ ان کے ساتھ کوئی شریک نہ ہوان کا ذکر نہیں کیا گیا تو ہم کہیں گے یہ بات سب کو معلوم ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے لئے رکھی گئی ہے جو مرتبہ میں سب سے بڑے ہیں تاکہ انبیاء اور صدیقین کی درمیان جیسا کہ ان کے مراتب میں فرق ہے ان کی سواریوں میں بھی فرق رہے۔ (ماخوذ از مرقات)

1 ﴾ **قوله یتقون بوجوھھم** (اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے خالق کو جس نے ان کی تخلیق کی اور صورت گری کی اس کے سامنے اپنی سر نیاز خم نہیں کیا تھا غرور تکبر کیا تھا آج وہ انتہائی ذلیل اور اس حد تک ذلیل ہیں کہ راستہ کے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے کے لئے ہاتھ پاؤں کی جگہ اپنے چہروں کو استعمال کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ (مرقات)

2 ﴾ **یحشرون ثلاثۃ افواج الخ** (لوگ تین جماعتوں میں جمع کئے جائینگے) اس میں جو اختلاف ہے وہ گزر چکا ہے کہ یہ حشر روز قیامت سے پہلے ہوگا اور یہ اسکی علامتوں میں سے ہے یہ حشر روز قیامت کے بعد ہوگا جس وقت مردے قبروں سے اٹھائے جائینگے اس کا ذکر گذر چکا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "**ویلقی اللہ الافہ علی الظھر**" اور اللہ تعالیٰ پشت پر آفت ڈالدیگا اس حدیث شریف میں حشر سے مراد قیامت کا حشر نہیں ہے بلکہ یہاں حشر سے مراد قیامت سے پہلے کا ہے وہ ہے جو آپ صلی اللہ

جماعت ہوگی جن کو فرشتے چہروں کے بل گھسیٹتے ہوں گے اور آگ ان کو جمع کرتی ہوگی ۔ (۳) ایک جماعت ایسی ہوگی جو پیدل چلتے اور دوڑتے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہر آفت ڈالدیگا اور کوئی سواری نہیں رہیگی یہاں تک کہ ایک آدمی کے لئے باغ ہوگا اور وہ ایک پالان والے اونٹ کے لئے وہ باغ دے دیگا تو بھی سواری پر قدرت نہیں رکھ سکے گا ۔ (نسائی)

177/6709 سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! کافر چہرہ کے بل کس طرح چلایا جائیگا، آپ نے فرمایا وہ جس نے اسکو دنیا میں دو پاؤں پر چلایا کیا وہ قدرت نہیں رکھتا کہ اسکو قیامت کے دن چہرے کے بل چلائے ۔ (متفق علیہ)

علیہ وسلم کے اس قول میں مذکور ہے" قیامت کی سب سے پہلی علامت وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کردے گی۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا: اس میں اعتراض ہوتا ہے کہ صاحب مشکوۃ نے اس حدیث کو "**باب الحشر**" میں کیوں ذکر کیا جبکہ اس حدیث کے ذکر کا مناسب مقام "**باب الشراط الساعة**" (علامات قیامت کا بیان) ہے۔

اس کے جواب میں ہم محی السنہ علیہ الرحمہ کی اقتداء کرتے ہوئے کہتے ہیں، مگر محی السنہ پر تعجب کرتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو اس مفہوم پر محمول کیا ہے جسکی طرف علامہ خطابی گئے ہیں کہ یہ حشر قیام قیامت سے پہلے ہوگا، اور یہ حشر ملک شام کی طرف بحالت زندگی ہوگا۔

اب رہا قبور سے اٹھائے جانے کے بعد کا حشر تو وہ اسکے برعکس طریقہ پر ہوگا یہ اونٹوں پر سوار ہوکر چلنے کے برخلاف ہے اور وہ (حشر) وہ ہے جسکی آپ نے خبر دی ہے کہ (لوگ) اٹھائے جائینگے برہنہ پیر برہنہ جسم اور اس حدیث کو صاحب کتاب نے اسی باب میں لایا ہے اور اس کا بہتر جواب علامہ تورپشتی کے کلام میں باب کے شروع میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے۔

178/6710 سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: تم ننگے پاؤں ننگے بدن، اور بے ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے[1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دوبارہ اٹھانے کے حشر کے لئے بعض خاص حضرات کا جیسے انبیاء کرام واولیاء عظام کا سوار ہونا ثابت ہے۔

اور یہ حدیث شریف کہ ''لوگ برہنہ پیر برہنہ جسم اٹھائے جائینگے'' اکثریت کے اعتبار سے ہے یا آغاز امر کے پیش نظر ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔ (ماخوذ از لمعات)

1 **قوله محشرون حفاة الخ** (ننگے پاؤں اٹھائے جائیں گے) علماء کرام نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس "غرلا" میں کہ وہ (غیر مختون جمع کئے جائینگے) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دوبارہ اٹھایا جانا بدن کے تمام اجزاء کو اور ان اجزاء کو بھی جو دنیا میں زائل کردئے گئے تھے ان سب کو بدن کی طرف لوٹائے جانے کے بعد ہوگا۔ (مرقات)

صاحب فتح الباری نے ذکر کیا ہے کہ: امام بیہقی نے کہا: ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ کی اس حدیث جسکی تخریج ابوداؤد نے کی ہے اور ابن حبان نے اسکو صحیح کہا ہے۔ اس میں ہے کہ جب وہ قریب المرگ ہوئے تو کپڑے طلب اور انکو پہن لئے، پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا میت کو اسکے اس لباس میں اٹھایا جائیگا جس میں اسکی موت واقع ہوئی ہے۔

ان دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق اس طرح کی جائے گی کہ بعض لوگ برہنہ جسم جمع کئے جائینگے اور بعض لوگ لباس کے ساتھ یا قبروں سے ان کپڑوں کے ساتھ نکلیں گے جس میں وہ انتقال کر گئے تھے، پھر وہ لباس ابتدائے حشر کے وقت ان سے علیحدہ ہوجائے گا اور ان کو برہنہ بدن اٹھایا جائیگا پھر جن کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائیگا وہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ہوں گے۔

اور بعض علماء نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث کو شہداء پر محمول کیا ہے، کیونکہ شہداء ہی وہ حضرات ہیں جن کو ان کے لباس میں دفن کیا جاتا ہے۔

ممکن ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالی عنہ نے اس حدیث کو شہید کے بارے میں سنا ہو اور انہوں نے اسکو عموم پر محمول

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کمابدانا اول خلق نعیدہ جسطرح ہم نے ان کو ابتداء میں پیدا کیا تھا کا اسی طرح اس کو دوبارہ لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے ہم یہ کرنے والے ہیں، قیامت کے دن سب سے پہلے جن کو لباس پہنایا جائیگا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور کچھ لوگ میرے ساتھ والوں میں سے ہیں بائیں جانب سے ان کو پکڑ لیا جائیگا تو میں کہوں گا یہ میرے ساتھ کے اصحاب ہیں یہ

کیا ہو۔

صاحب فتح الباری نے کہا: اور بعض اہل علم نے اس حدیث کو عمل پر محمول کیا ہے، اور عمل پر لباس کا اطلاق اللہ تعالی کے اس قول سے ثابت ہے **ولباس التقوی ذلک خیر۔**

1۔ ﴾ **قولہ اول من یکسی یوم القیامۃ ابراھیم** (سب سے پہلے جن کو قیامت کے دن لباس پہنایا جائیگا سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں) حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس باب میں مقدم کئے جانے کی وجہ کیا ہے؟ تو اس جواب میں کہا گیا ہے کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے سب سے پہلے ختنہ کی سنت کو ایجاد کیا، اور اس میں کسی قدر کشف عورت ہے، تو انکو ستر پوشی کے ذریعہ اسکا بدلہ دیا گیا، جیسا کہ پیاسے روزہ دار کو ریان دروازے سے داخلہ کے ذریعہ بدلہ دیا جائیگا۔

ونیز کہا گیا اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ انکو آگ میں ڈالتے وقت برہنے کیا گیا تھا۔

اور یہ بھی کہا گیا کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے پائجاموں کے ذریعہ ستر پوشی کا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ (عمدۃ القاری)

صاحب فتح الباری نے کہا: کہا گیا کیونکہ وہ نہایت خوف خدا والے تھے ان کو سکون واطمینان کیلئے سب سے پہلے لباس پہنایا گیا۔

امام قرطبی نے مسلم کی شرح میں کہا: کہ حدیث شریف میں خلائق سے مراد ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا باقی لوگ مراد ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ الصلوۃ والسلام عمومی خطاب میں داخل نہیں ہیں اور انکے شاگرد قرطبی نے بھی "التذکرۃ" میں کہا ہے: یہ اچھی توجیہ ہے اگر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی وہ حدیث نہ ہوتی جسکی ابن مبارک نے "الزہد" میں عبداللہ

میرے اصحاب ہیں (میرے ساتھ رہنے والوں میں سے تھے) تو کہا جائیگا یہ تو جب سے آپ ان کو

بن حارث کی سند تخریج کی ہے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے بروز قیامت سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو چادریں پہنائے جائینگے پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کے دائیں جانب سے حبرہ عمدہ دھاری دار چادر پہنائی جائیگی۔ (یہ آپ کے مستغنی ہونے کے خلاف ہے کیونکہ یہ عرش پر جلوہ افروزی کے موقعہ پر ہے) (مترجم)

اور ابویعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوعا ایک طویل حدیث اس باب کی حدیث کی طرح روایت کی اور انہوں نے مزید یہ بیان کیا: جنت کا جوڑا سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو پہنایا جائیگا، اور ایک کرسی لائی جائیگی اور عرش کے دائیں جانب رکھی جائے گی، پھر مجھے لایا جائیگا اور جنت کا ایسا عمدہ لباس پہنایا جائیگا جو کسی بیشتر کے لئے نہ ہوسکے گا پھر یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اس میں اگر یہ اس بات پر معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے افضل ہیں۔ تو اسکا یہ جواب دیا گیا کہ کسی شخص کا کسی ایک فضیلت کے ساتھ مخصوص ہونے سے اسکا مطلقا سب سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ (عینی)

اور اس میں یہ بات بھی ہوسکتی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے اس لباس کے ساتھ برآمد ہوں گے جس میں آپ کا وصال ہوا۔

اور جنت کے لباسوں میں اس دن جو جوڑا آپ کو پہنایا جائیگا وہ خلعت کرامت ہے اس کا قرینہ یہ ہے کہ آپکو ساق عرش کے پاس کرسی پر بٹھایا جائیگا پس لباس پہنائے جانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولیت اور ان کا تقدم دیگر مخلوقات کے نسبت سے ہے۔

اور علامہ حلیمی نے ایک جواب یہ دیا کہ ظاہر حدیث شریف کے مطابق سب سے پہلے حضرت ابرہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائیگا پھر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جوڑا سب سے اعلیٰ واکمل ہوگا تو اسکی نفاست عمدگی کے ذریعہ اس اولیت کی تلافی ہوجائیگی۔ واللہ اعلم۔ (فتح الباری)

چھوڑے ہیں اپنے ایڑیوں کے بل مرتد رہے۔ میں ویسا ہی کہوں گا جیسا کہ عبد صالح نے کہا تھا **وکنت علیھم شھیدا ما دمت علیھم** سے **العزیز الحکیم** تک۔ (متفق علیہ)

179/6711 ﴾ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنی ہوں قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن اور بے ختنہ جمع کئے جائیں گے میں عرض کی یارسول اللہ مرد اور عورتیں سب ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ تو آپ نے فرمایا اے عائشہ معاملہ اس سے زیادہ سخت ہوگا کہ کوئی ایک دوسرے کو دیکھے۔ (متفق علیہ)

1 ﴾ **لن یزالوا مرتدین الخ** (وہ مرتد ہورہے) خطابی نے کہا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول ''مرتدین'' سے اسلام سے پلٹنا مراد نہیں ہے۔ بلکہ حقوق واجبہ میں کوتاہی کرنا مراد ہے۔ بحمدہ تعالیٰ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوئے ہیں۔ اور صرف سرکش اعرابی لوگ ہی مرتد ہوئے ہیں۔

علامہ عیاض علیہ الرحمہ نے کہا: یہ لوگ دو قسم کے ہیں۔ (۱) یا تو نافرمان (۲) یا کفر کی طرف پلٹنے والے۔ اور اس میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یا اس سے کفر مراد ہے اور یا اپنے ظاہر پر ہے۔ اور ''امتی'' (میری امت) سے امت دعوت مراد ہے نہ کہ امت اجابت۔

علامہ ابن التین نے کہا: یہ بھی ممکن ہے کہ وہ منافقین ہوں یا گناہ کبیرہ کے مرتکبین ہوں۔

علامہ داودی نے کہا: اس میں گناہ کبیرہ کرنے والوں کا اور بدعتوں کا ارتکاب کرنے والے کا شامل ہونا ممتنع نہیں ہے۔

امام نووی نے کہا: یہ کہا گیا کہ وہ منافقین اور مرتدین ہیں اور جائز ہے کہ انکا حشر چہرے اور ہاتھ پاؤں کی چمک والوں کے ساتھ کیا جائے کیونکہ وہ منجملہ امت میں سے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکو اس علامت کی وجہ سے ان پر تھی، تو کہا جائیگا ان لوگوں نے آپ کے بعد بدل دیا ہے یعنی وہ لوگ اس حالت پر نہیں مرے جس پر آپ ان سے جدا ہوئے۔

180/6712 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگ پسینہ ہو جائیں گے یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز تک چلا جائیگا اوران کے منہ پر آئیگا یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچے گا۔ (متفق علیہ)

181/6713 ﴿ سیدنا مقداد رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں سورج قیامت کے دن مخلوق سے قریب ہو جائیگا یہاں تک کہ وہ ان سے ایک مثل کی مقدار پر ہو جائیگا، اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں ہوں گے ان میں بعض وہ ہیں جن

قاضی عیاض ودیگر علمائے نے کہا: اسی بناء پر ان سے چمک ہو جائیگی اور انکا نور بجھ جائیگا۔

فربری نے کہا: ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے قبیصہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا گیا کہ وہ وہ لوگ ہیں جو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد میں مرتد ہوگئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے جہاد کیا یہاں تک کہ وہ قتل کردیئے گئے اور کفر پر مر گئے۔ (عینی)

1 ﴿ **یعرق الناس** (لوگ پسینہ پسینہ ہو جائیں گے) اس پسینہ کا سبب مسلسل ومتواتر مصائب کا آنا اور حیاء وندامت وملامت کا لاحق ہونا سورج اور دوزخ کی حرارت کا جمع ہونا ہے جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جہنم اہل محشر کو گھیرے گی پس جنت کی طرف پل صراط کے سوا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ (مرقات)

صاحب فتح الباری نے کہا: شیخ ابو محمد بن ابی حمزہ نے کہا: ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حال سارے لوگوں کو شامل ہے لیکن دیگر احادیث اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ مخصوص بالبعض ہے اور یہ اکثر لوگوں سے متعلق ہے اور اس سے انبیاء کرام شہداء اور جنہیں اللہ چاہے وہ مستثنیٰ ہیں۔ اور پسینے میں سب سے زیادہ سخت کفار ہونگے پھر گناہ کبیرہ والے پھر جو انکے بعد ہیں اور مسلمان ان میں سب سے بہ نسبت کفار کے بہت کم ہونگے، جیسا کہ انکی تعداد حدیث بعث النار میں آچکی۔

کے دونوں ٹخنوں تک ہوگا اور ان میں بعض وہ ہیں جن کے دونوں گھٹنوں تک ہوگا اور ان میں سے کسی کے کمر کے دونوں جانب تک ہوگا۔ اور ان میں سے کسی کو اس کے منہ تک آجائیگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

182/6714 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: یومئذ تحدث اخبارھا (زمین اس دن اپنی خبریں بیان کرے گی) فرمایا کیا تم جانتے ہو اسکی خبریں کیا ہیں۔ صحابہ عرض کئے اللہ اور اسکے رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اسکی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر بندے اور ہر بندی پر جو کچھ اس نے اسکی پشت پر کیا ہے گواہی دے گی کہ وہ کہے گی کہ اس نے میرے اوپر فلاں فلاں دن ایسا اور ایسا کام کیا ہے۔ آپ نے یہ اسکی خبریں ہیں۔ (احمد ترمذی) امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے۔

---

1 ﴿ **وقولہ ومنھم من یکون الی کعبیہ الخ** (ان میں سے بعض وہ ہیں جنکے دونوں ٹخنوں تک پسینہ ہوگا) ابن الملک نے کہا: اگر تم کہو کہ پسینہ جب سمندر کی طرح ہوگا اور بعض افراد کو منہ تک ہوگا تو وہ دوسروں کے ٹخنے تک کیسے رہیگا۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کے قدموں کے نیچے زمین میں بلندی پیدا کرے یا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کا پسینہ اسکے عمل کے موافق روکے گا اور اس میں سے کچھ بھی دوسرے کو نہیں پہنچے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے سمندر کا بہنا روک دیا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ: یہ آخری قول ہی معتبر ہے کیونکہ آخرت کے تمام معاملات خلاف عادت ہیں۔

کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ ایک ہی قبر میں دو اشخاص ہیں انمیں سے ایک کو عذاب دیا جاتا ہے جبکہ دوسرے کو نعمتیں دی جاتی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے متعلق نہیں جانتا۔ اور دنیا میں اسکی مثال سونے والے ایسے دو شخص ہیں جو

183/6715 ﴾ انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے کوئی وفات پائے مگر وہ شرمندہ ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ اسکی شرمندگی کیا ہے، آپ نے فرمایا اگر وہ نیک ہے تو شرمندہ ہوگا کہ اور زیادہ نیکیاں نہیں کیا اور اگر وہ برا ہے تو شرمندہ ہوگا کہ وہ برائیں سے باز نہیں آیا تھا۔ (ترمذی)

184/6716 ﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ وہ قیامت کو گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہے تو وہ اس کو پڑھے **اذا الشمس کورت واذا السماء انفطرت واذا السماء انشقت**۔

185/6717 ﴾ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائیگا اے آدم تو وہ عرض کریں گے **لبیک وسعدیک والخیر کلہ بیدیک**۔ (میں حاضر ہوں تیری فرمانبرداری کے لئے تیار ہوں، ساری بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے)۔

اپنے خواب میں مختلف ہیں انمیں سے ایک غمگین ہوتا ہے اور دوسرا خوش ہوتا ہے بلکہ ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے دو اشخاص ہوتے ہیں ان میں سے ایک علیین میں ہے تو دوسرا اسفل سافلین میں یا ان دونوں میں ایک صحت کی حالت میں ہے تو دوسرا بیماری یا مصیبت میں ہے۔ (مرقات)

1 ﴾ **قولہ ما من احد یومت الاندم** مطلب یہ ہے کہ تم موت آنے سے پہلے اپنی زندگی کو غنیمت جانو اور وقت گزر جانے سے پہلے نیکیوں میں سبقت کرو۔ (مرقات)

اور اللہ کا ارشاد ہوگا دوزخ میں بھیجی جانے والی جماعت کو الگ کرو۔ تو آپ عرض کریں گے دوزخ میں بھیجی جانے والی جماعت کا کیا حصہ ہے تو اللہ کا ارشاد ہوگا ہر ہزار یں سے نوسو ننانوے (۹۹۹) پس اس وقت چھوٹا بوڑھا ہو جائیگا اور ہر حمل والی اپنا حمل ساقط کر دے گی۔

1 ﴿ قولہ من کل الف الخ (ہر ہزار میں سے) اس حدیث کے درمیان اور دوسری روایت جس میں "ہر سو میں سے ننانوے" آیا ہے ان دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ مفہوم عدد کا اعتبار نہیں ہوتا، اسی لئے کسی عدد کے ساتھ کسی کو خاص کرنا زیادہ کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ اور ان عددوں سے ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے) ہر سو میں سے ننانوے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مؤمنین کی تعداد کم ہے اور کفار کی تعداد زیادہ ہے۔

یہ قول صاحب کواکب نے کہا ہے اور صاحب فتح الباری نے انکا تعاقب کیا اور فرمایا: انکے پہلے کلام کا تقاضہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حضرت ابوسعد رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث پر مقدم کیا جائے کیونکہ وہ عدد کی زیادتی پر مشتمل ہے اس لئے کہ ابوسعید رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اہل جنت کا حصہ ہر ہزار میں سے ایک ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ وہ دس ہیں اسی لئے زائد کا حکم لگایا جائیگا۔

اور انکے آخری کلام کا مقتضی یہ ہے کہ عدد کی طرف دیکھا نہ جائے بلکہ ان دونوں میں جو قدر مشترک ہے جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ تعداد کو کم بتانا مقصود ہے پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور جو انکے موافق ہیں ان کی حدیث کو محمول کیا جائیگا تمام اولاد آدم پر کہ ان میں ہر ہزار میں سے ایک (جنتی) ہوگا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا اور جو انکے موافق میں ہیں انکی حدیث کو محمول کی جائیگی یاجوج اور ماجوج کے سوا لوگوں پر پس اس صورت میں ہر ہزار میں سے دس جنتی ہونگے اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ یاجوج اور ماجوج کا ذکر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یاجوج ماجوج کا ذکر نہیں ہے۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ پہلی حدیث تمام مخلوق کے متعلق ہو اور دوسری حدیث خاص اس امت سے متعلق ہو۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی

تم لوگوں کو نشہ میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہیں لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے۔ صحابہ عرض کئے یا رسول اللہ وہ ایک جنتی ہم میں سے کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا: تم خوش ہو جاؤ تم میں کا ایک ہوگا اور یاجوج ماجوج میں سے ہزاروں ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم جنت والوں میں ایک چوتھائی ہوں گے تو ہم نعرۂ تکبیر بلند کئے اور آپ نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم جنت والوں میں ایک تہائی ہوں گے[1]۔ تو ہم نعرۂ تکبیر بلند کئے آپ نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم جنت والوں میں نصف تعداد میں ہوں گے[2]

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''اذا اخذنا منا'' اسی مفہوم کے قریب ہے۔ اس اور اس میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ تقسیم دو مرتبہ واقع ہوئی ہو ایک مرتبہ اس امت سے پہلی والی تمام امتوں کے ہر ہزار میں سے ایک (جنتی) ہوگا، اور دوسری مرتبہ صرف اسی امت میں سے ہر ہزار میں سے دس جنتی ہونگے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے بے شک تم ہزار میں سے ایک جزء (حصہ) ہو۔

اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ بعث النار میں کفار اور جو نافرمان ہیں وہ سب داخل ہونگے پس ہر ہزار میں سے نوسو ناوے کافر اور ہر ہزار میں سے نوسو ناوے نافرمان ہونگے انتہی اسی طرح امام قسطلانی نے بھی کہا ہے۔

1 ﴾ **قولہ ارجوا ان کتونوا ثلث اهل الجنة** (میں امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کے ایک تہائی ہوں گے) ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بتدریج بیان فرمائے ہوں تا کہ انکے دل بیک وقت انتہائی خوشی سے کٹ نہ جائیں یا مختلف دفعات میں انکے (جنت میں) داخل ہونے کی طرف نظر کرتے ہوئے فرمایا ہو یا آپ پر یکے بعد دیگرے جس طرح وحی نازل ہوتی گئی اور آپ کو بشارت دی گئی اسی طرح آپ انکی خبر دیتے گئے ہوں۔ (مرقات)

2 ﴾ **قولہ ارجوا ان تکونوا نصف اهل الجنة** (میں امید کرتا ہوں کہ تم نصف اہل جنت ہونگے) ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اطلاع کی وحی آنے سے پہلے کی ہو جس میں صراحت ہے کہ آپ کی امت اہل جنت کے دو ثلث ہونگی، کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ اہل جنت کی صفیں ایک سو بیس (١٢٠) ہونگی، اس میں (٨٠) صفیں

تو ہم نعرہ تکبیر بلند کیے تو آپ نے فرمایا تم لوگوں میں نہیں ہیں مگر سفید بیل کی جلد میں ایک کالے بال کی طرح یا کالے بیل میں ایک سفید بال کی طرح۔ (متفق علیہ)

186/6718 انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں ہمارا پروردگار اپنی پنڈلی کو ظاہر کریگا اور اسکو ہر مسلمان مرد وعورت سجدہ کریں گے اور وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں ریاکاری اور شہرت کے لئے سجدہ کرتے تھے تو وہ سجدہ کرنے جائیں گے تو ان کی پیٹھ ایک تختہ بن جائیگی۔ (متفق علیہ)

187/6719 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک بڑا موٹا آدمی آئے گا اللہ کے پاس مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہیں ہوگا۔ اور آپ نے فرمایا تم اس آیت کو پڑھو پس ان کے لئے ہم قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے[1]۔ (متفق علیہ)

امت محمدیہ کی ہونگی، اور چالیس (۴۰) صفیں دیگر امتوں کی ہونگی، یعنی امت محمدیہ اہل جنت میں دوثلث کی تعداد میں ہوں گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ابتداء نصف ہوں گے یعنی شروع میں داخل ہونے والوں کی تعداد نصف ہوگی اور دراصل یہ حدیث یہاں مختصر واقع ہوئی ہے۔ (مرقات)

1 قولہ اقرؤا الخ (تم پڑھو) طیبی نے کہا: اگر تم کہو کہ اس آیت سے استدلال درست کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ حدیث میں موٹے بڑے آدمی کا جوذکر آیا ہے اس سے وزن میں تولنے سے جسم کا وزن اور اسکی مقدار کا اور آیت میں یا تو اعمال کا تولنا مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "پس انکے اعمال رایگا ہوگئے" کی یا انکی مقدار مراد ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم انکو حقیر کردینگے، اور انکا ہمارے پاس نہ کوئی وزن ہوگا نہ کوئی مقدار۔

188/6720 ﴾ انہی سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے قیامت کے دن ملیں گے اور آذر کے چہرہ پر سیاہی اور غبار ہوگا۔ تو ان سے ابراہیم فرمائیں گے کیا میں آپ سے کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو تو وہ آپ سے کہیں گے آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا تو ابراہیم فرمائیں گے اے میرے رب آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ آپ مجھے رسوا نہیں کریں گے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے، اور کونسی رسوائی رحمت سے دور باپ کی رسوائی سے بڑھ کر ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں جنت

تو میں کہوں گا: حدیث کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ حدیث تمثیل الکلفایۃ ہے اور جسامت کا ذکر انکی مقدار مراد لینے کے منافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب تم انکو دیکھو گے انکے اجسام آپکو حیرت میں ڈالدیں گے اگر وہ کہیں گے تو آپ انکی بات سنیں گے گویا وہ ٹیک دیئے ہوئی لکڑیاں ہیں۔ (مرقات)

1 ﴾ **قوله یارب انك وعدتنی الخ** (اے میرے رب تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا) کہا گیا یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "**وماكان استغفار ابراهيم لابيه الاعن موعدة وعدها اياه فلما تبين له انه عدو الله تبرأ منه**" (اور نہیں تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کیلئے مغفرت طلب کرنا مگر اس وعدے کی وجہ سے جسکا انہوں نے ان سے وعدہ کیا تھا پس جب انکے لئے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ کے دشمن ہیں تو وہ ان سے برأت ظاہر کئے کہ یہ حدیث اس آیت کے مخالف ہے، اور اسکا یہ جواب دیا گیا کہ اس وقت کے بارے میں اختلاف ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے برأت کا اظہار کئے ہیں سے بری ہوگئے پس کہا گیا کہ یہ دنیا میں ہوا ہے جب آذر مشرک مرگئے اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ قیامت کے دن ان سے برأت کا اظہار کریں گے جس وقت ان کو مسخ کردیا جائیگا اور جب آپ ان سے مایوس ہوجائیں گے اور ان دونوں اقوال کو بھی اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے برأت کا اظہار کئے جب وہ حالت شرک میں مرگئے تو اور انکے لئے استغفار کو چھوڑ دیئے لیکن جب وہ انکو قیامت کے دن دیکھیں گے تو انکو رحمت وشفقت گھیرلے گی تو وہ اس وقت اللہ سے سوال کرینگے، اور جب وہ انکو مسخ شدہ

کو کافروں پر حرام کردیا ہوں۔ پھر حضرت ابراہیم سے کہا جائیگا آپ اپنے دونوں قدموں کے نیچے دیکھئے آپ دیکھیں گے تو یکایک وہ آذر لتھڑا ہوا ایک بھیڑیا ہے اور اس کے ٹانگوں کو پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

قیامت کے سامنے کی نشانیاں اور دجال کا ذکر

ختم شد

دیکھیں گے تو ان سے مایوس ہوجائینگے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے برأت کا اظہار کریں گے اور یہ بھی ایک قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام موت کفر پر واقع ہونے کا یقین نہیں کیا اس وجہ سے کہ ہوسکتا ہے وہ اپنے دل میں ایمان لائے ہوں اور آپ مطلع نہ ہوئے ہوں، اور ان سے برأت کا اظہار اس حالت کے بعد ہو جو اس حدیث میں واقع ہوئی ہے۔ (مرقات)

1 **قولہ اول ما تطلبنی علی الصراط** (سب سے پہلے تم مجھے پل صراط پر طلب کرو) کتاب بستان المحدثین میں ہے پہلا مقام جہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا جائیگا وہ حوض کوثر ہے اس کے بعد مقام میزان پھر پل صراط ہے۔ اب رہا اس حدیث میں جو مذکور ہے اس کا جواب میں صاحب عرف شذی نے کہا ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقامات میں جانا آنا ہوتے رہیگا۔ باب کی حدیث میں انکی ترتیب کا ذکر نہیں ہے اور صاحب کوکب دری نے کہا ہے: اولیت سے اولیت زمانی مراد نہیں ہے کیونکہ اس سے پل صراط کا میزان سے پہلے ہونا اور میزان کا حوض سے پہلے ہونا لازم آئیگا اور روایات میں اس کے برخلاف صراحت موجود ہے۔ بلکہ اس سے مراد اس وقت کی ہولناکی اور ضرورت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا جانا ہوگا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تم مجھے سب سے پہلے پل صراط پر تلاش کرو۔ پھر اس کے بعد ہول و پریشانی کی شدت میں میزان کے پاس پھر حوض کوثر کے پاس تلاش کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

10/143 باب الحساب و القصاص و المیزان

حساب، قصاص اور میزان کا بیان

189/6721 ﴿ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ہے کوئی جس سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا مگر وہ ہلاک ہو جائیگا، تو میں[1] نے عرض کی کیا اللہ تعالی یہ ارشاد نہیں فرماتا "فسوف یحاسب حسابا یسیرا" اس سے آسان حساب لیا جائیگا، تو آپ نے فرمایا وہ تو صرف پیشی[2] ہے۔ لیکن جس شخص سے حساب لینے میں سختی کی جائے گی[3] وہ ہلاک

---

1 ﴿ قلت او لیس یول اللہ (میں نے عرض کی کہ اللہ تعالی نے یہ ارشاد نہیں فرمایا) تعارض کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں لفظ عام ہے ہر اس شخص کو عذاب دیے جانے کے بارے میں جس سے حساب لیا جائے، اور آیت کا لفظ بتا رہا ہے کہ ان میں سے بعض کو عذاب نہیں دیا جائیگا، آیت اور حدیث میں تطبیق کا طریقہ یہ ہے کہ آیت میں حساب سے صرف پیش کرنا مراد ہے اور اس کے اعمال کو بتا دینا ہے، پس وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریگا پھر اللہ تعالی اپنے فضل کے اظہار کیلئے اسکو درگزر کر دیگا، جیسا کہ مناقشہ عدل کے ظہور کو واضح کرنے کیلئے ہے۔ (مرقات)

2 ﴿ انما ذلک العرض (وہ صرف پیشی ہے) مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی کے ارشاد میں جو حساب یسیر ہے اس سے مراد اسکے عمل کو پیش کرنا ہے، اور اس سے جرح وقدح مراد نہیں۔ (مرقات)

3 ﴿ قولہ من نوقش فی الحساب (جس شخص سے حساب میں جرح وقدح کی جائے) اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مناقشہ سے مراد پورا پورا حساب لینا اور لینا دینا چکانا، چھوٹے بڑے تھوڑے اور زیادہ سب گناہوں کو نظر انداز نہ کرنا، اور یھلک میں ہلاکت سے مراد عذاب ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

ہو جائیگا۔ (متفق علیہ)

190/6722 ﴾ انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بعض نمازوں میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے **اللهم حاسبني حسابا يسيرا** (اے اللہ! تو مجھ سے آسان حساب لے) میں نے عرض کی اے اللہ کے نبی! آسان حساب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے نامۂ اعمال کو دیکھ لے اور اللہ تعالیٰ اس کو در گذر کر دے، اے عائشہ جس شخص سے اس دن حساب میں سختی کی جائے وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (احمد)

191/6723 ﴾ عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں ہے تم میں سے کوئی شخص مگر اسکا رب اس سے کلام فرمائیگا اسکے اور اسکے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا، اور نہ کوئی حجاب ہوگا جو اس کے لئے آڑ کرتا ہو، پس وہ اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو وہ نہیں دیکھے گا مگر اپنا وہ عمل جس کو وہ آگے بھیجا ہے اور وہ اپنے بائیں جانب دیکھے گا، وہ نہیں دیکھے گا مگر وہی چیز جس کو وہ آگے بھیجا ہے اور وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو وہ نہیں دیکھے گا سوائے جہنم کے اپنے سامنے۔ پس تم جہنم سے بچو اگر چیکہ آدھے کھجور سے ہو۔ (متفق علیہ)

1 ﴾ **قوله اللهم حاسبني حسابا يسيرا** (اے اللہ تو مجھ سے آسان حساب لے) یہ (دعاء) تو تعلیم امت کے لئے ہے اور انکو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے، یا اس سے حاصل ہونے والی نعمت سے لذت حاصل کرنا ہے یا خشیت الٰہی کی وجہ سے ہے جیسا کہ آپ کا مقام ارفع اسکا تقاضا کرتا ہے آپ کو رب العزت کی معرفت میں اس درجہ استغراق رہتا ہے کہ اپنے مقام نبوت اور مقام معصومیت کی طرف التفات نہیں فرماتے۔ (مرقات)

2 ﴾ **ولو بشق تمرة** (اگر چیکہ آدھے کھجور سے ہو) اسکے دو معنی ہیں (۱) ایک یہ ہے کہ تم جہنم سے بچو اور کسی پر ظلم نہ کرو

192/6724 ﴿ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ مؤمن کو قریب کریگا پس وہ اس پر اپنا بازو رحمت رکھے گا اور اسکو چھپائیگا اور ارشاد فرمائیگا کیا فلاں گناہ جانتا ہے کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ تو وہ عرض کریگا ہاں اے میرے پروردگار! یہاں تک وہ اس سے اسکے گناہوں کا اقرار کرائیگا تو وہ اپنے دل میں سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہوگیا، تو (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کو چھپالیا تھا اور آج میں تیرے ان گناہوں کو بخش دیتا ہوں، پس اس کو اسکے نیکیوں کا نامہ دے دیا جائیگا، اب رہا کفار اور منافقین تو انکو خلائق کے سامنے آواز دی جائیگی کہ یہ ہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر جھوٹ بولے، آگاہ رہو! ظالمین پر اللہ کی لعنت ہے۔ (متفق علیہ)

193/6725 ﴿ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی دے گا اور فرمائیگا یہ [1] تیرا فدیہ ہے دوزخ سے۔ (مسلم)

اگرچیکہ وہ کھجور کے ایک حصہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ (۲) دوسرے معنی یہ ہے کہ جہنم سے بچو اگرچیکہ کھجور کا ایک حصہ صدقہ دیکر ہی سہی۔

اور انہوں نے اس حدیث کو باب الصدقۃ صدقہ کے بیان میں بھی لایا ہے اور مقامات میں اسکو ذکر کرکے اس بات کا اشارہ کیا ہے کہ دونوں معنی مراد لے سکتے ہیں اور دوسرے معنی کو ترجیح ہے۔ (لمعات)

1 ﴿ **قولہ ھذا فکاکل من النار** (یہ جہنم سے تیرا چھٹکارہ ہے) قاضی رحمہ اللہ نے کہا جب ہر مکلف کا جنت میں ایک ٹھکانہ ہے اور جہنم میں ایک ٹھکانہ ہے پس جو شخص کما حقہ ایمان لائیگا تو اسکا جہنم کا ٹھکانہ جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا جائیگا،

194/6726 حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن حضرت نوح (علیہ السلام) کو لایا جائیگا پس ان سے کہا جائیگا کیا آپ نے تبلیغ کی تھی تو وہ کہیں گے ہاں اے میرے رب! پھر انکی امت سے پوچھا جائیگا کیا انہوں نے تمکو تبلیغ کی تھی، تو وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تو کہا جائیگا آپ کے گواہ کون ہیں؟ تو وہ عرض کرینگے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو لایا جائیگا پس تم گواہی دوگے کہ یقیناً انہوں نے تبلیغ کی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی "**وکذلك جعلنكم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا**" (اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہوں)۔ (بخاری)

اور جو ایمان لائے تو اسکے برعکس ہوگا، کفار جہنم کے ٹھکانوں میں مومنین کی جگہ لینے والوں اور ان کے نائب کی طرح ہیں وتیز جب قسم الٰہی واقع ہو چکی ہے جہنم کو بھرنے کے متعلق تو اس کا بھرنا کفار سے بھرنا مومنین کو خلاصی دلانے اور ان کو جہنم سے نجات کیلئے ہے۔ پس وہ کافر اس سلسلہ میں مومنین کیلئے فدیہ اور فکاک (چھٹکارہ) کی طرح ہیں، یہودیوں نصرانیوں کو خاص طور پر اسلئے ذکر کیا گیا کیونکہ وہ مسلمانوں کی مخالفت میں اور مسلمانوں کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی مخالفت میں مشہور ہیں۔ (اھ)

اور اسکو کبھی فکاک (گروی چھڑانا) سے تعبیر کیا گیا اور کبھی فداء (فدیہ دینے) سے تعبیر کیا گیا یہ بطور مجاز اور وسعت معنی کے طور پر ہے کیونکہ اس سے مسلمان کے گناہ کی وجہ سے کتابی (یہودی نصرانی) کو عذاب دینا مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اس ارشاد ہے **لاتزر وازرة وزر اخری** (ایک نفس دوسرے نفس کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) (مرقات)

195/6727 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے پس آپ مسکرائے آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کس وجہ سے میں مسکرار ہا ہوں، انہوں نے کہا ہم نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا: بندے کے اپنے رب سے معروض کرنے پر وہ کہے گا اے میرے رب! کیا تو نے مجھکو ظلم سے امان نہیں دی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ فرمائیگا کیوں نہیں، آپ نے فرمایا پس وہ کہے گا بے شک میں اپنے آپ پر روانہیں رکھتا مگر مجھ سے ہی گواہ کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ فرمائیگا آج تجھ پر گواہی دینے کیلئے تیرا نفس اور کراما کاتبین کافی ہیں، آپ نے فرمایا: پس اسکے منہ پر مہر لگادی جائیگی اور اسکے اعضاء سے کہا جائیگا بولو آپ نے فرمایا: پس وہ اسکے اعمال کو بیان کرینگے پھر اسکے اور کلام (گفتگو) کے درمیان تنہا چھوڑ دیا جائیگا، آپ نے فرمایا: چنانچہ وہ کہے گا تمہارے لئے دوری ہو اور پھٹکار ہو میں تو تمہارے ہی لئے جھگڑتا تھا۔ (مسلم)

196/6728 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ دوپہر کے

---

1 **قولہ مما اضحک** (میں کس سبب سے ہنس رہا ہوں) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عجیب وغریب معاملہ کے سوا کسی اور چیز پر ہنسنا مناسب نہیں۔ (مرقات)

2 **قولہ یوم القیامۃ** (قیامت کے دن) اس قیامت کے دن کے ساتھ کیا اس لئے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں دیکھا نہیں جاسکتا کیونکہ باقی رہنے والی ذات فنا ہونے والی آنکھ سے نظر نہیں آتی۔ (مرقات)

وقت سورج کو دیکھنے کے بارے میں شک کرتے ہو جو بادل میں نہیں ہو، تو انہوں نے کہا: نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کا تم چودھویں کے چاند کو دیکھنے کے بارے میں شک وشبہ کرتے ہو جو بادل میں نہیں ہے، تو انہوں نے کہا: نہیں آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، تم اپنے رب کے دیدار کے بارے میں شبہ نہیں کرتے ہو مگر جیسا کہ تم ان دونوں میں سے کسی ایک کے دیکھنے کے بارے میں شک کرتے ہو، آپ نے فرمایا: چنانچہ وہ بندے سے ملاقات فرمائے گا، اور کہے گا اے فلاں! کیا میں تجھ پر کرم نہیں کیا، کیا میں تجھ کو سرداری عطا نہیں کی، اور کیا میں نے تیری شادی نہیں کروائی، کیا میں نے تیرے لئے گھوڑوں اور اونٹوں کو تابع نہیں کیا اور کیا میں نے تجھے اس حالت میں نہ چھوڑا کہ تو سرداری کرتا ہے اور دولت حاصل کرتا ہے، تو وہ عرض کرے گا، کیوں نہیں: آپ نے فرمایا پس وہ فرمائیگا کیا تو نے یہ سمجھا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے، تو وہ کہے گا: نہیں تو وہ فرمائیگا بے شک میں تجھ کو بھولا ہوا چھوڑ دیتا ہوں جیسا کہ تو مجھے بھول گیا تھا: پھر وہ دوسری مرتبہ ملاقات کرے گا پس وہ اسی طرح ذکر کرے گا پھر وہ تیسری مرتبہ

---

1 ﴾ **قولہ لا تضارون الخ** (تم شک نہیں کروگے) علامہ طیبی نے کہا انکا یہ قول: **الا کما تضارون** (مگر جیسا کہ تم شک کرتے ہو) ظاہر بات یہ تھی کہ یوں کہا جاتا ''تم اپنے رب کے دیدار میں شک نہیں کروگے جیسا کہ تم ان دونوں میں سے کسی کے بھی میں شک نہیں کرتے۔ لیکن اس (بات) کو اس قول کی طرح ظاہر کیا گیا ہے: **شعر**، اور ان میں کوئی عیب نہیں ہے سوائے اس کہ انکے تلواروں میں دندانے ہیں فوجی دستوں کو مارنے کی وجہ سے یعنی تم اللہ تعالی کے دیدار میں شک نہیں کروگے مگر جیسا کہ تم لوگ شک کرتے ہو چاند سورج کو دیکھنے میں اور ان کے دیکھنے میں کوئی شک نہیں ہے، تو بلا شبہ تم لوگ اس میں شک نہیں کروگے۔ (مرقات)

ملاقات کریگا پس وہ اس سے ایسا ہی کہے گا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر اور تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، اور میں نماز پڑھا روزہ رکھا اور صدقہ خیرات کیا اور وہ جتنا ہوسکے وہ اپنی تعریف کرے گا، تو اللہ تعالی فرمائیگا تب تو تو یہیں ٹھیر کہا جائیگا! اب ہم تیرے خلاف ایک گواہ کو اٹھا کینگے تو وہ اپنے آپ میں غور وفکر کریگا کون یہ وہ جو میرے خلاف گواہی دیگا تو اسکے منہ پر مہر لگادی جائیگی اور اسکی ران سے کہا جائیگا تو بول اسکی ران اور اسکا گوشت اور اسکے ہڈیاں اس کے عمل کے بارے میں بولیں گے، اور وہ اسلئے ہے تاکہ اس کے عذر کو ختم کردیا جائے اور وہ منافق ہوگا اور یہ وہ ہوگا جس سے اللہ تعالی ناراض ہے۔ (مسلم)

197/6729﴾ حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ پیش کئے جائیں گے، لیکن دو پیشیاں وہ بحث ومباحثہ اور عذروں کو پیش کرنے کے لئے ہیں۔ البتہ تیسری پیشی تو اسوقت ہاتھوں میں صحیفے اڑ کر پہنچ جائیں گے، تو ان میں بعض اپنے دائیں

1﴾ **قولہ ثلاث عرضات الخ** (تین پیشیاں) عرضات کا لفظ ع ر دونوں کو فتح یعنی تین مرتبہ پیشی ہوگی ہے اب رہا پہلی مرتبہ لوگ اس میں اپنی جانب سے مدافعت کرینگے اور کہینگے انبیا علیہم السلام نے ہمکو نہیں پہچانا اور اللہ تعالی سے بحث کرینگے، اور دوسری مرتبہ میں وہ لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کرینگے اور عذر پیش کرینگے اسطور پر کہ ہر شخص یوں کہے گا میں نے یہ کام بھولے سے غلطی سے نادانی سے اور امید کی بنیاد پر کیا ہے۔ اور اس جیسے الفاظ۔ اور آپ ﷺ کے اسی قول: **فاما عرضتان فجدا ال ومعاذیر** کا یہی مطلب ہے۔ (مرقات)

ہاتھ میں لینے والے ہیں اور بعض اپنے بائیں ہاتھ میں لینے والے ہیں۔ اسکو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور انہوں نے (صاحب ترمذی) نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے اسوجہ سے کہ حضرت حسن نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماعت نہیں کی۔

ملا علی قاری رحمہ الباری نے کہا یعنی اسکی سند منقطع ہے متصل نہیں ہے، لیکن شیخ جزری نے ''تصحیح المصابیح'' میں کہا کہ امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں امام حسن کی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی تین احادیث تخریج کی، اور ان کو بیان کیا ہے اور انہوں نے فرمایا کہ

مگر امام مسلم نے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ اسی (قول) کو میرک نے نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں امام مسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان نہ کرنے سے اسی حدیث کی سند کا صحیح نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ بخاری کی شرط کہ ملاقات کا ثابت ہونا اگرچہ کہ وہ ایک مرتبہ ہو مسلم کی شرط سے زیادہ قوی ہے اور مسلم کی شرط معاصرت ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے کہا ہے کہ بعض نے حسن عن ابی موسیٰ روایت کیا ہے۔

---

1 « **قوله فاخذ بیمینه وآخذ بشماله** (ان میں سے بعض اپنے دائیں ہاتھ میں (نامہ اعمال) لینے والے ہیں اور بعض اپنے بائیں ہاتھ میں لینے والے ہیں، (فـاخـذ میں) فاء تفصیلیہ ہے یعنی پس ان میں سے بعض اپنے دائیں ہاتھ میں لینے والے ہیں اور وہ اہل سعادت میں سے ہیں اور ان میں سے بعض اپنے بائیں ہاتھ میں لینے والے ہیں اور وہ اہل شقاوت میں سے ہیں، پس اس وقت ان کے فیصلے پورے ہو جائیں گے ابتداء کے موافق اور اہل ضلالت یعنی گمراہ لوگ اہل ہدایت (ہدایت یافتہ حضرات) کی الگ الگ پہچان ہو جائے گی۔ (مرقات)

ملا علی قاری نے کہا: یعنی حدیث اس طریق سے متصل ہے، اور اسکو انکی سند سے تقویت مل گئی کیونکہ صاحب مشکوۃ اپنے اسماء رجال ذکر کیا کہ حسن نے صحابہ کرام سے روایت کی ملا ابوموسیٰ انس بن مالک اور ابن عباس اور انکے علاوہ دیگر حضرات ہیں۔

198/6730 ﴿ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ رسول اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کئے جائیں گے پس ایک آواز دینے والا آواز دیگا اور کہے گا، وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے چنانچہ وہ لوگ کھڑے ہونگے، اس روز وہ کم ہوں گے۔ پس وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہونگے۔ پھر تمام لوگوں کو حساب کی طرف (جانے کا) حکم دیا جائیگا۔ (اسکو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے)

199/6731 ﴿ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار حضرات کو بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل فرمائیگا ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہونگے، اور میرے رب کے لپسوں میں سے تین لپسو۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

---

1 ﴿ **قوله الذين كانت تتجافى الخ** (وہ لوگ جنکے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں) ان لوگوں سے مراد میں اس میں اختلاف ہے، بعض نے کہا وہ تہجد گزار ہیں اور بعض نے کہا وہ ابوامین کی نماز پڑھنے والے ہیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو عشاء اور فجر باجماعت پڑھتے ہیں۔ (مرقات، لمعات)

200/6732 ﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمکی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ مجھے بتایئے کہ قیامت کے دن کون[1] کھڑے رہنے کی طاقت رکھے گا جسکے بارے میں اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا: جس دن لوگ رب العالمین کے آگے کھڑے ہونگے۔تو آپ نے فرمایا: وہ دن مؤمن پر ہلکا کردیا جائیگا یہاں تک کہ وہ اس پر ایک فرض نماز کی طرح ہوگا۔(بیہقی نے اسکو کتاب البعث والنشور میں روایت کیا ہے)

201/6733 ﴾ اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا اس دن کے متعلق جسکی مقدار پچاس ہزار سال ہے، اس دن کی درازی کیا ہے تو آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یقیناً وہ مؤمن پر ہلکا کردیا جائیگا[2] یہاں تک وہ اس پر اس فرض نماز سے بھی ہلکا ہوگا جسے وہ دنیا میں پڑھتا تھا۔(بیہقی نے اسکو کتاب البعث والنشور میں روایت کیا ہے)

---

1 ﴾ **قوله من يقوى على القيام** (کون کھڑے رہنے کی طاقت رکھتا ہے) یعنی حساب وکتاب کیلئے اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے رہنے کی کون طاقت رکھتا ہے اور "**الذی قال الله عزوجل**" یعنی اس دن کے بارے میں اس میں اسم موصول (**الذی**) **يوم القيامة** کی صفت ہے۔(مرقات)

2 ﴾ **قوله يخفف عل المؤمن الخ** (مؤمن پر ہلکا کردیا جائے گا) تو اسکا مفہوم یہ ہے کہ وہ (دن) مؤمن پر آسان ہوجائیگا مقدار میں یا کیفیت میں یا ان دونوں میں بھی یہاں تک کہ وہ (دن) بعض کے لئے ایک گھڑی کی طرح ہوگا اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کو ایک گھڑی قرار دیا اور اس میں اللہ کی اطاعت کئے۔(مرقات)

202/6734 ﴿حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: ایک شخص آیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے کچھ غلام ہیں جو مجھے جھٹلاتے ہیں اور میرے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں، اور میں انکو گالیاں دیتا ہوں اور مارتا ہوں پس میں ان سے متعلق کیسا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو حساب لگایا جائیگا اس کا جو انہوں نے تیرے ساتھ خیانت کی اور جو انہوں نے تیری نافرمانی کی اور جو انہوں نے تجھے جھٹلایا اور تیرے انکو سزا دینے کا، پس اگر تیرا انکو سزا دینا انکے جرائم کی بقدر رہے تو وہ تیرے لئے "کفاف" برابر برابر ہو جائے گا نہ تیرے لئے کچھ فائدہ ہوگا اور نہ تیرے خلاف نقصان، اور اگر تیرا انکو سزا دینا جرائم سے کم ہو تو یہ تیرے لئے فضل کی چیز ہے۔ اور اگر تیرا انکو سزا دینا انکے جرائم سے زیادہ ہو تو انکے لئے تجھ سے بدلہ لیا جائیگا، تو وہ شخص ہٹ گیا اور آہ و بکا کرنے اور رونے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: کیا تو اللہ تعالی کا یہ ارشاد نہیں پڑھتا، اور ہم بروز قیامت انصاف کی ترازو رکھیں گے پس کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائیگا اور اگر وہ رائی کے دانے کے برابر بھی ہو تو ہم اسکو لائیں گے اور ہم حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔ تو اس شخص نے کہا یا رسول اللہ میں اپنے لئے اور ان کے لئے ان کو چھوڑ دینے سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتا۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں یہ سب آزاد ہیں۔ (ترمذی)

---

1 ﴿ **قوله کان فضلا لك** (وہ تیرے لئے فضل ہوگا) ظاہر ہیکہ انکے لئے ان سے بدلہ لیا جائیگا کہ آپ نے

203/6735 ﴾ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو تمام مخلوقات کے سامنے منتخب فرمائے گا پس وہ اس بنا پر ننانوے (۹۹) رجسٹر پھیلادیگا ہر رجسٹر تا حد نگاہ ہوگا پھر وہ فرمائیگا کیا تو اس میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے کیا تجھ پر میرے لکھنے والے نگران فرشتوں نے ظلم کیا ہے، تو وہ عرض کریگا نہیں اے میرے رب! تو رب فرمائیگا کیا تیرے پاس کوعذر ہے تو وہ عرض کریگا نہیں اے میرے رب! تو وہ فرمائیگا کیوں نہیں یقیناً تیری ہمارے پاس ایک نیکی ہے اور آج تجھ پر کچھ ظلم نہیں ہوگا۔ پس ایک پرچی نکالی جائیگی جس میں **اشهد ان لااله الا الله واشهد ان محمد عبده ورسوله** ہوگا (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں) تو رب تعالیٰ فرمائے گا تو اپنے تول کے پاس حاضر ہوجا تو وہ عرض کرے گا اے میرے رب! یہ ایک پرچی ان دفتروں کے مقابل میں ہوگی، تو رب تعالیٰ فرمائیگا تجھ پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس

آخری قسم میں فرمایا: اسکے لئے تجھ سے زائد کا بدلہ لیا جائیگا، یہاں ان سے قصاص کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ حدیث کا سیاق خود اس کو بتارہا ہے۔ (لمعات)

1 ﴾ **قوله سيخلص** (منتخب فرمائیگا لام کی تشدید کے ساتھ ہے اسکے معنی یختار یعنی منتخب فرمائیگا۔ (مرقات)

2 ﴾ **قوله احضر وزنك** (تو اپنے وزن کے پاس حاضر ہو) اگر یہ کہا جائے کہ اعمال میں تو عرض ہیں انکو تولنا ممکن نہیں، اور صرف اجسام ہی تولے جاتے ہیں، تو اسکا جواب یہ دیا جائیگا کہ اس رجسٹر کو تولا جائیگا جس میں اعمال لکھے گئے ہیں، اور وہ مختلف ہوتا ہے احوال کے مختلف ہونے سے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اعمال واقوال کو جسم دیگا تو وہ تولے جائیں گے پس طاعتیں بھاری ہوجائیں گی،

رجسٹر ایک پلہ میں رکھے جائینگے اور وہ پرچی ایک پلہ میں رکھ دی جائیگی ، تو دفتر ہلکے ہو جائینگے اور پرچی بھاری ہو جائیگی پس اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزن نہیں ہوگی ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

204/6736 ﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے دوزخ کا خیال کی اور روئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمکو کونسی چیز رلائی ہے انہوں نے عرض کیا مجھے دوزخ یاد آ گئی اور رو پڑی کا تم لوگ بروز قیامت اپنے اہل کو یاد کرینگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ[1] تین مقامات میں کوئی شخص کسی کو یاد نہیں رکھے گا، میزان[2] کے پاس یہاں تک کہ وہ جان لے اسکا وزن اعمال

برائیاں ہلکی ہو جائینگی کیونکہ عبادت نفس پر بھاری تھی اور گناہ آسان تھے اسی وجہ سے حدیث میں وارد ہے، جنت کو مشقت کی چیزوں سے گھیرا گیا ہے اور دوزخ کو خواہشات سے گھیرا گیا ہے ۔ (مرقات)

1 ﴾ **قوله اما فی ثلاثه مواطن فلا یذکر احدا احدا** (البتہ تین مقامات میں کوئی شخص کسی کو یاد نہیں کریگا) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث آئیگی جو اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ آپ ﷺ ان مقامات میں شفاعت فرمائنگے کیوں نہ ہو آپ وہ محبوب ہیں جن سے شفاعت کی امید کی جاتی ہے آنے والی ہر مصیبت میں ۔

ان دو حدیثوں میں تطبیق یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بطور مبالغہ فرمایا تا کہ وہ اس بات پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے حرم مبارک ہیں، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے شفاعت کی بات اسلئے فرمایا تا کہ وہ مایوس نہ ہو جائیں ۔ (لمعات)

2 ﴾ **قوله عند المیزان** (میزان کے پاس) اہل حق نے کہا: میزان حق ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**ونضع الموازین القسط لیوم القیامة**" (اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے) قیامت کے دن ایک ترازو رکھا جائیگا جسکے ذریعہ ان نامۂ اعمال کو تولا جائیگا جن میں بندوں کے اعمال لکھے ہوئے ہیں اور اس (ترازو) کے دو پلڑے ہونگے ان میں سے ایک نیکیوں کا اور دوسرا گناہوں کا ۔ اور حسن سے روایت ہے اس (ترازو) کے دو پلڑے ہیں اور ایک زبان ہے، طیبی نے اسکا ذکر کیا ہے ۔ (مرقات)

ہلکا رہیگا یا وزنی رہیگا، اور نامہ اعمال کے وقت، جب کہا جائیگا آؤ اپنا نامہ اعمال پڑھو، یہاں تک کہ وہ جان لیں کہ اسکا نامۂ اعمال کہاں واقع ہوگا آیا اسکے دائیں ہاتھ میں یا اسکے بائیں ہاتھ میں اسکے پیٹھ پیچھے سے۔ اور پل صراط کے پاس، جب وہ جہنم کے پشت کے درمیان رکھا جائیگا۔ (ابوداؤد)

حساب، قصاص اور میزان کا بیان

ختم شد

1 ﴾ **قولہ وعند الکتاب** (اور نامۂ اعمال کے پاس) یعنی اسکے دیئے جانے کے وقت۔ (مرقات)

2 ﴾ **قولہ وعند الصراط** (اور پل صراط کے پاس) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ وہ (صراط) جہنم کی پشت پر ایک دراز پل ہے جس پر سے تمام لوگ گذریں گے مومنین اپنے اعمال و درجات کے مطابق پائیں گے، اور دوسرے لوگ اس میں گر جائیں گے، اللہ تعالی ہمکو (اس سے) عافیت عطا فرمائے، اور ہمارے اصحاب متکلمین اور اسلاف کہتے ہیں کہ وہ (صراط) بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ اور اس طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے۔ (مرقات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الحوض والشفاعة

حوض اور شفاعت کا بیان

205/6737 سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت میں جنت کی میں چل رہا تھا اچانک ایک نہر کے پاس پہنچا جسکے دونوں جانب ایسے موتی کے خیمے ہیں جس کو اندر سے تراشا گیا ہے، میں نے کہا اے جبرئیل یہ کیا ہے تو انہوں نے عرض کیا یہ وہ کوثر ہے جو آپکے رب نے آپ کو عطا کیا۔ پس میں کیا دیکھتا ہوں کہ اسکی مٹی مہکتی ہوئی مشک ہے۔ (بخاری)

206/6738 سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کا ہے اور اسکے تمام کنارے برابر ہیں،

---

1 **قولہ انا بنهر** (اچانک میں ایک نہر کے پاس پہنچا) داودی نے کہا اگر یہ یعنی حضور اکرم ﷺ کا فرمان "انا بنہر" الفاظ حدیث شریف سے ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس حوض سے چند لوگوں کو قیامت کے دن ہٹادیا جائیگا یہ وہ نہر نہیں جو جنت میں ہے یا یہ ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں تشریف فرما رہ کر انہیں دیکھینگے جبکہ وہ سب جنت کے باہر ہونگے پھر انہیں آواز دینگے تو انہیں اس سے ہٹادیا جائیگا۔ بعض علماء نے اس وضاحت کو پسند نہیں کیا اور کہا کہ جو حوض جنت کے باہر ہے وہ جنت اندرونی نہر سے جاری رہتا ہے ایسی صورت میں اصلاً کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ انتہی، میں کہتا ہوں بعض علماء نے جو کہا کہ وہ جنت سے جاری ہے اسکے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے حضرت نبی اکرم ﷺ کے دو حوض ہیں ایک جنت میں ہے اور دوسرا بروز قیامت ہوگا یہ علامہ عینی کا کہنا ہے۔

اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے، اسکی خوشبو مشک سے زیادہ معطر ہے اور اسکے کوزے آسمان کے تاروں کے مانند ہیں جو ان سے پئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

207/6739 ﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک تمہارے سامنے میرا حوض ہے اسکے دونوں کناروں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ مقام جرباء اور اذرح کے درمیان ہے۔

بعض راویوں نے کہا یہ دونوں ملک شام کے گاؤں ہیں ان دونوں کے درمیان تین راتوں کی مسافت ہے۔

208/6740 ﴾ ایک روایت میں ہے اس میں آسمان کے تاروں کے مانند آبخورے ہیں جو شخص اس پر آکر اس سے پئے گا تو وہ اسکے بعد کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

---

1 ﴾ **قوله ماء ه ابیض من اللبن** (اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا علماء نحو کہتے ہیں فعل تعجب اور اسم تفضیل رنگ اور عیوب کیلئے استعمال نہیں ہوتے بلکہ اس کے لئے اشد اور ابلغ جیسے الفاظ لائے جاتے ہیں اسی لئے **ما ابیض زیدا ولا زید ابیض من عمرو** نہیں کہا جائیگا، مگر اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کا استعمال درست اور یہ ان کے خلاف حجت ہے جو اس سے منع کرتے ہیں، یہ بھی ایک زبان کا قاعدہ ہے اگر چہ کم استعمال ہوتا ہے۔ (مرقات)

2 ﴾ **قولہ فلا یظما ابدا** (پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا) ظما کے معنی پیاس کی شدت علامہ قاضی نے فرمایا اسکا ظاہری مطلب یہ ہے کہ اس نہر سے پینا حساب وکتاب اور دوزخ سے نجات کے فیصلہ کے بعد ہوگا یہی وہ وقت ہے جسکے بعد پیاسا نہ ہوگا۔ اور کہا گیا جسکے مقدر میں دوزخ سے نجات ہے وہی اس سے پئے گا۔ اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس امت میں سے ایسا شخص بھی پئے گا جسکے مقدر میں دوزخ میں جانا ہے مگر اسکو پیاس کا عذاب نہیں ہوگا کیونکہ ظاہر حدیث شریف میں

ملاعلی قاری نے فرمایا صاحب قاموس نے ذکر کیا ہے کہ جرباء مقام اذرح کے بازو ایک قریہ ہے اور دونوں کے درمیان تین دن کی مسافت کہنے والوں نے غلطی کی، دراصل اس میں بعض زائد الفاظ ساقط ہوجانے کی وجہ سے بعض راویوں کو یہ وہم ہوگیا، جنکا ذکر دار قطنی نے کیا ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں میرے حوض کے دونوں کناروں کا درمیانی فاصلہ ایسا ہی ہے جیسے مدینہ شریف اور مقام جرباء واذرح کے درمیان ہے۔

209/6741 سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً میرا حوض مقام عدن سے ایلہ تک کی مسافت سے بھی بڑا[1] ہے وہ

ہے مرتد کے سوا تمام امت اس سے بچے گی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بات اس طرح کی ہے کہ تمام امت اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں لے گی پھر اللہ تعالیٰ جسکو چاہے عذاب دیگا اور ایک قول یہ ہے کہ صرف نجات پانے والے ہی داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال لیں گے۔ (مجمع البحار)

1 ﴿ **قوله ابعد من ايله من عدن** (مقام ایلہ سے عدن تک کی مسافت سے بھی بڑا ہے) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پہلا لفظ من ابعد کے متعلق ہے اور دوسرے من کا متعلق لفظ بعد مقدر ہے اس حدیث شریف میں اور آنے والی حدیث شریف میں ما بین عدن وعمان (عمان ع کے فتح اور میم کی تشدید کے ساتھ ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے) اور حدیث شریف میں بین صنعاء والمدینۃ اور اس جیسی روایات کے درمیان تطبیق اس طرح ہے کہ یہ سب روایتیں تقریبی انداز کے طور پر ہیں نہ کہ حد بندی کیلئے اور سامعین کے الگ الگ معلومات کے مطابق ہیں۔ علامہ قاضی رحمہ اللہ نے فرمایا حوض کی مقدار میں احادیث شریفہ میں جو اختلاف ہے وہ اس لئے ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کے لئے بطور مثال اور بطور تخمینہ ایسی ہی مقدار بیان فرمائی ہے جس کو وہ جانتے تھے اور انہوں نے اسی کی روایت کیا۔ (مرقات)

برف سے زیادہ سفید اور دودھ میں ملے ہوئے شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اسکے برتن تاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں، میں دوسرے لوگوں کو اس سے ایسے روکونگا جیسے کوئی آدمی دوسرے لوگوں کے اونٹوں کو اپنے حوض سے روکتا ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ اس روز ہمیں پہچانیں گے فرمایا ہاں تمہاری ایک نشانی ہوگی جو کسی اور امت کیلئے نہیں ہوگی، تم میرے پاس آؤ گے اس حال میں کہ وضو کے اثر سے تمہارے چہرے اور ہاتھ پیر چمکتے رہیں گے۔ (مسلم)

210/6742 ﴾ مسلم کی ایک میں سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ تو اس میں آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر سونے اور چاندی کو لوٹے دیکھے گا۔

211/6743 ﴾ اور مسلم کی ایک دوسری روایت ہے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانی سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شریں ہے اس میں دو پرنالے گرتے ہیں جو جنت سے اس میں جاری ہوتے ہیں ان میں

---

1 ﴾ **قوله واحلى من السعل باللبن** (اس شہد سے بھی شیریں جو دودھ کے ساتھ ملایا گیا ہو) یعنی دودھ میں ملا ہوا۔ (مرقات)

2 ﴾ **قوله نعم لكم سيما الخ** (ہاں تمہاری ایک نشانی سے مراد مذکورہ وصف ہونا ظاہر ہے یہ دونوں اس امت کی خصوصیات سے ہیں اگرچہ وضو کے بارے میں اختلاف موجود ہے کہ کل انبیاء کرام اور انکی امتوں کیلئے تھا یا نہیں اس امت کیلئے تو ضرور ہے بعض نے کہا انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کیلئے تو تھا انکی امت کیلئے نہیں اس میں امت مرحومہ کیلئے ایک عظیم فضیلت اور بڑا رتبہ ہے۔ (مرقات)

سے ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔ (مسلم)

212/6744 سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض کی لمبائی عدن سے مقام بلقاء کے عمان تک ہے اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اسکے آب خورے آسمان کی تاروں کے تعداد میں ہیں جو اس سے ایک گھونٹ پئے گا اسکے بعد کبھی پیاسا نہ ہوگا لوگوں میں سب سے پہلے اس پر آنے والے پراگندہ بال، سیدھے سادھے لباس والے مہاجر فقراء ہیں جو مالدار عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے ہوں اور دروازے انکے لئے کھولے نہ جاتے ہوں۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

213/6745 حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض پر تم سے پہلے رہونگا جو میرے پاس سے گذرے گا پئے گا جو پئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، اور میرے پاس چند لوگ آئینگے میں انہیں پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے

---

1 **قولہ احدھما من ذھب والاخر من ورق** (ان میں سے ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے) ان دو (دھاتوں) سے زرد اور سفید مختلف رنگوں سے زینت دینا مقصود ہے اس لئے نہیں کہ وہاں سونا کمیاب ہے، یہ قول دنیوی حکم پر قیاس کی بنیاد پر ہوگا۔ (مرقات)

2 **قولہ الی عمان البلقاء** (مقام بلقاء کے عمان تک) ع کے ضمہ اور میم کے تشدید کے ساتھ لفظ بلقاء (با کو فتحہ اور لام کو جزم اور ق کے بعد الف ممدودہ کے ساتھ) کا مضاف ہے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ بلقاء ملک شام کا ایک شہر ہے اور عمان وہاں کا ایک موضع یہ اس سے قربت کی وجہ سے اضافت کی گئی جیسا کہ امام عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا معنی یہ ہے کہ آخرت میں میرے حوض کی کشادگی کی مقدار دنیا میں ان دو جگہوں کے درمیان کا فاصلہ ہے پھر جان لو کہ حوض کی مسافت مقرر

پھر میرے اور انکے درمیان رکاوٹ ڈالدی جائیگی، تو میں کہونگا وہ میرے ہیں تو کہا جائیگا آپ نہیں جانتے ہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئے کام کئے تو میں کہوں گا میرے بعد دین میں تبدیلی کرنے والے کیلئے دوری ہے۔ (متفق علیہ)

214/6746 حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ اترے حضور ﷺ نے فرمایا حوض پر آنے والوں کا تم ایک لاکھواں حصہ بھی نہیں ہو پوچھا گیا تم اس دن کتنے تھے کہا سات سو یا آٹھ سو۔ (ابوداؤد)

کرنے میں احادیث شریفہ مختلف ہونا جیسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث شریف مابین ایلۃ وصنعاء اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مروی حدیث شریف کما بین جرباء واذرح اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مروی حدیث شریف ومسیرۃ شہرین اور حارثہ بن وہب کی مروی حدیث شریف کما بین نعاء والمدینۃ اور اس جیسی۔ اس بات پر مبنی ہیں کہ حوض کے زیادہ طول وعرض کی تصویر کشی مقصود ہے بعینہ اسکی مقدار متعین کرنا اور حصر کرنا مقصود نہیں اسی لئے ہر جگہ حدیث شریف سننے والے مقصد جاننے کے موافق آئی ہے اور یہ بات بعید نہیں کہ دیکھنے والوں کے خیال اور پینے والوں کی جگہ اور انکے سینوں کی کشادگی وعدم نظر مختلف ہونے کے سبب اختلاف پایا جائے جیسے قبر کی وسعت، جنت کے منازل سالکین کی بہ نسبت مختلف ہوتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم** (مرقات)

1 **قولہ ما احدثوا بعدک** (وہ آپ کے بعد کیا نئے نئے کام کئے) یعنی بے دین ہوجانا کیونکہ تمام گناہ مومن کو حوض پر آنے اور اسکا پانی پینے سے نہیں روکتے۔ (مرقات)

2 **قولہ ما انتم جزء من مائۃ الف جزء الخ** (تم ایک لاکھواں حصہ بھی نہیں ہو) آنحضور ﷺ پر ایمان لانے والوں اور جن وانس میں سے آپ کی تصدیق کرنے والوں کی کثرت مراد لیتے ہیں۔ (مرقات)

215/6747 حضرت سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا ایک حوض ہے اور وہ اس بات پر فخر کرینگے کہ ان میں سے کس کے پاس آنے والے زیادہ ہیں اور میں یقیناً امید⁽¹⁾ رکھتا ہوں کہ جن کے پاس سب سے زیادہ آنے والے ہیں وہ میں ہوں گا۔ (ترمذی)

216/6748 حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنین قیامت کے دن روکدئے جائینگے یہاں تک کہ وہ اسکی وجہ سے فکر مند ہوجائیں گے اور کہینگے اگر ہم اپنے رب کی بارگاہ میں سفارش لے جائیں تو وہ ہمیں اس جگہ سے چھٹکارا دیگا پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوکر عرض کرینگے آپ انسانوں کے والد حضرت آدم ہیں اللہ تعالی نے آپکو اپنے دست قدرت سے بنایا اور اپنی جنت میں رکھا اور آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپکو ہر چیز کے نام بتایا آپکے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے تا آنکہ ہمیں ہماری اس جگہ سے نجات دیئے، آپ فرمائینگے میں تمہارے لئے اس منصب پر فائز نہیں ہوں اور وہ اپنی خطا کو یاد کریں گے جو انہوں نے کیا تھا یعنی وہ جو درخت کھائے⁽²⁾ تھے، جبکہ اس سے آپکو منع کیا گیا تھا لیکن تم سے پہلے ہی

1۔ قولہ وانی لا رجوا ان اکون اکثرھم واردۃ (میں یقیناً امید رکھتا ہوں کہ جن کے پاس سب سے زیادہ آنے والے ہیں وہ میں ہونگا) شاید اظہار امید یہ بتادے جانے سے پہلے ہے کہ حضور ﷺ کی امت جنت میں اسی (۸۰) صف اور باقی امتیں چالیس صف ہونگیں جیسا کہ گذر چکا۔ (مرقات)

2۔ قولہ اکلہ من الشجرۃ (جو درخت کھائے تھے) نصب کے ساتھ لفظ خطیئہ سے بدل ہے یعنی درخت سے اپنے

حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جنکو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کے پاس بھیجا، وہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے آپ فرمائینگے تمہارے لئے اس درجہ میں نہیں ہوں اور وہ اپنی خطا کو یاد کریں گے جو انہوں نے اپنے رب سے بغیر علم کے سوال کیا تھا لیکن تم حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے پاس جاؤ فرمایا وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے آپ فرمائینگے میں اس مقام میں نہیں ہوں اور آپ اپنی توریہ والی تین باتوں کو یاد کرینگے جو بظاہر خلاف واقعہ آپ نے فرمایا تھا اور لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ ایسے بندے ہیں جنہیں

کھانے کو یاد کرینگے یہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مبہم محذوف کا بیان ہونا بھی درست ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فسواهن سبع سموات**۔ (مرقات)

1 ◄ **قوله اول نبی بعثه الله الخ** (پہلے ہی جن کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا) اس اولیت میں اشکال پیدا کیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نبی مرسل ہیں اسی طرح حضرت شیث وحضرت ادریس اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی۔

جواب دیا گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام نبی مبعوث یعنی رسول ہیں اور آپ سے پہلے انبیاء کرام رسول نہیں تھے جیسے حضرت آدم وحضرت ادریس علیہما السلام مؤرخین کے بیان کے مطابق آپ (ادریس علیہ السلام) حضرت نوح علیہ السلام کے نبی ہیں اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہونگے پس حضرت ادریس علیہ السلام نبی مرسل ہونے کے باوجود حضرت نوح علیہ السلام نبی مبعوث ہونا صحیح ہے۔ البتہ حضرت آدم علیہم السلام دو ذوات اگرچہ رسول ہیں مگر حضرت آدم علیہ السلام اپنی اولاد کی طرف بھیجے گئے جو کافر نہیں تھے بلکہ آپ انہیں ایمان اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی تعلیم دینے پر مامور تھے اور حضرت شیث علیہ السلام آپکے بعد ان میں آپکے خلیفہ تھے کہ حضرت آدم وادریس علیہما السلام رسول نہیں تھے۔ اور کہا گیا اول نبی بعثہ اللہ یعنی اولوالعزم انبیاء میں اس قول پر کوئی اشکال نہیں۔ (مرقات)

2 ◄ **قوله ثلاث كذبات كذبهن** (توریہ والی تین باتوں کو) بغیر تشدید یعنی بطور توریہ انکو ادا کیا حضرت بیضاوی رحمۃ اللہ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب توریہ والے کلام میں ایک یہ ہے آپکا قول **انی سقیم** دوسرا **بل فعله**

اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمایا اور انہیں شرف کلام سے نوازا اور انہیں سرگوشی کی قربت عطا فرمائی، فرمایا تو وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے آپ فرمائینگے میں اس درجہ میں نہیں ہوں اور اپنی وہ خطا یاد کریں گے جو انہوں نے کیا تھا یعنی ایک شخص کو آپ کا قتل کرنا لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، جو اللہ کے بندے اور اسکے رسول اور روح اللہ ہیں اور اسکا کلمہ ہیں فرمایا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس[1] آئینگے آپ فرمائینگے میں اس درجہ میں نہیں ہوں لیکن تم حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ آپ رب کے وہ بندے ہیں جن کو اللہ نے اگلے پچھلے ہر زمانہ میں خطاب سے معصوم رکھا، آپ نے فرمایا وہ میری خدمت میں حاضر

کبیرھم ھذا اور تیسرا آپکا حضرت سارہ سے فرمانا **ھی اختی** حقیقت یہ ہے کہ مبہم کلام ہے لیکن اسکا ظاہر کذب کا ہم شکل ہے اسی لئے انکا نام اکاذیب رکھا کیونکہ جسکو زیادہ اللہ تعالیٰ کا عرفان ہو اور باعتبار منزلت وہ اس سے زیادہ قریب ہو تو زیادہ آزمائش اور سخت خشیت میں ہوگا۔ انبیاء کرام کی طرف منسوب تمام خطاؤں کا اسی پر قیاس ہے۔ ابن ملک الکامل بھی ان امور کا بھی مواخذہ ہوتا ہے جو غیر کے حق میں عبارت ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے نیک لوگوں کے اچھے اعمال مقربین بارگاہ کیلئے سیئات کے درجہ میں ہیں۔

1 ﴾ **قولہ فیاتون عیسیٰ فیقول لست ھناکم الخ** (وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے آپ فرمائیں گے میں اس درجہ میں نہیں ہوں) آپکا بلا ارادہ عمل مذکور نہ ہونے کے باوجود آپ نے یہ فرمایا شاید آپکے حق میں نصاریٰ کے اس افتراء سے حیاء کرتے ہوئے کہ آپ ابن اللہ ہیں اور اس جیسی (ابن الملک شرح المشارق میں)۔

2 ﴾ **قولہ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وما تأخر** (جنکو اللہ نے اگلے پچھلے ہر زمانہ میں خطا سے معصوم رکھا) یعنی مقام شفاعت عظمیٰ سے آپکو کوئی روکنے والا نہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ ان الفاظ سے ہے جنکے معنیٰ میں علماء نے اختلاف کیا ہے، حضرت قاضی نے فرمایا کہا گیا متقدم یعنی جو قبل نبوت ہو اور متأخر یعنی اعلان نبوت کے بعد آپکی عصمت ہے، اور کہا گیا: حضور پاک ﷺ سے جو اعمال بلا ارادہ صادر ہوئے وہ مراد ہیں، طبری نے اسکو ذکر کیا اور امام قشیری رحمہ

ہونگے تو میں اپنے رب سے اسکے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہونگا مجھے حاضری کی اجازت ملیگی جب اسکے دیدار سے مشرف ہونگا تو سجدہ ریز ہوجاؤں گا اللہ تعالی جتنا چاہے مجھے اسی حالت میں چھوڑے رکھے گا پھر فرمائے گا سر اٹھایئے اے محمد ﷺ کہئے تمہاری بات سنی جائے گی، اور

اللہ نے اسکو اختیار کیا اور کہا گیا: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت آدم کے جو گذر گئے اور جو آپکی امت کے آئندہ ہونے والی خطائیں۔ اور کہا گیا، مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اگر آپکا ذنب ہوتا تو بھی مواخذہ نہیں ہوتا اور کہا گیا اس میں بتاتا ہے کہ آپ گناہوں سے پاک ہیں۔

1 ﴿ **قولہ فیاتونی** (وہ میری خدمت میں حاضر ہوں گے) حضرت شیخ محی الدین رحمہ اللہ نے فرمایا پہلے حضرت آدم اور آپکے بعد انبیاء کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم سے پوچھنے کا ان پر اللہ تعالی الہام کرنے میں اور ہمارے نبی ﷺ سے عرض کرنے کا الہام نہ کئے جانے میں حکمت ہمارے نبی ﷺ کا اظہار فضیلت ہے کیونکہ اگر وہ پہلے حضور اکرم ﷺ سے عرض کرتے تو احتمال رہتا کہ دوسرے اس بات پر قدرت رکھتے ہیں اب رہا جب انہوں نے اللہ تعالی کے دیگر رسل اور اصفیاء سے پوچھا تو وہ سب رک گئے اور حضور اکرم ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا اور انکا مقصود حاصل ہوا تو یہ اعلی منزلت اور کمال قرب کی انتہاء ہے اور اس میں تمام مخلوق چاہے رسل ہوں یا عام آدمی، مقرب فرشتے سب پر آپکی فضیلت بتانا ہے کہ یہ عظیم الشان مرتبہ ہی شفاعت عظمیٰ ہے حضور اکرم ﷺ کے سوا کوئی آگے بڑھنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ (مرقات)

2 ﴿ **قولہ فأستاذن علی ربی فی دارہ** (تو میں اپنے رب سے اسکے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہوں گا) یعنی میرے رب کے حرم میں داخلہ کی اضافت جگہ کو شرف بخشنے کیلئے ہے اس سے وہ مقام خاص مراد ہے جس میں آنحضور ﷺ کے سوا کوئی داخل نہیں ہوسکتا اس جگہ حجابات اٹھا دیئے جائیں گے ایک قول کے مطابق یہ جگہ عرش معلی کے نیچے ہے۔ (مرقات)

3 ﴿ **قولہ فیؤذن لی علیہ** (مجھے حاضری کی اجازت ملیگی) حضور پاک ﷺ کا گذارش کیلئے پروردگار کے حرم خاص میں اپنی جائے مقدس سے آنا اسلئے ہے کہ پیشی اور حساب کا مقام شہنشاہت کی جگہ ہے اور شفیع کا حق ہے کہ مقام کرامت و بزرگی پر

سفارش کیجئے سفارش قبول کی جائے گی۔ جو مانگئے عطا کئے جاؤ گے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور میرے رب کی وہ ثناء اور حمد کروں گا جو مجھے وہ سکھائے گا پھر میں سفارش کروں گا تو ایک حد مقرر کی جائے گی میں انہیں دوزخ[1] سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا پھر دوسری بار لوٹ کر آوں گا میرے رب کے دربار میں اجازت چاہوں گا مجھے اس کی اجازت ملے گی جب اس کے دیدار سے مشرف ہوں گا تو سجدہ ریز ہو جاؤں گا اللہ تعالیٰ جتنا چاہے گا اس حالت میں رہنے دے گا پھر فرمائے گا اے محمد ﷺ سر اٹھایئے کہئے آپ کی بات سنی جائے گی اور سفارش قبول کی جائے گی اور جو مانگئے

فائز ہوں تو شفاعت اپنی جگہ آ گئی اسی لئے حضور پاک ﷺ کو قیامت میں مقام خوف سے نکل کر مقام شفاعت وکرامت کی جگہ تشریف لے جانے کا اشارہ ملا یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی خدمت کے وقت گذارش رکھتا ہے تاکہ قبولیت کا زیادہ حق رکھے۔ (مرقات)

1 ﴾ **قولہ فاخرجھم من النار** (میں انھیں دوزخ سے نکال لوں گا) اشکال پیدا کیا گیا کہ حدیث شریف کے ابتداء میں موقف سے چھٹکارا دینے کیلئے سفارش چاہنا ہے اور آخر میں انہیں دوزخ سے نکالنے کیلئے اس کی توجیہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ شاید مومنین کی دو جماعتیں ہونگیں ایک کو (حساب کیلئے) ٹھیرے بغیر دوزخ کی طرف لے جایا جائیگا اور ایک فریق کو محشر میں روکدیا جائیگا پس پہلے انکی شفاعت کا ذکر فرمائے پھر دوسروں کی شفاعت بیان فرمائے اور ابتداء کتاب میں جیسا کہ ہم نے بتایا شفاعت کی چند اقسام ہیں ان میں سے دو قسمیں بتائی گئی اور دوسری اقسام چھوڑی گئیں اسی لئے کلام میں اختصار ہے۔

یہ کہا جانا بھی ممکن ہے کہ انہیں اس آگ سے نکالنا مراد ہے جس میں داخلے کے وہ مستحق تھے کیونکہ گنہگاروں کے معاملہ کی انتہاء انکا دوزخ میں جانا ہے پہلے ہی مرحلہ میں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مصیبت کو ان سے دور فرمادیا تو وہ داخل نہ ہوئے انکو دوزخ سے نکالنے کا یہی مطلب ہے داخل ہونے کے بعد بالفعل نکالنا مراد نہیں یہ اس قول کی طرح جب کوئی ایسا کام کرے جو ہلاکت میں پڑنے سے روکے تو کہا جاتا ہے اس نے ہلاکت سے بچالیا۔ اب رہا یہ کہنا کہ نار سے سورج کی روشنی کی سختی مراد ہے اور نکالنے سے مراد اس سے چھٹکارا دلانا ہے یہ بعید ہے۔ (لمعات)

عطا کیا جاؤ گے فرمایا میں اپنا سر اٹھاؤنگا اور میرے رب کی وہ حمد وثناء بیان کرونگا جو وہ مجھے سکھائیگا پھر میں سفارش کرونگا میرے لئے ایک حد مقرر کی جائیگی میں نکلونگا اور انہیں دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا پھر تیسری بار لوٹ کر آؤنگا میرے رب کے دربار میں داخلہ کی اجازت چاہونگا مجھے اس کی اجازت مل جائیگی جب اسکے دیدار سے مشرف ہوجاؤنگا تو سجدہ ریز ہوجاؤنگا اللہ تعالی جتنا چاہے مجھے اس حالت میں رہنے دیگا پھر فرمائیگا اے محمد ﷺ سر اٹھایئے کہیئے آپکی سنی جائیگی سفارش کیجئے آپکی سفارش قبول کی جائیگی جو مانگئے عطا کئے جاؤ گے فرمایا میں اپنا سر اٹھاؤنگا اور میرے رب کی وہ ثناء وحمد کروں گا جو وہ مجھے سکھائیگا پھر میں سفارش کرونگا تو میرے لئے ایک حد مقرر کی جائیگی میں چلوں گا اور انہیں دوزخ سے نکالونگا اور جنت میں داخل کرونگا یہاں تک کہ دوزخ میں سوائے اسکے کوئی باقی نہ رہیگا جسکو قرآن شریف نے روکا ہے یعنی جن کو دوزخ میں ہمیشہ پڑے رہنا واجب ہوچکا ہے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر اٹھائے گا فرمایا یہ مقام محمود ہے جس کا تمہارے نبی سے رب نے وعدہ فرمایا۔ (متفق علیہ)

217/6749 حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ سے عرض کیا گیا مقام محمود کیا ہے فرمایا وہ دن[1] ہے جس میں اللہ تعالی اپنی کرسی پر نزول

---

1 قولہ ذلك يوم (وہ دن ہے) اگر کہا جائے سوال وجواب کے درمیان مطابقت کا کیا طریقہ ہے جواب دیا گیا جواب پر

فرمائے گا وہ ایسے چرچرائیگی جیسے نیا کجاوہ تنگی کی وجہ سے چرچراتا ہے جبکہ اسکی وسعت زمین و آسمان کے درمیان کی وسعت کی طرح ہے اور تمہیں ننگے پاؤں ننگا بدن اور بے ختنہ لایا جائیگا سب سے پہلے جنہیں لباس پہنایا جائیگا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیگا میرے خلیل کو پہناؤ جنت کی چادروں سے دو سفید چادریں لائی جائینگی پھر آپکے بعد مجھے پہنایا جائیگا پھر میں اللہ تعالیٰ کی داہنی جانب افروز ہونگا اولین و اخرین میری تعریف کرینگے۔ (دارمی)

218/6750 ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا لوگ ایک دوسرے میں مختلط ہونگے آدم علیہ السلام کے پاس آئینگے عرض کرینگے آپکے رب کی بارگاہ میں سفارش کیجئے آپ فرمائینگے میں اسکے لئے نہیں ہوں تمہیں ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانا ضروری ہے کہ آپ رحمٰن کے دوست ہیں وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئینگے آپ کہینگے میں اسکے لئے نہیں ہوں موسیٰ علیہ السلام کے پاس جانا تم پر ضروری ہے کہ آپ کلیم اللہ ہیں وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئینگے آپ کہینگے میں اسکے لئے نہیں

رہنمائی کرنے والا حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے "ثم اقوم عن یمین اللہ" مگر حضور اکرم ﷺ نے اول وقت جس میں مقام محمود کا مرحلہ ہوگا اور اس میں پیش آنے والی ہولناکیوں کو بیان فرمایا کہ دلوں میں بڑی عظمت بیٹھ جائے پھر اپنے اس فرمان "ثم اقوم عن یمین" اللہ سے جواب کی طرف اشارہ فرمایا جواب کا ماحصل یہ ہے کہ مقام محمود وہ مقام ہے جس میں روز محشر میں اللہ تعالیٰ کے داہنے جانب رہوں گا۔ (مرقات)

1 ﴾ **قولہ فکیون اول من یکسی ابراھیم** (جنہیں لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں) قریب ہی اس کے بارے میں بحث گذر گئی۔

ہوں مگر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانا ضروری ہے کہ آپ روح اللہ اور اسکا کلمہ ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئینگے میں اسکے لئے نہیں ہوں مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا تم پر ضروری ہے وہ سب میرے پاس آئینگے میں کہونگا میں اسکا حقدار ہوں پھر رب سے اجازت چاہونگا تو مجھے اجازت دیدی جائیگی اور مجھ پر اُن محامد کا الہام کریگا جن سے میں رب کی حمد بجالاؤنگا اب وہ میری توجہ میں نہیں ہیں اُن محامد سے اسکی تعریف کرونگا اور میں اسکے لئے سجدہ ریز ہوجاؤنگا کہا جائیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھایئے کہیۓ آپکی بات سنی جائیگی اور جو مانگئے عطا کئے جاؤگے اور سفارش کیجیۓ آپکی سفارش قبول کی جائیگی میں عرض کرونگا اے رب میری[1] امت میری امت کہا جائیگا تشریف لے چلئے پھر میں اس سے اسکو نکالونگا جسکے دل میں جو کے دانہ کے وزن[2] ایمان ہوگا میں چلونگا یہ کام انجام دونگا پھر لوٹ کر آؤنگا وہی محامد سے اسکی حمد بجالاؤنگا پھر اسکے لئے سجدے میں گرجاؤنگا تو کہا جائیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھایئے کہیۓ آپکی بات قبول کی جائیگی اور جو مانگئے کئے جاؤگے اور سفارش کیجیۓ سفارش قبول کی جائیگی میں عرض کرونگا

---

1 ﴾قولہ یا رب امتی امتی (اے رب میری امت میری امت) سابقہ حدیث شریف کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ قضیہ تمام انسانوں میں ہے اور یہ (حدیث شریف) اس امت کی تخصیص بتاتی ہے یا تو یہ دو قضیے ہیں یا ابتدا امت سے ہوگی اور انجاب پر اللہ اعلم ۔ (لمعات)

2 ﴾قولہ مثقال شعیرہ من ایمان (جو کے دانہ کے وزن ایمان ہوگا) نے اصل ایمان کی تاویل میں علماء نے جو اختلاف کیا ویسا ہی اس کلام کی تاویل میں اختلاف کیا، صحیح تاویل یہ ہے کہ جو، ذرہ، دانہ، رائی کا دانہ انکے مقدار بتائے گئے حکم سے اس شی کے سوا مراد لی جائے جو حقیقت ایمان ہے جیسے نیک اعمال اور وہ قلوب میں ایمان کے ثمرات، ایقان کے اثر،

اے میرے پروردگار میری امت میری امت کہا جائیگا تشریف لے چلئے تو میں جسکے دل میں اک ذرہ یا رائی کا دانہ برابر ایمان ہو اسکو نکالونگا میں چلونگا اور کام انجام دونگا پھر لوٹ کر اللہ تعالی انہی محامد سے تعریف کرونگا پھر اسکے لئے سجدہ میں پڑونگا کہا جائیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھایئے کہئے آپکی بات قبول کی جائیگی اور جو پوچھئے عطا کئے جاؤگے اور سفارش کیجئے آپکی سفارش قبول کی جائیگی میں عرض کرونگا اے میرے پروردگار میری امت میری امت کہا جائیگا تشریف لے چلئے تو میں اس شخص کو نکالونگا جسکے دل میں ادنی ادنی رائی کے دانہ کے وزن ایمان ہو تو اسکو میں دوزخ سے نکالونگا میں چلونگا اور کام انجام دونگا پھر چوتھی بار لوٹ کر آؤنگا انہی محامد سے تعریف کرونگا پھر اسکو سجدہ کرونگا کہا جائیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھایئے اور کہئے آپکی بات سنی جائیگی اور جو مانگئے عطا کئے جاؤگے اور سفارش کیجئے سفارش قبول کی جائیگی میں عرض کرونگا اے میرے پروردگار مجھے اس شخص کے بارے میں اجازت عطا فرما جو **لا الہ الا اللہ** کہا اللہ تعالی فرمائے گا وہ آپ کے لئے نہیں لیکن میرے غلبہ وجلال اور کبریا وعظمت کی قسم میں ضرور بہ ضرور اس سے **لا الہ الا اللہ** کہنے

عرفان کی چمک ہے، کیونکہ حقیقت ایمان جو خاص تصدیق قلبی ہے اسی طرح زبان پر جاری اقرار ہے اس (حقیقت) میں محققین کے مذہب کے مطابق اجزاء بنا اور متفرق ہونا نہیں آتا۔ انکے علاوہ دوسروں نے جو کہا اسکو اختلاف لفظی اور نزاع صوری پر محمول کرتے ہیں ان الفاظ کے بعد ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث شریف اس توجیہ کی موید ہے یعنی آپکا یہ فرمان کہ ارحم الرحمین کے سوا کوئی باقی نہ رہیگا دوزخ سے ایک قبضہ لے گا تو ایسی قوم کو نکالے گا جو کبھی نیک عمل نہیں کئے تھے۔ (مرقات)

والے کو نکالوں گا۔ (بخاری، مسلم)

219/6751 ﴿ حضرت حذیفہ وحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے ان دونوں نے فرمایا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائیگا مومنین کھڑے ہونگے یہاں تک کہ جنت انکے قریب کردی جائیگی وہ سب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے عرض کرینگے اے ہمارے والد محترم ہمارے لئے جنت کھلوایئے آپ فرمائینگے تمہیں جنت سے تمارے والد کے بلاارادہ عمل نے ہی نکالا میں اس مقام والانہیں میرے صاحبزادے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائینگے میں اس مقام والانہیں میں تو

1 ﴿ **قولہ لا خرجن منها من قال لا الہ الا اللہ** (میں ضرور بہ ضرور اس سے لا الہ الا اللہ کہنے والے کو نکالوں گا) قاضی رحمہ اللہ نے کہا یہ آپکے لئے نہیں ہے میرے نام کی تعظیم اور میری توحید کی تکریم کیلئے یہ میں کرونگا اور یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث **اسعد الناس بشفاعتی** میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے عموم کی تخصیص، اور اپنے عموم پر جاری رہنے کا احتمال ہے، یہ کسی حالت یا کسی دوسرے مقام پر محمول کیا جائیگا علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب ہم اسکی تفسیر جو اللہ تعالیٰ سے مختص ہے ثمرہ سے خالی تصدیق سے کریں اور ذکر کریں کہ جسکے ساتھ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختص ہیں وہ ازدیاد یقین وعمل کے ثمرہ کے ساتھ ایمان ہے تو کوئی اختلاف نہیں اور ہمارے محققین علماء میں سے ایک شارح نے فرمایا **لا الہ الا اللہ** پڑھنے والے کو دوزخ سے نکالنا آپکے لئے نہیں میں لفظ لک **الیک** کے معنی میں ہے یعنی آپکے سپرد نہیں اگر چہ ان میں آپکا شفاعت کا اعلیٰ مقام ہے یا آپکی وجہ سے وہ کام کرنے والے نہیں بلکہ کرم اور احسان کے طور پر وہ کام کرنے کا ہم زیادہ حق رکھتے ہیں پھر اس حدیث شریف کی وضاحت کی کہ جو بالکل اچھا عمل نہ کیا ہو اسکو دوزخ سے نکالنے کا حکم شفاعت کی تعریف سے خارج ہے بلکہ وہ خالص کرم کی طرف منسوب اور اسکے حوالے ہے۔

دور دور سے خلیل[1] ہوں موسیٰ علیہ السلام کا قصد کرو جنکو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونگے آپ کہینگے میں اس مقام والا میں ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جواللہ کا کلمہ اور اسکی روح ہیں عیسیٰ علیہ السلام فرمائینگے میں اس مقام والانہیں تو وہ سب حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئینگے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی جائیگی اور امانت وصلہ رحمی بھیجے جائینگے اور پل صراط کے سیدھے اور بائیں دو جانب کھڑے[2] ہونگے تم میں سب سے اول بجلی کی طرح گذرینگے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان کونسی شئی بجلی کے گذرنے کی طرح ہے حضور نے فرمایا کیا تم نے بجلی نہیں دیکھا پلک جھپکنے میں کیسے جاتی اور آتی ہے پھر ہوا گذرنے کی طرح پھر پرندہ گذرنے کی طرح لوگوں کی دوڑ کی طرح انکے اعمال نہیں لے چلینگے اور تمہارے نبی صراط پر تشریف فرما کہتے ہونگے اے رب سلامت رکھ، سلامت رکھ، یہاں

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث شریف اسعد الناس اور اس حدیث شریف کے درمیان تطبیق اگر پہلے معنی کے مطابق ہو تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کے سبب نکالا۔ اور دوسرے معنی کے مطابق یہ ہے کہ حدیث اول میں من قال لا الہ الا اللہ کی مراد وہ امتیں ہیں جو اپنے انبیاء پر ایمان لائے مگر دوزخ کے مستحق ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کی امت میں سے وہ لوگ جو ایک عمل کو اچھے سے اور دوسرے کو برے سے ملا دیا۔ (مرقات)

1 ﴿ **قوله کنت خلیلا من وراء وراء** (میں تو دور دور سے خلیل ہوں) اسکا مفہوم یہ ہے کہ مجھے یہ مقام بواسطہ جبرئیل ملا میں موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے ہوں جنہیں بلا واسطہ کلام حق سننے کا شرف ملا اور آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہیں جنہیں بلا واسطہ کلام حق سننے اور رویت باری کا شرف ملا میں پیچھے پیچھے ہوں۔ (لمعات)

2 ﴿ **قوله فیقو مان جنبتی الصراط الخ** (پل صراط کے دونوں جانب کھڑے ہوں گے) حدیث شریف میں انکا حق ادا کرنے میں توجہ اور انکا اہتمام کرنے پر ابھارنا ہے (مرقات)

تک کہ بندوں کے اعمال عاجز آئینگے حتی کہ ایک شخص آئیگا چلنے کی طاقت نہ رکھے گا مگر گھسیٹ کر اور صراط کے دو جانب کام پر مامور لٹکے ہوئے کانٹے ہونگے جس پر مامور ہونگے اسکو پکڑ لینگے زخمی نجات والا ہے اور بیڑیوں سے جکڑا ہوا دوزخ میں ہے اسکی قسم جسکے قبضہ میں ابوہریرہ کی جان ہے جہنم کا گڑھا ستر سال کی مسافت کا ہے۔ (مسلم)

220/6752 ﴾ حضرت حذیفہ حدیث شفاعت میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا امانت اور صلہ رحمی بھیجے جائینگے وہ دونوں صراط کے داہنے اور بائیں جانب کھڑے ہونگے۔ (مسلم)

221/6753 ﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرمایا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گوشت لایا گیا اور شانہ خدمت میں پیش کیا گیا آنحضور اسکو پسند فرماتے تھے اس میں سے کچھ تناول فرمائے پھر ارشاد فرمائے میں بروز حشر تمام لوگوں کا سردار ہوں جس[1] دن لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہونگے، سورج قریب ہوگا تو لوگوں کو اس قدر غم اور مصیبت لاحق ہوگی جس کی وہ طاقت نہیں رکھیں گے، لوگ کہینگے کیا تم اس ذات کو نہیں دیکھتے جو تمہارے رب کے پاس تمہاری شفاعت کریں تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور شفاعت کی حدیث

---

1 ﴾ **قولہ یقوم الناس لرب العالمین** (جس دن لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے) آپکے فرمان **یوم القیامۃ** کا بدل ہے۔ (مرقات)

شریف ذکر کی اور فرمایا میں آؤنگا عرش کے نیچے آکر میرے رب کیلئے سجدہ میں جاؤنگا پھر اللہ تعالی مجھ پر اپنے محامد اور بہترین تعریف سے کچھ القفاء فرمایگا مجھ سے پہلے کسی پر القفاء نہیں کیا پھر فرمایگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر انور اٹھایئے اور جو مانگئے عطا کئے جاؤ گے اور سفارش کیجئے قبول کی جائیگی میں اپنا سر اٹھاؤنگا اور عرض کرونگا میری امت یا الٰہی میری امت یا الٰہی کہا جائیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سے جن پر کوئی حساب نہیں جنت کے دروازوں میں سے داہنے دروازے سے جنت میں داخل کیجئے جبکہ وہ سب اسکے سوا دیگر دروازوں میں لوگوں کے ساتھ حق دار ہیں پھر فرمایا اس ذات کی قسم جسکے قدرت میں میری جان ہے بے شک جنت کے پٹوں میں دو پٹوں کے درمیان والا فاصلہ مکہ اور ہجر کے درمیان والا فاصلہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

222/6754 حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالی کے اس کلام کی تلاوت

---

1 **قوله فاتی تحت العرش** (میں عرش کے نیچے آؤں گا)
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث شریف علی ربی فی دارہ اور اس حدیث شریف میں بطریق جمع یہ کہا جائے کہ اللہ کا دار جنت ہے اور جنت عرش کے نیچے ہے۔ (مرقات)

2 **قوله فی ابراهیم** (ابراہیم کے بارے) یعنی سورۂ ابراہیم میں یا آپ سے متعلق حکایت بیان کرتے ہوئے۔ (مرقات)

فرمائی اے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا جو میری اتباع کیا وہ مجھ سے ہے اور حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے کہا تو انہیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک اٹھا کر کہا اے اللہ میری امت اور رونے لگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور آپکا رب زیادہ جانتا ہے آپ سے پوچھو کونسی چیز آپکو رلاتی ہے جبریئل علیہ السلام خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اسکی رب کو خبر دی اللہ تعالیٰ نے جبریئل علیہ السلام سے فرمایا (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور عرض کرو بے شک ہم آپکی امت کے بارے میں آپ کو راضیؒ کریں گے اور آپ کو رنجیدہ نہ ہونے دیں گےؒ۔ (مسلم)

---

1 ﴿**قوله قال عیسی** (عیسیٰ علیہ السلام نے کہا) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ مصدر ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے **قال قولاً وقالاً وقیلاً**۔ **قال** عیسیٰ میں لفظ مصدر ہے، اور مضاف مضاف الیہ ہے جیسے کہا جاتا ہے **قال قولا وقالا وقیلا** اور اسکو **تلا** کے مفعول پر عطف کیا گیا ہے یعنی **تلا قول الله وقول عیسیٰ** اللہ کے قول اور عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی تلاوت فرمائی۔ فعل کے مفعول پر عطف کرتے ہوئے لفظ عیسیٰ کا مضاف بنایا گیا یعنی **تلا قول الله وقول عیسیٰ**۔ (مرقات)

2 ﴿**قوله سنرضیك في امتك** (ہم آپکی امت کے بارے میں آپ کو راضی کریں گے) بعض علماء نے فرمایا: سیدنا محمد ﷺ راضی نہ ہونگے جب تک آپکی امت سے ایک بھی دوزخ میں ہو۔ (مرقات)

3 ﴿**قوله رواه مسلم** (جس کو مسلم نے روایت کی) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث شریف چند متنوع فوائد پر مشتمل ہے (۱) حضور اکرم ﷺ کی امت پر کمال مہربانی اور انکی ضروریات پر توجہ اور انکے معاملہ میں اہتمام کا بیان (۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان **سنرضیك في امتك ولا نسوئك** (آپکی امت کے حق میں آپکو عنقریب راضی کرینگے

223/6755 سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب کی جانب سے میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے میری نصف امت کو جنت میں داخل کئے جانے اور شفاعت کے بارے میں اختیار دیا تو میں نے شفاعت کو اختیار کیا۔ اور شفاعت اس شخص کے لئے ہوگی جو اس دار فانی سے اس حالت میں کوچ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

224/6756 سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت کے لئے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوش نصیب وہ شخص ہوگا جو خلوص دل یا صدق جان سے اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (بخاری)

225/6577 سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اور آپکو تکلیف نہ دینگے) سے جو وعدہ فرمایا ہے اسکی اس امت کیلئے عظیم خوشخبری ہے اور یہ اس امت کیلئے انتہائی پر امید احادیث سے ہے (۳) اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی بلندی کا بیان اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیلئے بھیجنے میں حکمت آپکی قدر و منزلت کا اظہار ہے اور یہ بتاتا ہے کہ آپ اس بلند و بالا مرتبہ پر فائز ہیں کہ آپکو راضی کیا جاتا اور اکرام کیا جاتا ہے۔ (مرقات)

1 **قولہ اسعد الناس الخ** (تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوش نصیب) یہاں پر لفظ "**اسعد**" کے معنی میں ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ اپنے صیغہ اسم تفضیل کے معنی میں ہے، بلاشبہ ہر ایک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی سعادت نصیب ہوگی لیکن مخلص مومن اس لئے سب سے زیادہ خوش نصیب ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (بلالحاظ مومن وکافر) تمام مخلوق کو محشر میں کھڑے رہنے کی ہولناکی سے راحت عطا کرنے کے لئے شفاعت فرمائیں گے نیز ابوطالب جیسے بعض کافرین کے حق میں تخفیف عذاب کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ (مرقات)

میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہوگی۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ بروایت حضرت جابرؓ)

1 قولہ شفاعتی لاھل الکبائر (میری شفاعت کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہوگی) اگر شفاعت سے نافرمانیوں اور برائیوں کی بخشش کے لئے شفاعت مراد ہو تو اس صورت میں ''لاھل الکبائر'' میں لام کو اختصاص یعنی صرف اہل کبائر کے لئے شفاعت کے خاص ہونے پر محمول کرنے میں کوئی تعجب نہیں۔ اس لئے کہ گناہ والوں کی نیکیوں اور انکی دنیوی مصائب اور میدان حشر میں ان کا تکالیف کو سہنے کے سبب ان کو چھوٹے گناہ بخش دیئے جائیں گے پس انکو شفاعت کی ضرورت لاحق نہیں ہوگی۔

اور اگر شفاعت سے عمومی معنی مراد لئے جائیں جیسے گناہوں کو معاف کرنا اور درجات کو بلند کرنا تو اسوقت معنی یہ ہونگے کہ شفاعت کبیرہ گناہ والوں کے لئے بھی ہوگی جس طرح صغیرہ گناہ والوں کے لئے ہوگی۔ (وکب الدری)

مرقات میں ہے: طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''شفاعتی'' (میری شفاعت) سے مراد میری وہ شفاعت ہے جو ہلاک ہونے والوں کو نجات عطا کرنے والی ہے اور وہ اہل کبائر کے ساتھ خاص ہے۔

نووی کی شرح مسلم میں ہے: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اہلسنت والجماعت کے پاس عقلی طور پر شفاعت جائز ہے اور نقلا شفاعت کا وجوب ہے، کیونکہ اللہ تعالی کا صریح ارشاد ہے: اس دن شفاعت کام نہیں آئیگی سوائے اس شخص کو جسکے لئے رحمن نے اجازت دی ہو اور اس کے کہنے کے لئے وہ راضی ہوا ہو۔

آخرت میں شفاعت کے صحیح ہونے سے متعلق احادیث وارد ہوئی ہیں جنکی مجموعی تعداد حد تواتر کو پہنچتی ہے۔

تمام سلف صالحین اور تمام اہلسنت والجماعت کا شفاعت کے مسئلہ پر اجماع ہے البتہ خوارج اور بعض معتزلہ اس کے منکر ہیں، ان کا مذہب یہ ہے کہ گنہگاروں کو جہنم میں ہمیشہ رکھا جائیگا کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: پس انکو شفاعت کرونے والوں کی شفاعت نفع نہیں دیگی نیز اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے: ظالمین کے لئے نہ کوئی دوست ہوگا، اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہوگا جسکی بات سنی جائیگی۔

ان کا جواب دیا گیا کہ یہ دونوں آیتیں کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور اس میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ اب رہا ان کا شفاعت کی احادیث کو تاویل کرنا کہ وہ درجات میں اضافہ کے لئے ہوگی تو یہ باطل ہے۔ اس کتاب میں اور دیگر کتابوں

226/6758 سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ چند لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیا تم دوپہر کے وقت صاف آسمان میں سورج کو دیکھنے میں تکلیف محسوس کرتے ہو جبکہ اس کے ساتھ کوئی بادل نہ ہو؟ کیا تم چودھویں رات میں صاف آسمان میں چاند کو دیکھنے میں تکلیف محسوس کرتے ہو جبکہ اس کے ساتھ کوئی بادل نہ ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں یا رسول

میں احادیث کے الفاظ ان کے مذہب کے باطل ہونے اور جن پر جہنم واجب ہوگئی ہے انکو جہنم سے نکالنے میں صریح ہیں۔ میں کہتا ہوں: انہی میں سے یہ حدیث بھی ہے، جس میں کبیرہ گناہ والوں کے لئے جوان کے زعم میں دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جنت میں درجات کے اضافہ کے کوئی معنی نہیں۔

انہوں نے کہا شفاعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور وہ محشر میں ٹھہرنے کی ہولناکی سے راحت دلانا اور حساب میں جلدی کرانا ہے۔

(۲) ایک قوم کو جنت میں بغیر حساب وکتاب کے داخل کرنا۔ اور یہ شفاعت بھی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگی۔

(۳) ایسی قوم کے لئے شفاعت کرنا جس پر جہنم واجب ہوگئی ہو تو ان کے حق میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جنکو اللہ تعالیٰ چاہیگا وہ شفاعت کریں گے۔

(۴) ان گنہگاروں کے حق میں جو جہنم میں داخل ہو گئے ہیں، یقیناً احادیث وارد ہوئی ہیں کہ انکو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، فرشتے اور مومنین کی شفاعت سے جہنم سے نکالا جائیگا پھر اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو نکالیگا جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔

(۵) جنت میں جنتیوں کے درجات میں اضافہ کے لئے شفاعت ہوگی۔ خوارج اور بعض معتزلہ وہ بھی اس کے منکر نہیں

اللہ! آپ نے فرمایا: تم قیامت کے دن اللہ تعالی کو دیکھنے میں تکلیف محسوس نہیں کروگے مگر اسی قدر جو تم چاند وسورج میں سے کسی ایک کو دیکھنے میں پاتے ہو۔

جب قیامت کا دن ہوگا ایک اعلان کرنے والا ندا دیگا: چاہئے کہ ہر امت اس کے پیچھے جائے جسکی وہ پرستش کیا کرتی تھی پس اللہ تعالی کے سوا بتوں اور پتھروں کی عبادت کرنے والوں میں سے کوئی باقی نہیں رہیگا مگر وہ سب دوزخ میں گر جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ باقی رہیں گے جو اللہ تعالی کی عبادت کیا کرتے تھے خواہ وہ نیک ہوں یا بد۔ ان کے پاس پروردگار عالم کی آمد ہوگی وہ ارشاد فرمائیگا: تم کس کا انتظار کر رہے ہو۔ ہر امت اسکے پیچھے جا رہی ہے جسکی وہ پرستش کیا کرتی تھی۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم دنیا میں ان لوگوں سے جدائی اختیار کرے جبکہ ہم ان کے

ہیں۔ انتہی

عرف الشذی میں ہے کہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے باب کی حدیث استدلال کیا کہ سنت کو ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے: جو میری سنت کو چھوڑیگا وہ میرے حوض پر وارد ہوگا اور نہ اسکو میری شفاعت نصیب ہوگی۔ اور شفاعت کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہوگی۔

1 ﴿ **قولہ فارقنا الناس الخ** (ہم نے ان لوگوں سے جدائی اختیار کی) حاصل کلام یہ ہے کہ ہم نے اسوقت اکی تابعداری نہیں کی جبکہ یہ ارم ہم سے غائب تھا اور ہم ان کے محتاج تھے، اب ہم آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اکی پیروی کیسے کریں گے۔ بلاشبہ وہ اور جنکی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں جہنم کے ایندھن ہیں۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا "افقر" "فارقنا" کی ضمیر سے حال ہے اور "ما" مصدریہ ہے اور وقت مقدر مانا گیا ہے۔ امام نووی نے کہا: اس کے معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں گریہ وزاری کئے اور اس کی پناہ میں آئے اور خلاصی کے لئے اس قول سے وسیلہ لئے جو اخلاص کو ظاہر کرنے والا ہے یعنی اے پروردگار! ہم نے دنیا میں ان لوگوں سے جدائی اختیار کی

زیادہ ضرورت مند تھے۔ ہم انکے ساتھ نہیں رہے۔

227/6759 ﴿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے: وہ کہیں گے: ہم اس مقام سے نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ ہمارے پاس ہمارے پروردگار تشریف نہ لائیں۔ پس جب ہمارے رب کی تشریف آوری ہوگی ہم اسکو پہچان لیں گے۔ 228/6760 ﴿ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے: کیا تمہارے درمیان اور تمہارے رب کے درمیان کوئی نشانی ہے جسکے ذریعہ تم اسکو پہچانو گے۔ تو یہ کہیں گے ہاں! چنانچہ پنڈلی ظاہر کی جائیگی پس باقی نہیں رہیگا وہ شخص جو اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا کرتا تھا مگر اللہ تعالیٰ اسکو سجدہ کی اجازت دیگا۔ اور جو شخص ڈر کر اور ریاء کی خاطر سجدہ کیا کرتا تھا باقی نہیں رہیگا مگر اللہ تعالیٰ اسکی پشت کو ایک تختہ کے مانند بنا دیگا، جب بھی وہ سجدہ کا ارادہ کریگا اپنے گدی کے بل گر جائیگا۔ پھر جہنم پر ایک پل رکھ دیا جائیگا اور شفاعت کی اجازت ہوگی۔ انبیاء علیہم

جو تیری اطاعت وفرمانبرداری سے ہٹ گئے مثلاً عزیز واقارب اور وہ لوگ جنکے ہم معاش اور دنیوی مصلحتوں میں محتاج تھے۔ اسی طرح صحابہ کا وطیرہ تھا اور ان کے بعد تمام زمانوں میں مومنین کا وطیرہ رہا کہ وہ ان لوگوں سے قطع تعلق کر لیتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ ان کے محتاج ہوتے ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو اس پر ترجیح دیتے ہیں۔ (مرقات)

1 ﴿ **قولہ فیکشف عن الساق الخ** (پنڈلی ظاہر کی جائیگی) شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ چیز جو امام ابوسلیمان کی ذکر کردہ بات کو واضح کرتی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا آزمائش کا مقام ہے اور کبھی بعض وقت میں جزا بھی متحقق ہوجاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو کچھ تمکو مصیبت پہنچی پس وہ تمہارے ہاتھوں نے کیا ہے۔

پس اسی طرح آخرت اگرچہ وہ بدلہ کا مقام ہے لیکن کبھی اس میں آزمائش تجلی اور سجدہ وغیرہ کے ذریعہ بھی واقع ہوجاتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قبر آخرت کے منازل میں پہلی منزل ہے جس میں آزمائش ہوتی ہے۔

السلام کہیں گے پروردگار انکو سلامت رکھ، پس مومنین گزریں گے پلک جھپکنے کی مانند اور بجلی کے مانند ہوا کے مانند اور عمدہ گھوڑوں اور اونٹوں کے مانند، پس ان میں بس بالکل محفوظ نجات پانے والے اور زخمی ہو کر نکل جانے والے اور ایک دوسرے پر جہنم میں ڈالتے ہوئے یہاں تک کہ جب مسلمان دوزخ سے خلاصی پالیں گے تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اپنے حق کے لئے ان مومنین سے بڑھ کر شدید مطالبہ کرنے والا

میں کہتا ہوں سب سے راجح بات وہ ہے جسکو امام عسقلانی نے کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ مکلف کرنا، دنیا کے ساتھ خاص ہے۔ اب رہا وہ چیزیں جو قبر اور محشر میں وقوف کے دوران واقع ہوتی ہیں وہ سب اس کے آثار و علامات میں سے ہیں۔ (مرقات)

1 ﴾ **قولہ فیقولون اللھم سلم سلم.** (اے اللہ! حفاظت فرما، حفاظت فرما) یعنی انبیاء و مرسلین یہ دعاء کریں گے اور اسکی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے۔ (مرقات)

2 ﴾ **قولہ فناج الخ** (پس نجات پانے والا) پل صراط پر گزرنے والے مومنین کو تین فرقوں میں منقسم کیا گیا۔ ایک قسم جو سلامتی والی ہے جسکو کوئی چیز اصلا نہیں پہنچے گی اور ایک قسم جسکو فولادی آنکڑے سے زخمی کیا جائیگا پھر چھوڑ دیا جائیگا تو وہ نجات پالیں گے، اور ایک قسم جنکے ہاتھ پاؤں کو اکٹھا باندھ کر ڈالدیں گے تو وہ جہنم میں گر جائیں گے۔ (مرقات)

3 ﴾ **حتی اذا اخلص الخ** طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا لفظ "حتی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مکدوس فی نار جہنم (دوزخ کی آگ میں ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈالا گیا) کی غایت ہے۔ معنی یہ ہونگے کہ ہاتھ پاؤں باندھ کر دوزخ میں ڈالے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اپنے گناہ کے بقدر عذاب پانے کے بعد کسی کی شفاعت یا اللہ سبحانہ وتعالی کے فضل وکرم و نجات پائیں گے۔

4 ﴾ **قولہ فوالذی نفسی بیدہ الخ** (اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے) یہ "اذا" کا جواب ہے اور آپ کا ارشاد "ما من احدمنکم" (تم میں سے کوئی نہیں ہے) مومنین سے خطاب ہے۔ آپ کا ارشاد "بأشد"

نہیں ہوگا، جو قیامت کے دن اپنے دوزخی بھائیوں کے لئے کریں گے۔ وہ کہیں گے: پروردگار! وہ ہمارے ساتھ روزہ رکھتے تھے، نماز پڑھتے تھے اور حج کرتے تھے تو ان سے کہا جائیگا: جنکو تم پہچانتے ہو انکو دوزخ سے نکالو، پس انکی صورتوں کو دوزخ پر حرام کردیا جائیگا، چنانچہ وہ ایک کثیر مخلوق کو دوزخ سے نکالیں گے۔ پھر کہیں گے: پروردگار! دوزخ میں ان میں سے کوئی باقی نہ رہا جس کو

"ما" کی خبر ہے۔ آپ کا قول "مناشدة" تمیز کی بناء پر منصوب ہے۔ معنی یہ ہے کہ سخت ترین مطالبہ ومناظرہ کرنے والے۔ اور آپ کا ارشاد "**فی الخلق**" "**مناشدة**" کا ظرف ہے۔ آپ کا قول "**قد تبیس لکم**" "**الحق**" کی صفت ہے، کیونکہ "الحق" نکرہ کے معنی میں ہے یعنی ایک ایسے حق کے بارے میں جو تمہارے لئے اپنے فریق مخالف کے خلاف ظاہر وثابت ہوا ہو۔

آپ کا قول "**من المومنین**" "**اشد**" کے متعلق ہے۔ یعنی تم سے زیادہ سخت مطالبہ کرنے والے۔ پس اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھ دیا گیا۔ آپ کا قول "**لله**" مناشدہ کے متعلق ہے۔ اور آپ کا ارشاد "**یوم القیامة**" "**اشد**" کا ظرف ہے یعنی وہ اللہ تعالی سے مطالبہ کریں گے۔

آپ کا ارشاد "**لاخوانهم**" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ان بھائیوں کے خاطر دوزخ میں ہیں جبار وغفار شفاعت کا تقاضہ کریں گے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کے معنی یہ ہیں کہ تم میں سے کوئی دنیا میں اپنے کامل حق کو لینے اور اپنے فریق مخالف سے اسکو مکمل حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالی سے ایسا سخت ترین مطالبہ نہیں کرتا جس طرح تم اللہ تعالی سے قیامت کے دن اپنے بھائیوں کی شفاعت کے لئے کروگے۔

ہمارے علماء میں سے ایک شارح کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہے کہ تم میں سے کوئی جب تمہارے لئے کوئی حق کا معاملہ ظاہر ہو تو حق کے مطالبہ میں ان مومنین سے بڑھ کر محنت ومبالغہ نہیں کرتے جو وہ قیامت کے دن اپنے گنہگار دوزخی بھائیوں کو دوزخ سے خلاصی کے لئے مطالبہ کریں گے۔

پھر ان کے مطالبہ کو "یقولون ربنا" (وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار) کے قول سے ظاہر کیا گیا۔

نکالنے کا تو نے حکم فرمایا تھا۔ پھر وہ ارشاد فرمائیگا: واپس لوٹو اور جسکے دل میں ایک دینار کے برابر بھلائی ہو اسکو نکالو۔ چنانچہ وہ کثیر تعداد میں مخلوق کو نکالیں گے، پھر وہ ارشاد فرمائیگا: جسکے دل میں نصف دینا کے برابر بھلائی پاؤ تو انکو نکالو۔ چنانچہ وہ ایک کثیر تعداد میں مخلوق کو نکالیں گے پھر ارشاد فرمائیگا: واپس لوٹو، اور جسکے دل میں ایک ذرہ برابر بھلائی ہو اسکو نکالو۔ تو وہ ایک مخلوق کثیر کو نکالیں گے پھر کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اس میں کوئی بھلائی کو نہیں چھوڑا② ہے۔ پھر پروردگار فرمائیگا: فرشتوں نے شفاعت کی، انبیاء نے شفاعت کی، مومنین نے شفاعت کی، ارحم الراحمین کے سوا کوئی باقی نہ رہا وہ دوزخ سے ایک مٹھی پکڑیگا اور اس سے ایک ایسی قوم کو نکالے گا جس نے کبھی کوئی عمل خیر③ نہ کیا ہو وہ کوئلے کی طرح ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انکو جنت کے سامنے کی نہر میں

---

1 ﴾ **قوله فمن وجدتم فی قلبه دینار من خیر** (پس جس کے دل میں تم ایک دینار برابر بھلائی پاتے ہو) شرح السنۃ میں ہے: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہا گیا کہ یہاں خیر کے معنی یقین کے ہیں۔ انہوں نے کہا: صحیح بات یہ ہے کہ اس کے معنی کوئی ایسی چیز کے ہیں جو نفس ایمان پر زائد ہو کیونکہ نفس ایمان وہ صرف تصدیق ہے جس کا کوئی جز نہیں ہوتا۔ بلاشبہ اجزاء کا ہونا کسی ایسی چیز میں ہوتا ہے جو زائد ہوتی ہے جیسے عمل صالح یا ذکر خفی یا اعمال قلب میں سے کوئی عمل مثلاً کسی مسکین پر شفقت کرنا یا اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا اور سچی نیت۔ (مرقات)

2 ﴾ **قوله لم نذر فیها خیرا** (ہم نے اس میں کوئی بھلائی (والا) نہیں چھوڑا) یعنی خیر سے اہل خیر مراد ہے پس خیر کو ذات کے مقام میں رکھا گیا جس طرح مبالغہ کے لئے عدل کو ذات کے مقام میں رکھا جاتا ہے یا یہ مضاف کی تقدیر پر ہے یعنی صاحب عدل۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس آپ گاؤں سے پوچھئے گاؤں والوں سے پوچھئے۔ (مرقات)

3 ﴾ **قوله لم یعملوا خیرا قط** (انہوں نے کبھی کوئی کار خیر نہیں کیا) یعنی ان کے پاس کوئی ایسی بھلائی نہیں ہے جو نفس ایمان پر زائد ہو۔

ڈالیگا جسکو ''نہر الحیاۃ'' (زندگی کی نہر) کہا جاتا ہے پس وہ اس نہر سے ایسے نکلیں گے جیسے دانا سیلاب کے کوڑا کرکٹ میں نکلتا ہے پس وہ موتی کے مانند نکلیں گے گردنوں میں مہریں ہونگی پس جنتی کہیں گے: یہ ارحم الراحمین کے آزاد کردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکو کوئی عمل کئے بغیر اور کوئی کار خیر پیش کرے بغیر جنت میں داخل فرمایا ہے۔ پس جنتیوں سے کہا جائیگا: تمہارے لئے وہ چیزیں ہیں جو تم نے دیکھا ہے اور اس کے ساتھ اسی کے مثل مزید ہے۔ (متفق علیہ)

229/6761 سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ (پل صراط سے گزرتے وقت) دوزخ پر وارد ہوں گے پھر اس سے اپنے اعمال کے مطابق گزر جائیں گے پس ان میں سب سے پہلے لوگ بجلی چمکنے کی طرح گزریں گے پھر ہوا کی طرح گزریں گے پھر گھوڑے کی دوڑ کے مانند پھر اونٹ پر اپنے کجاوہ میں سوار کے مانند پھر

امام نووی نے کہا: اس کی کمی وزیادتی پر دلیل ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

میں کہتا ہوں: اہل سنت کے محققین اس بات پر متفق ہیں کہ تصدیق ہی بالتحقیق ایمان ہے وہ زیادتی کو قبول نہیں کرتا۔ بلا شبہ تفاوت اس کے انوار وثمرات اور نتائج یعنی حقائق ایقان ودقائق عرفان میں ہوتا ہے۔ (مرقات)

1 قولہ الجنۃ فی حمیل السیل (دانہ سیلاب کے کوڑکرکٹ میں) حمیل السیل سے مراد کوڑا کرکٹ اور مٹی مراد ہے جسکو سیلاب اٹھا کر لاتا ہے۔

پس جب سیلاب میں دانہ آتا ہے اور سیلاب کے بہنے کے مقام کے کنارے میں جم جاتا ہے تو ایک دن اور ایک رات میں اگ جاتا ہے اور یہ سب سے تیز اگنے والا ہوتا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انکو دانہ سے تشبیہ اسکے جلد اگنے اور اسکے حسن اور اسکی طراوت کی وجہ سے دی ہے۔ انتہی۔ پس تشبیہ جلد ظاہر ہونے میں دی گئی ہے۔ (مرقات)

آدمی کے دوڑنے کے مانند پھر آدمی کے عام چلنے کی طرح گزریں گے۔ (ترمذی، دارمی)

230/6762 سیدنا عبداللہ بن ابی الجدعاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت[1] سے بنو تمیم قبیلہ سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہونگے۔ (ترمذی، دارمی)

231/6763 سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت[2] میں سے بعض وہ ہونگے جو ایک قبیلہ کے لئے شفاعت کریں گے اور بعض وہ ہونگے جو ایک جماعت[3] کے لئے شفاعت کریں گے اور بعض وہ ہونگے جو ایک آدمی کے لئے شفاعت کریں گے یہاں تک کہ وہ سارے جنت میں داخل ہوجائیں گے۔ (ترمذی)

---

1 قوله بشفاعة رجل الخ (ایک شخص کی شفاعت سے) کہا گیا ہے کہ ایک شخص سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مراد ہے۔ اور ایک قول میں اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ اور ایک قول میں انکے سواء کوئی دوسرے ہے۔ علامہ زین العرب رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ (مرقات)

2 من امتی (میری امت کے) اس سے میری امت کے بعض افراد علماء شہداء اور صالحین مراد ہیں آپ کا ارشاد "حتی یدخلو الجنة" معنی یہ ہیں کہ "یہاں تک کہ ساری امت جنت میں داخل ہوجائیگی"۔ (مرقات)

3 قوله للعصبة (ایک جماعت کے لئے) ضمہ پھر سکون کے ساتھ اور وہ دس سے چالیس مرد حضرات پر بولا جاتا ہے اور اس کے لفظ سے اسکا واحد نہیں آتا۔

صحیح ترین قول یہ ہے کہ اس سے مراد جمع ہے اگرچہ دو افراد ہی کیوں نہ ہوں آپ کا ارشاد ہے "انمیں سے بعض ایک آدمی کے لئے شفاعت کریں گے" یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ لفظ عصبہ ایک سے زائد چالیس تک کے افراد کو شامل ہے۔ کیونکہ اس میں لفظ رجل (مفرد) کی دلالت صراحت کے ساتھ مذکور ہے اسی طرح لفظ رجل قیاس خفی کے ذریعہ عورت کو بھی شامل

232/6764 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہو نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں کو صف بستہ کھڑا کیا جائیگا تو ان کے پاس سے جنتیوں میں سے ایک شخص گذرے گا تو دوزخیوں میں سے ایک آدمی کہے گا اے فلاں! کیا تو مجھے نہیں پہچانتا میں وہی ہوں جس نے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا اور انھیں میں سے دوسرا کہے گا میں تجھے وضو کا پانی ہبہ کیا تھا تو وہ اس کیلئے سفارش کرے گا اور اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ (ابن ماجہ)

233/6765 ﴾ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین گروہ سفارش کریں گے انبیاء، پھر علماء، پھر شہداء۔ (ابن ماجہ)

234/6766 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ قوموں کو ان کے کئے ہوئے گناہوں کی وجہ سے سزا کے طور پر آگ کی جھلساہٹ پہونچے گی، پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے انھیں جنت میں داخل کرے گا تو انھیں ۲ جہنمی کہا جائے گا۔ (بخاری)

235/6767 ﴾ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ

ہے۔

1 ﴾ **قولہ انا الذی سقیتک شربۃ الخ** (میں وہی ہوں جس نے تجھ کو ایک گھونٹ پانی پلایا تھا) حضرت مظہر نے کہا: اس میں مسلمانوں کے ساتھ خصوصاً صالحین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ بیٹھنے اور ان سے محبت رکھنے کی ترغیب ہے کیونکہ ان سے محبت رکھنا دنیا میں زینت اور آخرت میں نور ہے۔ (مرقات)

2 ﴾ **قولہ فیقال لھم الجھنمیون الخ** (تو انہیں جہنمی کہا جائیگا) علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا: جہنم کی نسبت سے ان کا نام رکھنا ان کی تنقیص کے لئے نہیں بلکہ (اپنی سابقہ حالت) یاد کرنے کیلئے ہے تاکہ ان کی خوشی و شادمانی اور فرحت و بہجت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سفارش سے ایک قوم دوزخ سے نکالی جائے گی انہیں جنت میں داخل کیا جائیگا، ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا۔ (بخاری)

236/6768 ﴿ اور ایک روایت میں ہے میری سفارش کی بناء پر میری امت کی ایک قوم دوزخ سے نکالی جائے گی ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا۔

237/6769 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ میری امت میں سے چار لاکھ کو بغیر حساب جنت میں داخل کرے گا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ ہمیں اور زیادہ کیجئے، فرمایا اور اس طرح آپ نے ہاتھوں کا لپ بھرا اور انھیں جمع کیا پھر ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ ہمیں اور زیادہ[1] کیجئے فرمایا اور اس طرح، تو عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا اے ابوبکر آپ ہمیں چھوڑ دیجئے تو ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: تمہیں کیا حرج ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو جنت میں داخل کردے؟ تو عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا یقیناً اللہ عزوجل

دوبالا ہو جائے اور اس لئے بھی کہ یہ اس بات کی نشانی ہو جائے کہ یہ لوگ دوزخ سے اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔ (مرقات)

1 ﴿ **قوله زدنا** (ہمیں اور زیادہ کیجئے) اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اخروی معاملات اور پروردگارانہ تصرفات میں اپنے رب کے عطاء کردہ عظیم رتبہ اور اعلی خصوصیت کی وجہ سے دخل حاصل ہے۔

بعض عارفین نے کہا ہے: جس بات کی طرف حضرت ابوبکر گئے ہیں وہ عاجزی وانکساری اور مسکنت وبیچارگی کے باب سے ہے اور جس بات کی طرف حضرت عمر گئے ہیں وہ تفویض وسپردگی اور تسلیم ورضا کے باب سے ہے۔

اگر اپنی ساری مخلوق کو ایک ہی مٹھی سے جنت میں داخل کرنا چاہے تو وہ کرسکتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر نے سچ کہا۔ (البغوی: شرح السنہ)

238/6770 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ دوزخ میں داخل شدہ لوگوں میں سے دو اشخاص کی چیخ وپکار زیادہ ہوجائیگی رب تعالیٰ فرمائیگا ان دونوں کو نکالدو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے فرمائیگا کس چیز کی وجہ سے تمہاری چیخ وپکار زیادہ ہوگئی وہ دونوں کہیں گے ہم نے یہ اس لئے کیا تاکہ تو ہم پر رحم فرمائے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیگا دیکھو میری رحمت تم دونوں کیلئے یہ ہے کہ تم دونوں جاؤ اور اپنے آپ کو جہنم میں وہیں ڈالدو جہاں تم تھے تو ان دونوں میں سے ایک اپنے آپ کو ڈالدیگا تو اللہ تعالیٰ جہنم کو اس پر ٹھنڈی وسلامتی والی بنادیگا اور دوسرا شخص (وہیں) کھڑا رہیگا اور اپنے آپ کو نہیں ڈالے گا۔ تو رب تعالیٰ اس سے فرمائیگا کس چیز نے تجھے اپنے آپ کو ڈالنے سے روکے رکھا جس طرح تیرے ساتھی نے ڈالدیا تو وہ کہیگا اے میرے پروردگار میں تجھ سے اس بات کی امید کرتا ہوں کہ تو مجھے جہنم سے نکالنے کے بعد دوبارہ اس میں نہیں لوٹائیگا تو رب تعالیٰ اس سے فرمائیگا تیرے لئے تیری امید ہے، تو اللہ کی رحمت سے وہ دونوں ایک ساتھ جنت میں داخل ہونگے۔ (ترمذی)

میں کہتا ہوں تسلیم کرنا ہی زیادہ امن وسلامتی کا باعث ہے۔ (مرقات)

1 ﴿ **قولہ: فیقول رب انی لارجو الخ** (تو وہ کہے گا میرے پروردگار میں امید کرتا ہوں) تو پہلا شخص خوف خدا اور تعمیل

239/6771 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ سے چار افراد کو نکالا جائیگا اور انہیں اللہ کے حضور پیش کیا جائیگا پھر انہیں دوزخ کی طرف لیجانے کا حکم دیا جائیگا تو ان میں سے ایک پلٹے گا[1] اور کہے گا اے میرے رب جس وقت تو مجھے دوزخ سے نکالا، میں اس بات کی امید رکھا تھا کہ تو دوبارہ مجھے اس میں نہیں لوٹائیگا۔ آپ نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے نجات دیگا۔ (مسلم)

240/6772 ﴾ سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل جنت جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوجائینگے تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا جس کے دل میں رائی کے اک دانہ برابر ایمان ہو تو اسے نکال لو چنانچہ انہیں نکالا جائیگا جبکہ وہ جل کر کوئلہ بن گئے ہونگے پھر انہیں حیات میں ڈالا جائیگا تو وہ نشو ونما پائینگے جس طرح سیلاب کے بہالائے ہوئے کچرے میں میں دانہ کی کونپل پھوٹتی ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ زرد خم دار نمودار ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

241/2773 ﴾ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے ایک قوم نکالی جائے گی وہ ''ثعاریر'' کے مانند ہوں گے ہم

حکم کے ذریعہ اطاعت کیا، اور دوسرا شخص اپنے علم اور امید و رجاء کے مطابق عمل کیا۔ (مرقات)

1 ﴾ **قول فیلتفت احدھم الخ** (تو ان میں سے ایک پلٹے گا) پس چار اشخاص میں سے ایک کا ہی ذکر کیا اور اسی کیلئے

نے کہا شعاریر کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوٹی ککڑیاں ہیں۔ (متفق علیہ)

242/6774 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن ہمارے رب کو دیکھیں گے پھر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کے ہم معنی حدیث ذکر کی، سوائے کشف ساق کے اور حضور ارشاد فرمایا: جہنم کے دونوں کناروں کے درمیان پل صراط قائم کیا جائیگا تو جو رسول اپنی امت کے ساتھ گذرینگے میں ان میں پہلا سب سے شخص ہوں گا اور اس دن صرف رسول ہی بات کرینگے اور اُس دن رسولوں کا کلام یہ ہوگا: ''اے اللہ حفاظت فرما'' اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں جیسے آنکس (کنڈیاں) ہونگی، اُن کی بڑائی کی مقدار اللہ تعالیٰ کے سواہ کوئی نہیں جانتا ہے، وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اچک لیں گے تو ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک کئے جائیں گے اور ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو زخمی ہوں گے پھر نجات پائیں گے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ سے فارغ ہوگا اور جب آگ سے اُلوگوں کو نکالنے کا ارادہ کریگا جنکو نکالنے کا وہ ارادہ کیا ہے ان لوگوں میں سے جنہوں نے لا الہ الا اللہ کی گواہی دیا کرتے تھے تو فرشتوں کو اُن لوگوں کو نکالنے کا حکم دیگا جو اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ تو وہ ان کو نکالیں گے اور ان کو سجدوں کی

نجات کا فیصلہ کے گیا اور مذکورہ حکم پر اعتماد کرتے ہوئے تینوں کا ذکر ترک کر دیا گیا، کیونکہ دوزخ سے نکالنے اور اس سے نجات دینے میں علت ایک ہی ہے۔ (مرقات)

نشانیوں سے پہچانینگے اور اللہ تعالیٰ آگ پر سجدوں کے نشان کھانے کو حرام کیا ہے تو آگ ابن آدم کو سجدوں کے نشان کے علاوہ کھائیگی پس وہ آگ سے نکلیں گے جبکہ وہ جل چکے ہوں گے تو ان پر آب حیات ڈالا جائیگا پس وہ سیلاب کے بہا کر لائے ہوئے کوڑا کرکٹ میں دانے کے اُگنے کی طرح اُگیں گے ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی رہ جائے گا اور وہ تمام دوزخیوں میں سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا، وہ اپنے چہرے کو آگ کی سمت کئے ہوئے ہوگا اور کہے گا: اے میرے رب میرے چہرہ کو آگ سے پھیر دے اس کی لو نے مجھے تکلیف پہنچائی اور اسکی حدت مجھے جلادی تو اللہ تعالیٰ کہے گا: ممکن ہے کہ اگر میں ایسا کردوں تو تو اس کے علاوہ اور مانگے تو وہ کہے گا: نہیں تیری عزت کی قسم، اور وہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ جو عہد و پیمان چاہے دے گا، تو اللہ تعالیٰ اس

---

1 ﴿ **قوله حرم الله على النار ان تأكل أثر السجود الخ** (اللہ تعالیٰ نے آگ پر سجدوں کے نشان کھانے کو حرام کیا ہے) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ظاہر بات یہ ہے کہ آگ سجدوں کے سات (۷) اعضاء کو نہیں کھاتی ہے اور وہ پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دو گھٹنے اور دونوں قدم ہیں اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس سے مراد سجدے کا نشان خاص طور پر پیشانی ہے اور پہلا قول ممتاز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جو کچھ قرآن اور مسلم کی روایت میں گذرا، وہ دوسرے قول کی تائید کرتا ہے۔ جو مضمون سابق میں گذرا اس سے چہرہ کا پھیرا جانا ہی قریب الی الفہم ہے۔ آگ پر ان کی صورتوں کو حرام کردیا جائیگا، یہی بات قابل اعتماد ہے۔ (مرقات)

2 ﴿ **قوله فيصب عليهم ماء الحياة الخ** (ان پر آب حیات ڈالا جائیگا) اور یہ بات گذر چکی یہ کہ ان کو نہر حیات میں ڈالا جائیگا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مختلف اشخاص کے لحاظ سے حکم جداگانہ ہوگا۔ (مرقات) اور لمعات میں ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پانی ڈالنے کی صورت یہ ہوگی کہ انہیں نہر حیات میں ڈالا جائے۔

3 ﴿ **قوله هل عسيت ان افعل ذلك ان تسأل غير ذلك الخ** (ممکن ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو تو اس کے سوا مانگے)

کے چہرہ کو آگ سے پھیر دیگا پھر جب جنت کو اس کے سامنے کر دیگا اور وہ اسکی سر سبز و شادابی کو دیکھے گا وہ خاموش رہیگا اس وقت تک کہ اللہ تعالی اسکی خاموشی کو چاہے پھر کہے گا اے میرے پروردگار مجھ کو جنت کے دروازے کے پاس پہونچادے تو اللہ تعالی فرمائے گا کیا تو عہد و پیمان نہیں دیا تھا کہ پہلے جو سوال کیا تھا اس کے علاوہ دوسری چیز کا سوال نہیں کرے گا تو وہ کہے گا اے میرے رب میں تیری مخلوق کا بدنصیب شخص نہ رہوں تو اللہ تبارک وتعالی فرمائے گا اگر میں تجھے یہ دیدوں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ تو اسکے علاوہ کا بھی سوال کرے تو وہ کہیں گا نہیں تیری عزت کی قسم میں اسکے علاوہ تجھ سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا چنانچہ وہ اپنے رب کو عہد و پیمان دے گا جو رب چاہے، تو وہ اسکو جنت کے دروازے تک پہونچادیگا پس جب وہ جنت کے دروازے کے پاس پہونچے گا اور جنت کی رونق اور اس میں جو سر سبزی و شادابی اور شادمانی ہے اسکو دیکھے گا تو وہ سکوت اختیار کرے گا جب تک کہ اللہ تعالی اسکے سکوت کو چاہے پھر وہ کہے گا اے میرے رب مجھکو جنت میں داخل فرما تو اللہ تبارک وتعالی فرمائے گا اے ابن آدم تجھ پر افسوس ہے تو کس قدر عہد شکن اور وعدہ خلاف ہے! کیا تو عہد و پیمان

علامہ طیبی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا اگر تم یہ کہو کہ یہ کلام اللہ تعالی کی طرف سے کیسے صحیح ہے جبکہ وہ ما کان وما یکون کو جاننے والا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس اس کے معنی یہ ہے کہ اے بنی آدم تم سے یہ جو دیکھا گیا کہ تم وعدہ کو معمولی سمجھتے ہو اور عہد شکنی کرتے ہو، اسکی بناء پر واقعی تم اس بات کے سزاوار ہیں کہ تم سے کہا جائے: "اے اس طرح کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے کہ تم سے اسکی توقع کی جاسکتی ہے یا نہیں؟" ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ "عسی" کے معنی مخاطب کے لحاظ سے ہے نہ کہ اللہ تعالی کی نسبت سے، اور یہ ڈھیل دینے اور موقع فراہم کرنے کے باب سے ہے اور مخاطب کو اپنی حالت اور معاملہ پر غور وفکر کرنے پر آمادہ کرنے کیلئے ہے تا کہ وہ خود کے ساتھ انصاف کرے اور حق کا یقین کرے۔ (مرقات)

نہیں دیا تھا کہ میں جو عطا کروں اسکے سوا کا سوال نہیں کرے گا تو وہ کہے گا اے میرے رب مجھ کو تیری مخلوق کا سب سے بدبخت شخص مت بنا تو پس وہ پکارتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر ہنسے گا (اس سے خوش ہو جائیگا) پس جب وہ خوش ہو جائیگا تو اسکو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دیگا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمنا کر تو وہ تمنا کریگا یہاں تک کہ اسکی آرزو ختم ہو جائیگی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو فلاں فلاں چیز کی تمنا کر اس کا رب اسکو یاد دلاتا جائیگا یہاں تک کہ جب اسکی آرزوئیں ختم ہو جائینگی تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا: تیرے لئے یہ (سب کچھ) اور اسکے برابر اُسی کے ساتھ ہے۔

234/6775 ﴿ اور ابو سعیدؓ کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ اور اس جیسی دس گنا چیزیں تیرے لئے ہیں۔ (متفق علیہ)

---

1 ﴿ **قوله فيقول يا رب لا تجعلني اشقى خلقك** (تو بندہ کہے گا اے میرے رب مجھ کو تیری مخلوق کا بدبخت شخص مت بنا) حضرت طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم یہ کہیں کہ یہ جواب اللہ تعالیٰ کے قول "**اليس قد اعطيت العهود والميثاق**" (کیا تو عہد و پیمان نہیں دیا تھا) کے مطابق کیسے ہوگا؟ تو میں کہتا ہوں گویا کہ اس نے کہا: کیوں نہیں اے میرے رب میں تو عہد و پیمان دیا تھا لیکن میں تیرے کرم اور تیرے عفو درگذر اور تیری رحمت اور تیرے اس فرمان کے بارے میں غور کیا کہ "**لاتيأسوا من روح الله انه لا ييأس من روح الله الا القوم الكافرون**" تو میں نتیجہ پر پہنچا میں تو کافروں میں سے نہیں ہوں جو کہ تیری رحمت سے مایوس ہو گئے ہیں اور میں تیرے کرم اور تیری رحمت کی کشادگی کی حرص کیا چنانچہ میں اسکا سوال کیا۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ اس قول کی وجہ سے اس سے راضی ہوا اور مسکرایا انتہی، اور یہ "**فلا يزال يدعو حتى يضحك** اللہ" کا معنی ہے۔ (مرقات)

2 ﴿ **قوله وعشرة امثاله** (اور جیسی دس گنا) یعنی دس گنا جو چیزیں ہیں کیفیت کے اعتبار سے ہیں اگرچہ کہ اسکی کمیت و مقدار میں اسکے برابر ہی ہوں اور اس تاویل سے تعارض دفع ہو جائیگا اور اختلاف ختم ہو جائیگا اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (مرقات)

244/6776 ﴿ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت پُل صراط پر اہل ایمان کی نشانی[1] "رب سلم سلم" (اے میرے رب! مجھے سلامت رکھ، سلامت رکھ) ہوگی۔ (ترمذی)

245/6777 ﴿ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا ایک شخص ہوگا، کہ وہ ایک مرتبہ پاؤں کے بل چلے گا اور ایک مرتبہ اوندھے منہ گریگا اور ایک مرتبہ آگ اسکو جھلسا ئیگی۔ پس جب وہ اُس سے آگ پار ہوجائیگا تو اُسکی طرف پلٹ کر دیکھے گا اور کہے گا: بابرکت ومقدس ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات بخشی، اللہ نے مجھے وہ چیز عطا کی یہ جو اس نے اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی کو نہ دی، پھر اس کے لئے ایک درخت بلند کیا جائیگا تو وہ عرض کریگا: اے میرے پروردگار مجھے اس درخت کے قریب کردے کہ میں اسکا سایہ حاصل کرسکوں اور اسکا پانی پی سکوں، تو اللہ تعالی فرمائیگا: اے انسان! اگر میں تجھے یہ عطا کروں تو شاید مجھ سے اسکے سوا اور مانگے گا۔ تو وہ عرض کریگا نہیں میرے پروردگار، اور وہ اللہ سے عہد کریگا کہ وہ اس سے اسکے سوا کچھ نہ مانگے گا، اور اس کا رب اسکا

1 ﴿ قولہ شعائر المؤمنین الخ (اہل ایمان کی نشانی) شعار کتاب کے وزن پر ہے۔ جسکے معنی جنگ اور سفر میں رکھی جانے والی علامت کے ہیں۔ اور یہ کلمہ تمام اہل ایمان کی علامت ہے۔ اُسی سے اُنکی شناخت ہوگی کہ وہ مومن ہیں۔ (لمعات) اور ملا علی قاریؒ نے مرقات میں لکھا ہے کہ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمام اہل ایمان کی علامت یہ ہوگی کہ انبیاء کرام علیہم السلام اُنکے حق میں یہ دعاء کرینگے۔ اور اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو طبرانی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے

عذر قبول کرلے گا اسلئے کہ وہ بندہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر اُسے صبر نہیں آئے گا، چنانچہ وہ اسکو اس سے قریب کردیگا تو وہ اسکے سایہ میں رہیگا اور اسکا پانی پئے گا، پھر اسکے لئے ایک درخت اُٹھایا جائیگا جو پہلے سے بڑھ کر حسین ہوگا، پس وہ عرض کریگا اے میرے پروردگار! مجھے اس درخت سے قریب کردے تاکہ میں اسکا پانی پیوں اور اسکی چھاؤں میں رہوں، میں تجھ سے اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا۔ تو وہ فرمائیگا: اے آدم زادے! کیا تو مجھ سے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ تو اسکے علاوہ کچھ نہ مانگے گا؟ اور رب تعالیٰ فرمائیگا: ہوسکتا ہے کہ اگر میں تجھے اسکے (بھی) قریب کردوں تو تو مجھ سے اسکے علاوہ اور مانگے گا، تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کریگا کہ وہ اسکے علاوہ اور نہیں مانگے گا، اور اسکا رب اسکے عذر کو قبول کریگا، اسلئے کہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر اسکو صبر نہیں آئیگا۔ چنانچہ وہ اسکو اُس سے قریب کردیگا تو وہ اسکے سایہ میں رہیگا اور اسکا پانی پئے گا۔ پھر اسکے لئے جنت کے دروازہ کے پاس ایک درخت اٹھایا جائیگا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ حسین ہوگا، تو وہ عرض کریگا: اے میرے پروردگار مجھے اسکے قریب کردے تاکہ میں اسکے سایہ میں رہوں اور اسکا پانی پیوں، میں تجھ سے اسکے علاوہ کچھ اور نہ مانگوں گا، تو وہ فرمائیگا: اے آدم زادے! کیا تو نے مجھ سے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے اسکے علاوہ کچھ اور نہ مانگے گا۔ وہ عرض کریگا: ہاں کیوں نہیں اے میرے رب! (لیکن

روایت کیا ہے کہ پل صراط پر میری امت کی علامت "یالا الہ الا أنت" (اے اللہ تیرے سوا کوئی خدائے معبود نہیں) ہوگی۔ اور ان روایات کے مابین اسطور پر تطبیق دی جاسکتی ہے کہ یہ اس امت کی خصوصیات سے ہے، اور پہلی علامت تمام

اب) میں تجھ سے بس یہی مانگتا ہوں، اسکے علاوہ مزید کچھ نہ مانگونگا اور اسکا پروردگار اسکے عذر کو اسلئے قبول نہیں کریگا کہ وہ بندہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر اسکو ذرا سا صبر نہیں آئیگا۔ چنانچہ وہ اسکو اسکے قریب کردیگا۔ پس جب وہ اسکو اسکے قریب کردیگا تو وہ جنتیوں کی آوازوں کو سُنے گا، تو وہ عرض کرنے لگے گا: ائے میرے رب مجھے اس میں داخل کردے، تو وہ فرمائیگا: ائے آدم زادے! (آخر) کونسی چیز مجھ کو تجھ سے چُھڑائیگی!! کیا تو اس بات سے خوش ہوجائیگا کہ میں تجھے ساری دنیا اور اسکے برابر اُسی کے ساتھ دیدوں؟ وہ کہے گا ائے میرے رب کیا تو مجھ سے مذاق کررہا[1] ہے حالانکہ تو سارے جہانوں کا پروردگار ہے! پھر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ہنسنے لگے اور فرمایا: کیا تم لوگ مجھ سے یہ نہ پوچھوگے کہ میں کس وجہ سے ہنس رہا ہوں تو لوگوں نے پوچھا آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ تو فرمایا: ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسا تھا۔ تو صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ آپ

امتوں کی ہے۔ اور واضح ترین بات یہ ہے کہ "رب سلم سلم" کا کلام اُن باعمل علماء، شہداء اور صالحین کی علامت ہوگی جو مومن کامل ہیں اور جنہیں انبیاء و رسل کی تابعداری میں مقام شفاعت نصیب ہوگا۔

1 ﴾ **قوله ای رب تستهزئ منی الخ** (ائے میرے پروردگار کیا تو مجھ سے مذاق کررہا ہے) اگر یہ کہا جائے کہ کونسی چیز اللہ تعالی کے شایان شان ہے اور کونسی چیز نہیں؟ اسکی معرفت (بروز قیامت) عالم اور جاہل کو برابر برابر ہوجائیگی اور حجابات غیب اُٹھ جائینگے تو پھر اس بندہ سے یہ بات کیسے سرزد ہوگی؟ تو میں کہتا ہوں: یہ عالم اس عالم کے درجہ میں رہیگا، جس پر اللہ تعالی کی نوازشات وانعامات کی وجہ سے مسرت وخوشی غالب آجائیگی، تو فرط مسرت سے اسکی زبان پھسل جائیگی، جیسا کہ کہنے میں اس آدمی نے غلطی کی تھی، جسکی سواری بیابان میں گم ہوگئی اور اس پر اسکا کھانا اور پانی تھا، تو وہ اس سے مایوس ہوگیا، پھر جب وہ اسکو پالیا اور اسکی نکیل پکڑلیا تو فرط مسرت سے کہہ اٹھا: "ائے تو میرا بندہ ہے

کیوں ہنس رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: رب العالمین کے ہنسنے کی وجہ سے، جس وقت کہ وہ بندہ کہے گا: کیا تو مجھ سے مذاق کر رہا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں جو چاہتا ہوں اس پر پوری طرح قدرت رکھتا ہوں۔ (مسلم)

246/6778 ﴾ اور مسلم کی ایک روایت میں سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اسی کے ہم معنی ہے مگر یہ کہ انہوں نے اس جملہ سے کہ "تو وہ فرمائیگا اے آدم زادے کونسی چیز مجھکو تجھ سے چھڑائیگی" سے ختم حدیث تک کے حصہ کو بیان نہیں کیا۔ البتہ انہوں نے اپنی حدیث میں ذیل کے الفاظ زائد بیان کئے ہیں: "اور اللہ تعالیٰ اسکو یاد دلائیگا کہ تو ایسا اور ویسا مانگ، یہاں تک کہ جب اسکی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرے لئے یہ سب کچھ ہے اور اُس کا دس گنا بھی۔ آنحضرت نے فرمایا: پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا تو اس کے پاس بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے اس کی دو بیویاں آئیں گی اور کہیں گی: تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے تم کو ہمارے لئے اور ہمیں تمہارے

اور میں تیرا رب ہوں"۔ (مرقات)

1 ﴾ **قوله ولكنى على ما أشاء قدير** (بلکہ میں جو چاہتا ہوں اس پر پوری طرح قدرت رکھتا ہوں) علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا: پس اگر تم کہو کہ یہاں کس چیز کا استدراک ہے؟ تو میں کہوں گا: کلام مقدر کا، یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کیا تو اس بات سے خوش ہو جائیگا کہ میں تجھے ساری دنیا اور اسکے برابر اسی کے ساتھ دیدوں، تو بندوں تو بندہ خود کو نا مستحق جانتے ہوئے اسکو ناممکن سمجھا اور کہنے لگا: کیا تو مجھ سے مذاق کر رہا ہے؟ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ہاں ہاں تو نا مستحق ہے لیکن میں تجھے مستحق بنا کر وہ عطا کرتا ہوں جسکو تو ناممکن خیال کیا ہے، کیونکہ میں جو چاہتا ہوں اس پر پوری طرح قادر ہوں۔ (مرقات)

لئے پیدا کر کے ہمیشہ کی زندگی بخشی۔ آنحضرت نے فرمایا: پس وہ کہے گا: جیسا مجھے سرفراز کیا گیا ایسا کسی کو سرفراز نہیں کیا گیا"۔ (مسلم)

247/6779 ﴾ انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں دوزخ سے سب سے آخر میں نکلنے والے دوزخی اور جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے شخص کو جانتا ہوں، وہ ایسا شخص ہوگا جو سُرین کے بل گھسٹتے ہوئے دوزخ سے نکلے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا اور جنت میں داخل ہو جا تو وہ اسکے پاس آیگا تو اسکو خیال ہوگا کہ وہ بھری ہوئی ہے۔ تو وہ عرض کریگا: اے میرے پروردگار! میں نے اسکو بھری ہوئی پایا۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیگا: جا اور جنت میں داخل ہو جا، کیونکہ تیرا حصہ دنیا جہاں برابر اور اسکا دس گنا ہے۔ تو وہ عرض کریگا: کیا تو مجھ سے دل لگی کررہا ہے یا مجھ پر ہنس رہا ہے؟ حالانکہ تو بادشاہ ہے!! پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپکی کونچلیاں ظاہر ہوگئیں۔ اور کہا جاتا تھا کہ یہ جنتیوں میں سب سے کمترین درجہ والا ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

---

1 ﴾ **قوله أحياك لنا الخ** (تم کو ہمارے لئے زندگی بخشی) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو ہمارے لئے اور ہم کو تمہارے لئے پیدا کیا۔ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کو بتانے کیلئے یہاں "**خلق**" (پیدا کیا) کے بجائے "**أحيا**" (زندگی بخشی، زندہ رکھا) فرمایا گیا۔ نیز یہ بتانے کیلئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اُس جہاں میں یکجا کیا جہاں موت کا نام نہیں، و نیز یہ کہ وہ دائمی خوشی اور زندگی والا جہاں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**وان الدار الآخرة لهی الحیوان**" ترجمہ: اور ہمیشہ کی زندگی کا مقام تو آخرت ہے۔ (مرقات)

248/6780 ﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے جنتی اور دوزخ سے سب سے آخر میں نکلنے والے دوزخی کو جانتا ہوں، وہ ایسا آدمی ہوگا جسے روز قیامت لایا جائیگا اور کہا جائیگا: اسکے سامنے اسکے چھوٹے گناہوں کو پیش کرو اور بڑے گناہوں کو اس سے دور ہٹالو، چنانچہ اسکے روبرو اس کے چھوٹے گناہ پیش کیے جائینگے اور کہا جائیگا: کیا تو نے فلاں فلاں روز ایسا ایسا کیا؟ اور فلاں فلاں روز ایسا ایسا کیا؟ تو وہ عرض کریگا ہاں، انکار نہ کر سکے گا، جبکہ وہ اپنے بڑے گناہوں کی وجہ سے لرزاں وترساں ہوگا کہ کہیں وہ (بھی) اسکے سامنے پیش نہ کردیئے جائیں، پس اس سے کہا جائیگا: دیکھ تیرے لئے ہر برائی کے بدلہ ایک نیکی[1] ہے۔ تو وہ عرض کریگا اے میرے رب! میرے علم میں کچھ چیزیں ہیں جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپکی کونچلیاں ظاہر ہوگئیں۔ (مسلم)

1 ﴾ **قولہ لك مكان سيئة حسنة الخ** (تیرے لئے ہر برائی کے بجائے ایک نیکی ہے) اس میں دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ وہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ کرلیا ہو جیسا کہ اللہ تعالی کا قول ہے "**الا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا فاولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات**" (مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دے گا) لیکن اس میں یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ سب سے آخر میں نکلنے والا دوزخی یہ شخص کیسے ہوسکتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ توبہ کرنے کے بعد گناہوں کا ارتکاب کیا اور ان گناہوں کی وجہ سے سزا کا مستحق ہوا اور اب رہا اس کی سزا میں تبدیلی رب الارباب کے فضل کی بناء پر ہے دوسری بات زیادہ واضح ہے اور اس کی تائید سے بھی ہوتی ہے کہ وہ اس وقت اللہ تعالی کے کرم کا حریص رہیگا۔ (مرقات)

249/6781 ﴿ سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنین جہنم سے نجات پائینگے تو انہیں جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل پر روکا جائیگا پس ان کیلئے ایک دوسرے سے ان مظالم کا قصاص لیا جائیگا جو آپس میں ان کے درمیان پیش آئے تھے یہاں تک کہ انہیں پاک وصاف کیا جائیگا اور وہ صاف ستھرے ہو جائینگے تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائیگی پس اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے ان میں سے ہر ایک اپنے دنیاوی گھر کی راہ سے زیادہ اپنی جنتی گھر کا راہ یاب ہوگا۔ (بخاری)

250/6782 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر اسے جہنم کا وہ ٹھکانہ دکھایا جائیگا جس کا وہ گناہ کرنے کی صورت میں حقدار ہوتا تاکہ وہ اور زیادہ شکر بجالائے اور کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر اسے جنت کا وہ ٹھکانہ دکھایا جائیگا جس کا وہ نیکی کرنے کی صورت میں حقدار ہوتا تاکہ وہ اس کیلئے حسرت کا باعث ہو۔ (بخاری)

251/6783 ﴿ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

1 ﴿ قولہ اری مقعده من النار لو أساء لیزداد شکرا (اسے جہنم کا وہ ٹھکانہ دکھایا جائیگا جس کا وہ گناہ کرنے کی صورت میں حقدار ہوتا تاکہ وہ اور زیادہ شکر بجالائے) یہ دکھلانے کی علت ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ دکھلایا جانا قبر میں ہی ہو جیسا کہ اس پر بعض احادیث شاہد ہیں اور دوسرا احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قیامت کے دن ہو جیسا کہ اس حدیث میں واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مرقات)

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنت اور جہنمی جہنم میں منتقل ہو جائیں گے تو موت کو لایا جائیگا حتی کہ اسے جنت ودوزخ کے درمیان رکھا جائیگا پھر اُسے ذبح کیا جائیگا پھر ایک ندا دینے والا ندا دیگا کہ اے جنتیو کوئی موت نہیں ہے اور جہنمیو کوئی موت نہیں ہے تو جنتی لوگوں کی خوشی پر خوشی بڑھ جائیگی اور جہنمیوں کے غم پر غم میں اضافہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

252/6784 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ بروز قیامت میری سفارش فرمائیے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو کرنے والا ہوں میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو کہاں تلاش

---

1 ﴿ **قولہ حتی جیئی بالموت الخ** (ایک روایت میں آیا ہے کہ موت کو مینڈے کی شکل میں لایا جائیگا کہا گیا اس عالم میں ہر چیز کی ایک حقیقت ومثال ہوتی ہے اور موت کی مثال مینڈا ہے اور علم کی مثال دودھ ہے اور ایمان کی مثال سایہ ہے اور اسکے علاوہ دوسری مثالیں ہوں گی اور اس سے قطع نظر کے باوجود اللہ تعالی کو اس کے مانند اس لئے بنایا تاکہ وہ انھیں موت کی نیستی وزوال کو مینڈے کے ذبح کرنے کے ذریعہ دکھادے تاکہ وہ اچھی طرح پہچان لیں اور کامل یقین کرلیں۔ (مرقات)

2 ﴿ **قولہ انا فاعل الخ** (میں ہی کرنے والا ہوں) پس اگر تم کہو یہ حدیث اور عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث کے درمیان حساب کے بیان میں ہے کو کیا تطبیق ہوسکتی ہے، کیا تم اپنی گھر والوں کو قیامت کے دن یاد کروگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب رہا تین مقامات میں کوئی ایک کسی دوسرے کو یاد نہیں کرے گا۔

میں کہتا ہوں کہ پہلی حدیث غائبین پر محمول ہے تو کوئی اپنے گھر والوں میں سے غائب کو یاد نہیں کرے گا اور دوسری حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو حاضر ہوں گے ان پر محمول ہے تو یاد نہ کرنے حاضر ہونے کے وقت شفاعت کے پائے جانے کے درمیان تاویل کی جائیگی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اس پر دلالت کررہا ہے فائین اطلبک الخ (مرقات)

ان دو حدیثوں کو جمع کرنے کی وجہ اس سے مراد یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہے اور یہ بھی امکان ہے کہ ان دونوں

کروں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پہلے مجھ پل صراط پر تلاش کرو میں نے کہا اگر میں آپ سے پل صراط پر نہ ملوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تم مجھے میزان کے پاس تلاش کرو میں نے کہا اگر میں آپ سے میزان کے پاس نہ ملو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تم مجھے حوض کوثر کے پاس تلاش کرو کیونکہ میں ان تین مقامات سے نہ ہٹوں گا۔ (ترمذی)

حوض اور شفاعت کا بیان

ختم شد

کے درمیان جمع کرنا اس بناء پر ہے کہ یہ حدیث اجازت سے پہلے کی ہے اور وہ اجازت سے بعد والی ہے۔ (کوکب دری)

1 ﴿ **قولہ اول ما تطلبنی علی الصراط** (سب سے پہلے تم مجھے پل صراط پر طلب کرو) کتاب بستان المحدثین میں ہے پہلا مقام جہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا جائیگا وہ حوض کوثر ہے اس کے بعد مقام میزان پھر پل صراط ہے۔ اب رہا اس حدیث میں جو مذکور ہے اس کے جواب میں صاحب عرف شذی نے کہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقامات میں جانا آنا ہوتے رہیگا باب کی حدیث میں اس کی ترتیب کا ذکر نہیں ہے اور صاحب کوکب دری نے کہا ہے اولیت سے اولیت زمانی مراد نہیں ہے، کیونکہ اس سے پل صراط کا میزان سے پہلے ہونا اور میزان کا حوض سے پہلے ہونا لازم آئیگا اور روایات میں اس کے برخلاف صراحت موجود ہے۔ بلکہ اس سے مراد اس وقت کی ہولناکی اور ضرورت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا جانا ہوگا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تم مجھے سب سے پہلے پل صراط پر تلاش کرو پھر اس کے بعد ہول و پریشانی کی شدت میں میزان کے پاس پھر حوض کوثر کے پاس تلاش کرو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

12/145 باب صفة الجنة واهلها

جنت اور جنتیوں کی صفت کا بیان

253/6785 ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے ایسی نعمتیں تیار رکھی ہے[1] جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا[2] اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو **فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعين** تو کوئی نفس نہیں جانتا جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا کر رکھی گئی ہے۔ (بخاری، مسلم)

254/6786 ﴿ سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا جنت

---

1 ﴿ **قوله: اعددت** (میں نے تیار کر رکھی ہے) اس میں دلیل ہے کہ جنت پیدا کی گئی ہے اور جنت میں حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی سکونت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ (مرقات)

2 ﴿ **قوله: ولا خطر على قلب بشر** (اور نہ کسی انسان کے دل میں اسکا خیال گزرا) اگر تم کہو یہاں اس سے پہلے والی دو مخلوق (فرشتوں اور جنات) کے بغیر انسان کا خصوصیت سے کیوں ذکر کیا گیا؟ تو میں کہوں گا کیونکہ انسان ہی ان نعمتوں سے استفادہ کرتے ہیں جو انکے لئے بنائی گئی ہیں، انکا اہتمام کرتے ہیں اور فرشتوں کے برخلاف یہاں لوگ اپنے دل میں ان کا خیال لاتے ہیں، اور یہ حدیث شریف آیت کریمہ کی تفصیل کے درجہ میں ہے کیونکہ آیت کریمہ نے علم (جاننے) کی نفی کی اور حدیث شریف نے اسکے حاصل ہونے کے طریقہ کی نفی کی۔ (مرقات)

میں گھوڑے ہیں، فرمایا اگر اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے پھر تم چاہو کہ سرخ یاقوت کے گھوڑے پر تمہیں سوار کیا جائے جو تمہیں جہاں تم چاہو لے کر اڑے تو ضرور ایسا کیا جائے گا، دوسرے صحابی نے آپ سے عرض کیا یارسول اللہ! کیا جنت میں اونٹ ہیں؟ راوی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہ نہیں فرمایا جو ان کے ساتھی سے فرمایا تھا، بلکہ فرمایا تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوتا جو تمہارا دل چاہے اور آنکھ پسند کریگی۔ (ترمذی)

1 **قوله: ان الله اذ خلك الجنة** (اگر اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کردے) "ان اللہ" ہمزہ کے زیر اور نون کے جزم کے ساتھ ہے کیونکہ یہ ان شرطیہ ہے پھر نون کو دو ساکن کی وجہ سے زیر دیا گیا۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا اسم ذات "اللہ" اسکے بعد والے فعل **"اذدخلك الله الجنة"** کی وجہ سے مرفوع ہے جس کی تفسیر بعد والا فعل کر رہا ہے، اس کو مبتدا ہونے کی بنیاد پر مرفوع قرار دینا درست نہیں کیونکہ یہ حرف شرط کے بعد واقع ہے۔ اور آپ کا فرمان **فلا تشاء ان تحمل** جواب شرط ہے یعنی تم جنت میں سوار ہو نا نہ چاہو گے، علامہ قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تقدیر کلام یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم کو جنت میں داخل کردے تو تم نہیں چاہو گے کہ اس طرح کے گھوڑے پر سوار ہوں مگر یہ کہ تم کو اس پر سوار کردیا جائیگا معنی یہ ہے کہ دل جس چیز کی خواہش کرینگے وہ جنت میں اپنی چاہت کے مطابق پائیں گے حتی کہ اگر اس قسم کے گھوڑے پر سوار ہونے کی خواہش کریں تو ضرور اسکو پائیں گے اور اس پر قدرت بھی رکھیں گے، اور اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کردے تو تم نہ چاہو گے کہ تمہارے لئے سرخ یاقوت کی سواری ہو جو تمہیں جہاں چاہے لے اڑے اور نہ تم اس سے خوش ہوں گے کہ ذات اور صفت کے اعتبار سے اسی جنس کا گھوڑا طلب کرو جو دنیا میں پاتے تھے، یعنی وہاں تمہارے لئے ایسی سواریاں ہوں گی جو متعارف گھوڑے سے بے نیاز کردیتی ہو۔

اس معنی پر وہ الفاظ دلالت کرتے ہیں جو دوسری روایت میں آئے ہیں کہ اگر تمہیں جنت میں داخل کیا جائے تو یاقوت کا گھوڑا لایا جائیگا جس کے دو پر ہوں گے پھر تمہیں اس پر سوار کیا جائے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنت اور دنیا کی سواریوں میں بطور تمثیل فرق بتلانے اور ان کے درمیان تفاوت بیان

255/6787 سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آئے اور عرض کئے یا رسول اللہ مجھے گھوڑے پسند ہیں کیا جنت میں گھوڑے ہیں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم جنت میں جاؤ تو ایک یاقوتی گھوڑا تمہارے پاس لایا جائے گا جس کے دو پر ہوں گے تمہیں اس پر سوار کیا جائے گا پھر تم جہاں چاہو وہ تمہیں لے اڑے گا۔ (ترمذی)

256/6788 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد

کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنت کے گھوڑے کی اس کی ذات میں اس گھوڑے سے تشبیہ بیان فرمائی جو ہمارے پاس زیادہ بہتر، ہمیشہ رہنے والا، عمدہ رنگ اور خالص ذات والا ہو اور تیز رفتاری اور اُڑ کر جلدی نقل مقام کرنے میں اس کو پرندے سے تشبیہ دی اور دوسری روایت میں لفظ "**جناحان**" دو پروں کا ذکر کر کے اس کی تاکید فرمائی، اور اسی پر اس کا قیاس کیا جائے جو تفصیل جنت کی عمارتیں، اس کے باغات اور اس کی نہروں وغیرہ کے بارے میں آئی ہے اس کے حقائق کا علم تو اللہ تعالی کے پاس ہے، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پہلی توجیہ شیخ توربشتی کا مذہب ہے، فرمان نبوی "**الا حملت**" مگر یہ کہ تم کو سوار کر دیا جائے گا"، کی تقدیر اس کی متقاضی ہے کہ آپ کا فرمان "**الا فعلت**" مجہول صیغہ سے پڑھا جائے، کیونکہ یہ استثناء مفرغ ہے یعنی **لاتكون بمطلوبك الا مسعفا** یعنی تم اپنی طلب کردہ چیز کے ساتھ نہیں ہو گے مگر یہ کہ تمہاری طلب کردہ چیز عطا کر دی جائے گی، اگر اس کو معروف صیغہ سے پڑھیں تو کلام مقدر یہ ہوگا **فلا تكون بمطلوبك الا فائزا** تم اپنے مطلب کے ساتھ کامیاب ہی رہو گے۔

سابقہ دو توجیہات میں دوسری توجیہ "اسلوب حکیم" کے قریب ہے کیونکہ صحابی نے دنیا میں متعارف گھوڑے سے متعلق عرض کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں جنت کی نعمتوں کا ذکر فرمایا یعنی اپنا مطلوب چھوڑ دو کیونکہ تم ہماری بیان کردہ اس سواری کی بنا اپنی دریافت کردہ سواری سے بے نیاز ہو۔ (مرقات)

فرمارہے تھے[1] جبکہ آپ کی خدمت میں اہل قریہ میں ایک صحابی موجود تھے کہ جنتیوں میں سے ایک شخص اپنے رب سے کاشت کاری کی اجازت چاہے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نے چاہا اس میں نہیں ہے، عرض کرے گا کیوں نہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ کاشت کروں پس اس نے بیج بویا اچانک شگوفہ پودا بن گیا، لہلہانے کے قریب ہوا اور قابل کٹائی ہو کر پہاڑوں کے مثل بن گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم رہنے دے کوئی چیز تجھے شکم سیر نہ کریگی، اعرابی نے کہا بخدا آپ ان کو قریشی پائیں گے یا انصاری کیونکہ یہی لوگ اصحاب کاشت ہیں[2] البتہ ہم کاشت والے نہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ (بخاری)

257/6789 ﴾ سیدنا ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مومن جنت میں اولاد کی تمنا کریگا تو اسکا حمل، وضع حمل، اور عمر جیسا وہ چاہتا ہے ایک لمحہ میں سب کچھ ہو جائیگا۔ اس حدیث شریف میں اسحٰق بن ابراہیم نے کہا جب مومن جنت میں

1﴾ قوله كان يتحدث وعنده رجل من اهل البادية ان رجل (حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے جبکہ آپ کی خدمت میں ایک صحابی موجود تھے) ان ہمزہ زیر کے ساتھ بطور حکایت ہے یہ من جملہ اسکے ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں بعض نسخوں میں یتحدث کا مفعول ہونے پر زبر کے ساتھ ہے اور اور دونوں کے درمیان جملہ معترضہ حالیہ ہے علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمزہ زیر کے ساتھ یتحدث کا مفعول ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرمارہے تھے اس کی حکایت کے طور پر ہے یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ ان رجلا من اهل الجنة الخ (مرقات)

2﴾ قوله فانهم اصحاب زرع (کیونکہ وہ کاشت والے ہیں) قریشی حضرات کو کاشت کاری سے سابقہ اس وقت پڑا جب کہ وہ مدینہ شریف آنے کے بعد حضرات انصار کی صحبت میں رہے ورنہ وہ مکہ شریف میں کاشتکاری نہیں کرتے تھے

اولاد کی تمنا کریگا تو ایک لمحہ میں ہوگی لیکن وہ تمنا نہیں کرے گا۔ (ترمذی)

258/6790 ﴿ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک جنت میں ایک بازار ہے جس میں بیع وشراء نہیں ہے مگر مرد اور عورتوں کی صورتیں ہوں گی جب آدمی کسی صورت کو پسند کرلے تو اس میں داخل ہوجاتا ہے۔ (ترمذی)

259/6791 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(لمعات)

1 ﴿ **قولہ اذا اشتھی الرجل صورۃ دخل فیھا** (جب آدمی کسی صورت کو پسند کرلے تو اس میں داخل ہوجاتا ہے) دو معنی کا احتمال رکھتا ہے (۱) پہلا معنی یہ ہوگا کہ خوبصورت تصاویر انکے سامنے ہوں جب وہ پسند کرے اور اس کے سامنے پیش کردہ تصویر کی تمنا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی قدرت سے اس تصویر کی شکل عطا کرتا ہے (۲) دوسرا معنی صورت سے زینت مراد ہے جس کو وہ شخص اس بازار میں اختیار کرتا ہے اس کا لباس پہنتا ہے اور اپنی ذات کیلئے زیور، لباس اور تاج اختیار کرتا ہے جیسے کہا جاتا ہے فلاں کی صورت حسین ہے یعنی اس کی ہیئت اچھی ہے یعنی جب ان تصویروں میں کسی کی خواہش ہو تو اس کو عطا کیا جائیگا اور اس میں داخل ہونے سے مراد اس سے آراستہ ہونا ہے اور دونوں معانی کے پیش نظر صفت میں تبدیلی ہوتی ہے ذات میں نہیں، علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا ان دونوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے تاکہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث شریف سے موافقت ہوجائے کہ شمال کی ہوا چلے گی اور ان کے چہروں اور لباس سے ہوتے ہوئے گزر جائے گی تو انکا حسن وجمال بڑھ جائے گا الحدیث، میں کہتا ہوں یہ حدیث شریف اللہ تعالیٰ کے فرمان **فیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین** (اس میں وہ سب ہے جو نفس چاہیں گے اور آنکھ پسند کریں گی) کا اقتباس ہے، اور شاید مکان یعنی بازار اور زماں یعنی روز جمعہ کی قید تصاویر کی خصوصیت پر ہے کیونکہ وہ مزید نعمتوں کا دن، رب سے لقاء کا دن اور جمع ہونے، اہل بقا کے مشاہدہ اور صفا پر زیادتی نعمت کا دن ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ (مرقات)

ارشاد فرمایا جنت میں ایک بازار ہے جس میں ہر جمعہ کے دن لوگ آئینگے شمال کی ہوا چلے گی ان کے چہروں اور لباس سے ہوتے گزر جائے گی ان کا حسن و جمال مزید بڑھ جائے گا وہ اپنے اہل وعیال کے پاس واپس آئینگے اس حال میں کہ ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو چکا ہوگا ان کے اہل ان سے کہیں گے بخدا ہمارے پاس سے جانے کے بعد تمہارے حسن و جمال میں اضافہ ہوا ہے تو وہ کہیں گے خدا کی قسم تمہارا بھی حسن و جمال ہمارے بعد بڑھ گیا ہے۔ (مسلم)

1 ﴿ **قوله ان في الجنة لسوقا يأتونها كل جمعة** (جنت میں ایک بازار ہے جس میں ہر جمعہ وہ آئیں گے) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا "سوق" بازار اہل جنت کے جمع ہونے کا مقام ہے جس میں وہ جمعہ یعنی ہر ہفتہ کی مقدار کے وقفہ سے جمع ہوتے ہیں۔

سورج، رات اور دن نہ ہونے کی وجہ سے وہاں حقیقت میں ہفتہ نہیں، میں نے کہا رات اور دن کا وقت انوار کے پردے ڈالنے اور اٹھانے سے پہچانا جائیگا جیسا کہ بعض احادیث شریفہ میں آیا ہے تو اسی سے جمعہ اور عید کے دنوں کا پتہ چلے گا اور ان پر جو ملاقات، دیدار اور امداد و تعاون کے تمام امور مرتب ہوتے ہیں جانے جائیں گے، جامع میں ہے کہ جنتی، جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے، وہ اس لئے کہ ہر جمعہ اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیگا تم جو چاہو تمنا کرو وہ سب علماء ربانیین کی طرف آئیں گے اور پوچھیں گے ہم کیا تمنا کریں وہ کہیں گے ایسی ایسی تمنا کرو پس وہ سب جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے جیسا کہ دنیا میں احتیاج رکھتے ہیں (ابن عساکر عن جابر) روز جمعہ میں یوم مزید رکھنا اس کا تمام ایام سے ممتاز ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ مقصود کو بہتر جاننے والا ہے۔ (مرقات)

2 ﴿ **قوله فيقولون وانتم والله لقد ازددتم بعد ناحسنا وجمالا** یہ حالت یا تو اس ہوا ان کو پہنچنے سے ہے یا ان کا جمال منعکس ہونے کی وجہ سے یا ان کے حال کی تاثیر اور انجام کی ترقی کے سبب سے ہے۔ (مرقات)

260/6792 ﴿ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں کہ مجھے اور آپ کو جنت کے بازار میں جمع فرمائے حضرت سعید نے عرض کیا وہاں بازار ہے فرمایا ہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر عطا فرمائی جب جنتی جنت میں جائیں گے تو ان کے اعمال کے اضافہ کی وجہ اس میں اتریں گے پھر انہیں دنیوی ایام میں سے روز جمعہ کی مقدار[1] میں اجازت دی جائیگی تو وہ اپنے رب کی زیارت سے مشرف ہونگے، اس کا عرش ان کے لئے ظاہر ہوگا اور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ان پر تجلی فرمائیگا پھر ان کے لئے نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زمرد کے منبر، سونے کے منبر، چاندی کے منبر رکھے جائیں گے اور ان میں سے کم درجہ شخص مشک اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھے گا[2] اور ان میں کوئی کمتر نہیں ہوگا یہ لوگ کرسیوں پر بیٹھنے والوں کو باعتبار مجلس ان سے افضل نہ دیکھیں گے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہمیں اپنے رب کا دیدار حاصل ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کیا تم سورج کو اور چودہویں کے چاند کو

---

1 ﴿ **قوله فی مقدار یوم الجمعة** (روز جمعہ کی مقدار میں) حواشی میں ہے یعنی ایک ہفتہ کی مقدار، ظاہر تو یہ ہے کہ یوم جمعہ سے مراد ہے کیونکہ فضائل جمعہ میں وارد ہوا ہے دنیا کی طرح جنت میں روز جمعہ ہوگا اور جنتی اپنے رب کے دربار میں حاضر ہوں گے، الی اخر معنی الحدیث۔ (لمعات)

2 ﴿ **قوله ویجلس ادناهم** (اور ان میں کم درجہ والا بیٹھے گا) یعنی جنت میں درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے کم اسکے سوا دوسروں کی بہ نسبت، آپ کا فرمان ان میں کم درجہ شخص نہیں ادنی یعنی معمولی، لفظ ادناہم سے بے وقاری کا مفہوم دفع کرنے کیلئے۔ (لمعات)

دیکھنے میں شک کرتے ہوں ہم نے عرض کیا نہیں فرمایا اسی طرح تمہارے رب کو دیکھنے میں شک نہیں کروگے اس مجلس میں کوئی آدمی باقی نہ رہےگا مگر اللہ تعالیٰ بے حجابات تجلی فرمائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک شخص سے فرمائے گا اے فلاں بن فلاں کیا تو وہ دن یاد رکھتا ہے جب تو ایسا ایسا کہا تھا تو وہ دنیا میں ہوئی بعض لغزشوں کو یاد کریگا پھر عرض کریگا اے رب کیا تو مجھے نہ بخشے گا فرمائیگا کیوں نہیں، میری وسعت مغفرت کی وجہ سے تو اپنے اس درجہ تک پہنچا یہ حضرات اسی درمیان ہونگے کہ ان پر ایک بادل چھا جائیگا اور ان پر خوشبو برسائیگا وہ اس طرح کی خوشبو کبھی نہ سونگھے ہوں گے اور ہمارا رب ہم سے فرمائیگا اٹھو اس بزرگی کی طرف جو بزرگی میں نے تمہارے لئے تیار کی ہے تم جو چاہو لے لو تو ہم ایک بازار میں آئینگے جس کو فرشتے گھیرے ہوں گے اس میں ایسی نعمتیں ہوں گی جس کے مثل نہ آنکھیں کبھی دیکھی ہونگی نہ کان کبھی سنے ہوں گے اور نہ دلوں میں خیال گزرا ہوگا تو ہمارے لئے اٹھا کر لایا جائیگا جو ہم چاہیں گے اس میں نہ خریداری کی جائیگی اور نہ فروختگی، اسی بازار میں جنتی لوگ ایک دوسرے سے ملیں گے ایک بلند مرتبہ شخص آکر اس سے کم درجہ والے سے

---

1 ﴾ **قولہ مالم تنظر العیون** (جسکو آنکھیں نہ دیکھی ہوں) علامہ مظہر نے فرمایا موصولہ ہے، موصول، صلہ سے مل کر مقدر ضمیر منصوب کا بدل ہو کر منصوب ہونے کا احتمال رکھتا ہے جو ضمیر لفظ **ما اعددت** کے ما کی طرف لوٹتی ہے، یا مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی بنیاد پر حالت رفع میں ہونے کا احتمال بھی رکھتا ہے، شارح نے کہا یا وہ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے یعنی **فیھا**، میں نے کہا یہی بہتر اور زیادہ موافق ہے علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا ایک توجیہ یہ ہے کہ مالفظ سوق کا بدل موصوف ہو (مرقات)

ملے گا جبکہ ان میں کوئی کم نہ ہوگا اس شخص پر جو لباس یہ دیکھے گا اسے پسند آئیگا اس کی آخری گفتگو ختم نہ ہوگی کہ اس سے زیادہ خوبصورت لباس اس پر دکھائی دے گا اس لئے کہ وہاں کسی کا غمزدہ ہونا مناسب نہیں پھر ہم اپنے گھر لوٹ آئینگے ہماری بیویاں ہم سے ملیں گے گی اور کہیں گی مرحبا واہلا خوش آمدید مبارکباد آپ تشریف لائے ہیں جبکہ آپ پر اس سے زیادہ حسن و جمال ہے جس کے ساتھ آپ ہم سے جدا ہوئے تھے، ہم کہیں گے آج ہمیں اپنے رب جبار کی مجالست حاصل ہوئی اور ہمارا یہی حق تھا کہ ہم اسی شان کے ساتھ لوٹیں جس شان سے ہم لوٹے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

261/6793 ﴿ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں خوبصورت حوروں کی محفل ہے وہ ایسی آوازیں بلند کریں گی جس کے مثل مخلوق نے سنی نہ ہوگی، کہیں گی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں ختم نہ ہوں گے، ہم نعمتوں میں پرورش پاتی ہیں محتاج نہیں ہیں[1] اور ہم راضی رہنے والی ہیں ناراض نہ ہوں گی خوشخبری ہے اس کے لئے جو ہمارے لئے ہے اور ہم اس کے لئے ہیں۔ (ترمذی)

---

1 ﴿ قولہ ونحن الناعمات یعنی نعمتوں میں پرورش پانے والی ہیں لاباً س یعنی ضرورت مند محتاج یا خوبصورت نرم ہیں سخت برے نہ ہوں گے، یا خوش ہیں رنجیدہ نہ ہوں گے، نعمت سے مراد مسرت ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔ (لمعات)

262/6794 حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت [1] میں ایک کوڑے [2] کی جگہ دنیا اور اس کی نعمتوں سے بہتر ہے۔ (بخاری [3])

1 قوله فی الجنة (جنت میں) لفظ جنت قرآن شریف میں بطور غلبہ اعلام سے ملحق ہونے والے ناموں کے نہج پر آیا جیسے نجم، ثریا، کتاب وغیرہ اور وہ اس طرح کہ جنت ہر اس باغ کو کہتے ہیں جس کے درختوں کی ٹہنیاں بہت زیادہ ہوں پھر زیادہ استعمال دارالثواب کے لئے ہو گیا اور ہم نے ناموں سے ملحق ہونے والے کلمات اس لئے کہا کہ وہ الف لام کے ساتھ لازم نہیں اور تحقیقی بات یہ ہے کہ وہ بر سبیل تغلیب منقول شرعی ہے اور اس کو اس وقت غلبہ حاصل ہو جاتا ہے جب وہی ذہن میں موجود اور معہود ہو، اسی طرح لفظ "نار" غلبہ کے طور پر دارالعقاب کے لئے نقل کر لیا گیا ہے اگر چہ اس میں سخت ٹھنڈک، تلچھٹ اور خاردار زہریلے درخت وغیرہ ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو "جنت" کی وجہ سے محلات اور حور و غلمان کی مانگ سے بے نیازی نہیں ہوگی اور نہ مطلق "نار" سے سخت ٹھنڈک، تلچھٹ، اور خاردار زہریلے درخت سے چھٹکارا طلب کرنے سے بے نیازی حاصل ہوگی۔

2 قوله موضع سوط (کوڑے کی جگہ) اس سے جنت کی کچھ مقدار مراد ہے اور آپ کے فرمان "بہتر ہے" کا معنی یہ ہے کہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس کی کمیت و کیفیت سے بہتر ہے کیونکہ جنت کی نعمتیں باقی ہیں دنیا اور اس میں جو ہے وہ فانی ہے۔ (مرقات)

3 قوله رواه البخاری صاحب جامع نے اسی طرح فرمایا یعنی اس کو امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، تو صاحب مشکوۃ کا متفق علیہ کہنا دو وجوہ سے محل توقف میں ہے اور جامع میں ہے: یقیناً جنت میں تم میں سے کسی کے کوڑے کی مقدار اس سے بہتر ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے، امام احمد نے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (مرقات)

263/6795 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح سویرے ایک مرتبہ چلنا یا شام ایک مرتبہ چلنا دنیا اوراس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اگر اہل جنت کی عورتوں میں کوئی خاتون زمین کی طرف جھانکے تو ضرور زمین وآسمان کے درمیان جو کچھ ہے اس کو روشن کردے گی اوراس کو خوشبو سے بھردے گی اوراس کے سر پر اس کی مانگ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔(بخاری)

264/6796 ﴿ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا اگر جنت کی نعمتوں سے اتنا ظاہر ہوجائے جو ایک ناخن اٹھاتا ہو تو ضرور آسمانوں اور زمین کی سمتوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ اس کی وجہ سے مزین وآراستہ ہوجائیں گے اوراگر جنتیوں میں سے کوئی شخص جھانکے اوراس کے کنگن ظاہر ہوجائیں تو ضرور اس کی روشنی سورج کو چھپادے گی جس طرح سورج تاروں کی روشنی کو چھپادیتا ہے۔(ترمذی)

265/6797 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو سال چلے تو اس کو طے

---

1 ﴿ **قولہ غدوۃ** (یعنی دن کے ابتدائی حصہ میں ایک مرتبہ جانا) وقولہ روحۃ (دن کے آخری حصہ میں یارات کے ابتدائی حصہ میں ایک مرتبہ جانا) اور لفظ "او" شک کے لئے نہیں تو میت بتلانے کے لئے ہے، یعنی اس کی خوشنودی کی راہ میں دونوں میں سے ہر طرح کا جانا (دنیا ومافیہا سے بہتر ہے) جیسے جہاد، حج، ہجرت، طلب علم۔(مرقات)

2 ﴿ **قولہ شجرۃ** شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ابن جوزی نے کہا اس درخت کو طوبیٰ کہا جاتا ہے، میں کہتا ہوں اس کی

نہیں کرسکے گا اور یقیناً تم میں سے کسی کے کمان کی جگہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔ (بخاری)

266/6798 ﴿ سیدتنا اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب کہ آپ خدمت اقدس میں سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ٹہنیوں کے سایہ میں سوار سو سال چلے گا یا فرمایا اس کے سایہ میں سو سوار سایہ لیں گے، یہ شک راوی ہے، اس میں سونے کے پتنگے ہیں اور اس کے پھل بڑے مٹکوں کی طرح ہیں۔ (ترمذی)

267/6799 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں ہے کہ جس کا تنہ سونے کا نہ ہو۔ (ترمذی)

شاہد و دلیل امام احمد، امام طبرانی اور امام ابن حبان کے پاس ہے انتہی۔
اور آپ کا فرمان "اس کے سایہ میں" یعنی اس کے حصہ میں ورنہ عرف میں "ظل" وہ ہے جو سورج کی گرمی سے بچائے اور جنت میں سورج نہیں ہے۔ بہر حال مقصود اس کے نیچے چلنے کا ذکر کرنا ہے جیسے عرش کا سایہ اور ممکن ہے کہ درخت کا اس کے نیچے والی چیزوں کے لئے واضح نور ہو جیسے چھپانے والا پردہ، **وقولہ لقاب قوس** فائق میں ہے قاب مقدار کے معنی میں ہے اور زیادہ واضح معنی یہ ہے: یقیناً جنت میں تم میں سے کسی کے کمان کی جگہ مقدار و **قولہ اوتغرب** "او" واو کے معنی میں ہے کیونکہ اس سے مراد وہ ہے جو مشرق و مغرب کے درمیان ہے اور اس کی تمام چیزیں مراد لی گئی ہیں (مرقات، لمعات)

1﴿ **قولہ وساقھا من ذھب** اور اس کی ٹہنیاں تو الگ ہیں کبھی سونے کی کبھی چاندی کی یا یاقوت یا زمرد موتی کی یا قسم قسم کے پھولوں اور مختلف انوار سے آراستہ، اور مزین کی ہوئی ہیں اور ان کے اوپر مختلف جنس کے پھل ہیں اور اس کے

268/6800 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں مؤمن کو جماع کی اتنی اتنی قوت دی جائے گی، عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے سُو کی طاقت دی جائے گی۔ (ترمذی)

269/6801 ﴾ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ضرور مؤمن کے لئے جنت میں مجوف موتی کا خیمہ ہوگا جس کی چوڑائی اور ایک روایت میں ہے جس کی لمبائی ساٹھ میل ہے۔ اس کے ہر گوشہ میں اہل ہوں گے جو دوسروں کو نہ دیکھیں گے، ان کے پاس مؤمن بندہ آئیگا، اس کے دو باغ ہوں گے جن کے برتن اور اس میں جو کچھ ہے چاندی کے ہوں گے، اور دو باغ ہوں گے جن کے برتن اور اس میں جو کچھ ہے سونے کے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان اور ان کے رب کے دیدار کے درمیان جنت عدن میں اس کی ذات پر صرف ایک کبریائی کی چادر ہوگی۔ (بخاری، مسلم)

نیچے نہریں بہتی ہیں۔ (مرقات)

1﴾ **قوله يعطى المؤمن فى الجنة قوة كذا وكذا من الجماع** اور وہ عورتوں کی گنتی سے کنایہ ہے جیسے مثال کے طور پر دس اور آپ کا فرمان سو کی طاقت دی گئی یعنی سو آدمیوں کی، اسی طرح کہا گیا یا سو مرتبہ جماع کرنے کی اور معنی اس طرح ہے: جب بات ایسی ہے تو وہ اس کی طاقت رکھے گا۔ (مرقات)

2﴾ **قوله فى كل زاوية منها** یعنی اس خیمہ کے، اہل یعنی مؤمن کی بیوی وغیرہ، ''وہ نہیں دیکھیں گے'' یعنی وہ اہل نہیں دیکھیں، اس کے معنی کے اعتبار سے جمع کا صیغہ لایا گیا، دوسروں کو یعنی گوشہ میں رہنے والے اہل کو، ان کے پاس

270/6801 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مخلوق کس سے پیدا کی گئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی سے، ہم نے عرض کیا: جنت کی تعمیر کیسی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی اس کا گارا خالص مشک ہے، اس کے کنکر موتی اور یاقوت ہیں اور اس کی مٹی زعفران ہے، جو اس

آئے گا یعنی مؤمن اہل کے پاس آئے گا، اور یہاں طواف ہم بستری سے کنایہ ہے، اور آپ کا فرمان **جنتان** مبتدأ ہے جس کی خبر محذوف ہے یعنی اور مؤمن کے لئے دو باغ ہوں گے اور جو کچھ اس میں ہے یعنی محلات ساز و سامان تخت، درخت کی ٹہنیاں اور اس جیسی چیزیں۔ اور آپ کا فرمان ''اور دو باغ ہوں گے جن کے برتن اور میں جو کچھ ہے سونے کے ہوں گے'' پھر اس کا ظاہر یہ ہے کہ دو باغ چاندی کے ہیں اور چیز کے نہیں اور کے برعکس بھی تو اس فرمان کے درمیان اور جنت کی تعمیر کی صفت والی حدیث شریف کے درمیان جس میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہونے کا ذکر ہے تطبیق اس طرح ہے کہ پہلی حدیث میں جو برتن وغیرہ ہیں اس کا بیان ہے اور دوسری حدیث میں دیواروں کی صفت کا بیان ہے۔

اور لوگوں کے درمیان یعنی اہل جنت کے درمیان اور ان کے رب کے دیدار کے درمیان کوئی رکاوٹ اور مانع نہیں ہے سوائے کبریائی کی چادر کے یعنی عظمت کی صفت کے، شیخ تورپشتی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا یعنی جسمانی کدورت کے حجابات دور ہونے اور حسی رکاوٹیں کے ختم ہونے کے ساتھ جب مؤمن بندہ جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالے تو اس کے درمیان اور اس کے رب کے دیدار کے درمیان صرف جلال کی ہیبت اور جمال کے انوار ہیں جو اس سے روکتے ہیں اور وہ اللہ تعالی کی جانب سے اپنے بندوں پر فضل و مہربانی کے طور پر مشقت و رحمت کی وجہ سے ہی ان سے اٹھتے ہیں۔ (ماخوذ از مرقات)

1 ﴾ **قوله قال من الماء** عقلاء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ اللہ تعالی نے اجسام میں سب سے پہلے کس کو پیدا کیا تو اکثر اس بات کے قائل ہیں کہ وہ پانی ہے کیونکہ وہ تمام صورتوں کی قابلیت رکھتا ہے پھر دبیز اور جامد بنا کر اس سے زمین بنائی گئی اور لطیف بنا کر آگ اور ہوا بنائی گئی کیونکہ پانی جب لطیف ہوتا ہے تو ہوا میں تبدیل ہو جاتا ہے اور خالص پانی سے آگ بنی اور آگ کے دھویں سے آسمان بنا اور یہ حدیث شریف اس کی دلیل ہو سکتی ہے، اب رہا جو حواشی میں ذکر کیا گیا

میں داخل ہوگا خوشحال رہے گا محتاج نہ ہوگا، ہمیشہ رہے گا کبھی نہیں مرے گا، نہ ان کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ان کی جوانی ختم ہوگی۔ (احمد، ترمذی، دارمی)

271/6803 ﴿ انہی سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جنت میں داخل ہوگا خوشحال رہیگا، پریشان حال نہ ہوگا، اس کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوں گے اور نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔ (مسلم)

272/6804 ﴿ انہی سے روایت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنتی لوگ بغیر بال والے، بے رشید اور سرگیں آنکھوں والے ہیں، نہ انکی جوانی ختم ہوگی اور نہ کپڑے بوسیدہ ہوں گے۔ (ترمذی، دارمی)

273/6805 ﴿ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل جنت، جنت میں اس حال میں داخل ہوں گے کہ وہ بغیر بال والے، بے ریش،

کہ پانی سے مراد نطفہ ہے تو یہ توجیہ اس قید کا تقاضہ کرتی ہے کہ مخلوق سے ہر زندہ چیز مراد لی جائے جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وجعلنا من الماء كل شئی حی** اور ہم نے زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا، اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ (لمعات)

1 ﴿ **قوله ولا يبأس** باء کے جزم کے ساتھ پھر زبر والا ہمزہ یعنی وہ محتاج و مفلس نہیں ہوگا اور نہ فکرمند و غمگین ہوگا، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ آپ کے فرمان ''خوشحال رہے گا'' کی تاکید ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ''واو'' نہ لایا جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ذریعہ طرد و عکس کو ثابت کرنے کا ارادہ فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **لا يعصون الله ما امرهم ويفعلون مايؤمرون** وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے، میں کہتا ہوں جامع کی روایت **لا يبأس** عطف کے بغیر مروی ہے۔ (مرقات)

سرگیں آنکھوں والے، تیس سالہ یا تینتیس سالہ (نوجوان) ہوں گے۔ (ترمذی)

274/6806 ﴿ سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک ندا دینے والا ندا دے گا کہ تم تندرست رہو گے پھر کبھی بیمار نہیں ہو گے، تمہارے لئے یہ ہے کہ زندہ رہو گے پھر کبھی نہیں مرو گے، تمہارے لئے یہ ہے کہ جوان رہو گے پھر کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تمہارے لئے یہ ہیکہ خوشحال رہو گے پھر کبھی مفلس نہیں ہو گے۔ (مسلم)

275/6807 ﴿ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ایک صاحب نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا اہل جنت سویا کریں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا نیند موت کی طرح ہے اور اہل جنت نہیں مریں گے۔ (بیہقی: شعب الایمان)

276/6808 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں کے چاند کی صورت پر ہوگا، پھر ان کے بعد داخل ہونے والے آسمان کے ایک تیز چمکدار تارے کی مانند ہوں گے، ان کے دل ایک ہی آدمی

1﴾ **قولہ ینادی مناد** یعنی جنت میں اور کہا گیا منادی اس وقت ندا دے گا جب وہ جنت کو دور سے دیکھیں گے۔ (مرقات)

2﴾ **قولہ اول زمرۃ** یعنی پہلی جماعت اور وہ انبیاء واولیاء ہیں ایک شارح نے اسی طرح فرمایا اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد بطور خاص انبیاء کرام ہیں **وقولہ یدخلون الجنۃ علی صورۃ القمر** شاید سورج کی صورت پر جنت میں داخل

کے دل کے موافق ہوں گے، ان کے درمیان کوئی اختلاف اور باہم بغض نہیں ہوگا، ان میں سے ہر ایک کی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں ہوں گی، خوبصورتی کی وجہ سے پنڈلیوں کا گودا ہڈی اور گوشت کے پیچھے سے دکھائی دے گا، وہ صبح وشام اللہ تعالی کی تسبیح کریں گے، نہ بیمار ہوں گے، نہ بول و براز کریں گے، نہ تھوکیں گے اور نہ ناک صاف کریں گے، ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن لوبان کا

ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

وقولہ ثم الذین یلونھم یعنی رتبہ کے قریب ہونے میں وہ اس گروہ اولیاء علماء شہداء اور صالحین کے قریب ہوں گے۔

وقولہ علی قلب رجل واحد یعنی اتحاد اور محبت میں ۔(ماخوذ از مرقات)

1 **قولہ زوجتان من الحور العین** حور حوراء کی جمع ہے اور وہ ایسی عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ کی سفیدی نہایت سفید اور سیاہی نہایت سیاہ ہو اور عین عیناء کی جمع ہے اور وہ کشادہ چشم عورت کو کہتے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی اس صفت والی دو بیویاں ہوں گی اور یہ اس بات کے خلاف نہیں ہے کہ اس کی دوسری بیویاں بھی ہوں گی۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ظاہر ہے کہ تثنیہ تکرار کے لیے ہے حد بتلانے کے لئے نہیں جیسا اللہ تعالی کا فرمان **فارجع البصر کرتین** (تو تم دو مرتبہ نظر لوٹاؤ) کیونکہ یہ بھی وارد ہے کہ ایک جنتی شخص کے لیے بہت ساری حوریں ہوں گی۔(ماخوذ از مرقات)

2 **قولہ بکرۃ و عشیا** یعنی ہمیشہ، اس طور پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دن رات مراد لی جز کہا گیا اور مجازی طور پر کل کا ارادہ کیا گیا، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان دونوں سے ہمیشگی مراد ہے۔**وقولہ انیتھم الذھب والفضۃ** بقصد زینت ان پر سونے اور چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہوگا، یا برتن ہی اس طرح ہوں گے کہ ان میں بعض سونے کے اور کچھ چاندی کے ہوں گے تو واؤ "او" کے معنی میں قسم بتلانے کے لیے ہوگا۔**وقولہ وقود مجامرھم الالوۃ** وقود جس کے ذریعہ ان کی انگیٹھیاں جلائی جاتی ہیں، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الوۃ ایک ہندوستانی لکڑی ہے، تھایہ

ہوگا اوران کا پسینہ مشک ہوگا سب ایک شخص کی خلقت¹ کے موافق اپنے والد ماجد حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر قد میں ساٹھ گز ہوں گے۔ (بخاری، مسلم)

277/6809 ﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت جنت میں کھائیں گے پئیں گے، نہ تھوکیں گے، نہ بول و براز کریں گے، اور نہ ناک صاف کریں گے، صحابہ کرام نے عرض کیا: پھر کھانے کا کیا ہوگا²؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ڈکار ہوگی اور مشک کی خوشبو کی طرح خوشبو ہوگی، اللہ تعالیٰ کی پاکی اور حمد انہیں القاء کی جاتی رہے گی جیسے تم سانس لیتے ہو۔ (مسلم)

میں ہے مجمر زیر کے ساتھ (انگیٹھی) وہ جس میں بخور کے لیے آگ جلائی جاتی ہے اور بعض علماء نے کہا اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جنت میں تو آگ نہیں ہے، اس کا جواب دیا گیا کہ وہ بغیر آگ کے مہکے گا۔ میں کہتا ہوں مہکنا کبھی نور سے بھی ہوتا ہے اور یہ نہایت واضح بات ہے۔ ایندھن کی اضافت جنتیوں کی طرف کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ لوبان ہی خود ایندھن ہوگا دنیا کے عرف کے برعکس کیونکہ لوگوں کا ایندھن لوبان نہیں لکڑیوں کے ٹکڑے ہوتے ہیں اور یہ سب مسلسل لذتوں اور اعلیٰ خواہشوں سے ہے ورنہ ان کے بالوں کا نہ چھنا ہوگا اور نہ اُن جسموں اور کپڑوں کے لیے میل و بدبو ہوگی بلکہ اُن کی بو مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی تو ان کے لیے کنگھی کرنا خوشبو استعمال کرنا محض زیب و زینت میں اضافہ کے لیے اور قسم قسم کی حسی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے ہوگا۔ (ماخوذ از مرقات)

1﴾ **قوله على خلق رجل واحد** خلق پہلے حرف کے زبر کے ساتھ اور معنی یہ ہے کہ وہ ہم عمر ہوں گے اور عمر جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں وارد ہے تیس یا تینتیس سال ہوگی اور یہی ''ان کے والد آدم علیہ السلام کی صورت پر'' کے مناسب و سزاوار ہے۔ (مرقات)

2﴾ **قوله فما بال الطعام** یعنی اس کے فضلہ کا معاملہ کیا ہوگا وقولہ قال جشاء ورشح یعنی کھانے کا فضلہ ڈکار رہوگا یعنی ڈکار کی مانند ہوگا ورنہ جنت کا ڈکار ناپسندیدہ نہیں ہوتا دنیا کے ڈکار کے برخلاف اور خوشبو ہوگی، ظاہر ہے کہ کھانا ڈکار بنے گا اور

278/6810 ﴿ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلا گروہ جو قیامت کے دن جنت میں داخل ہوگا ان کے چہروں کی روشنی چودھویں کے چاند کی مانند ہوگی، اور دوسرا گروہ آسمان کے خوبصورت ترین چمکدار تارے کی طرح ہوگا، ان میں سے ہر آدمی کے لئے دو بیویاں ہوں گی[1]، ہر بیوی پر ستر جوڑے ہوں گے، ان جوڑوں کے پیچھے سے ان کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔ (ترمذی)

279/6811 ﴿ انہی سے روایت ہے وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: کہ جنتی آدمی جنت میں کروٹ بدلنے سے پہلے ستر مسندوں پر ٹیک لگائے

پانی خوشبو اور مزہ کے پیش نظر لفظ طعام ان دونوں پر بولا جاتا ہے۔ **وقولہ یلھمون التسبیح** یعنی وہ تسبیح اور تحلیل سے نہ تھکیں گے جیسا تم سانس لیتے نہیں تھکتے اور فرشتوں کی طرح کوئی چیز انہیں اس سے نہیں روکے گی جیسا کہ سانس لینے سے نہیں روکتی یا مراد یہ ہے کہ تسبیح تحلیل لازمی صفت ہو جائے گی اُن سے علیحدہ نہیں ہوگی جیسے سانس جاندار کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اُن سے کوئی سانس نہیں نکلے گی مگر اللہ سبحانہ کے ذکر اور اس کے شکر سے مل کر۔ (ماخوذ از مرقات)

1﴿ **قولہ زوجتان** اس کے درمیان اور حدیث شریف "جنتیوں میں کم ترین درجہ والا آدمی وہ ہوگا جس کی بہتر بیویاں اور اسی ہزار خادم ہوں گے" کے درمیان تطبیق اس طرح ہے کہ کہا جائے ان میں ہر شخص کے لیے دو بیویاں اس صفت والی ہوں گی کہ اُن کے پیچھے سے اُس کا پنڈلی کا گودا نظر آئے گا اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ اُن میں سے ہر ایک کے لیے بہت سی حوریں ہوں گی جو اس درجہ تک پہنچی ہوئی نہیں ہوں گی اسی طرح کہا گیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے دنیا کی عورتوں میں سے دو بیویاں ہوں گی اور اہل جنت میں کم ترین درجہ والا وہ شخص ہوگا جس کی کل بہتر بیویاں ہوں گی یعنی دنیا کی عورتوں میں سے دو اور حوروں میں سے ستر اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ (مرقات)

ہوئے ہونگے، پھر ایک خاتون اس کے پاس آئیگی اور اسکے کندھے پر ہاتھ رکھے گی تو وہ اس کے رخسار میں اپنا چہرہ دیکھے گا جو آئینہ سے زیادہ صاف ہوگا اور اس پر ادنی موتی مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کردے گا، پھر وہ اسے سلام کریگی اور وہ جواب دے گا اور اس سے پوچھے گا تو کون ہے وہ کہے گی میں مزید[2] نعمتوں سے ہوں یقیناً اس پر ستر جوڑے ہونگے اس کی نظر اسکے جوڑوں سے پار ہوجائیگی یہاں تک کہ وہ اس کے پیچھے سے اسکی پنڈلی کا گودا دیکھے گا، اور اس پر ایسا تاج ہوگا کہ اس کا ایک چھوٹا سا موتی مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلہ کو روشن کردے گا۔ (احمد)

280/6812 انہی سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنتیوں میں سب سے کم درجہ کا وہ شخص ہوگا جس کے اسی ہزار خادم ہوں اور بہتر بیویاں ہوں اور اسکے لئے موتی، زمرد اور یاقوت کا قبہ نصب کیا جائے گا جس کا مقامِ جابیہ سے صنعاء تک جیسا فاصلہ ہوگا۔

---

1 **قوله مسندا** یہ **سبعین** کی تمیز ہے جو نزع خافض کی وجہ سے منصوب ہے۔ ستر مسندوں پر یا ایک مسند کے بعد دوسری پر ہر مسند علیحدہ رنگ والی اور زینت کے اقسام میں ایک قسم والی ہوگی۔ **وقوله قبل ان یتحول** یعنی ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف پلٹنے سے پہلے، یہ تکئی کا ظرف ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ **وقوله فتضرب علی مکنبه** یعنی ناز و نخرہ کے طور پر مارے گی، اس میں خوبصورتی دیکھنے کے لئے آگاہ کرنا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

2 **قوله انا من المزید** اس سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالی کے اس فرمان میں مذکور ہے **لهم ما یشاءون فیها ولدینا مزید**. ترجمہ: اُن کے لیے وہ ہے جو وہ چاہتے ہیں اور ہمارے پاس اضافہ ہے۔ ان مزید نعمتوں میں افضل نعمت وہ ہے جو اللہ تعالی نے فرمایا: **للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادة** ۔ ترجمہ: اچھے عمل کرنے والوں کے لیے حسنٰی ہے اور اضافہ ہے یعنی جنت ہے اور اللہ تعالی کا دیدار ہے اور اُسے اضافہ اس لیے کہا گیا کہ حسنٰی جنت ہے اور وہ ایسی نعمت ہے

مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنتیوں میں جس شخص کا انتقال ہو جائے چھوٹی عمر والا ہو یا بڑی عمر والا وہ جنت میں تیس سالہ بنا دیا جائے گا اس سے زیادہ عمر والے وہ کبھی نہیں ہوں گے اور اسی طرح دوزخی لوگ۔

282/6814 ﴾ اور اسی اسناد سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ان پر ایسے تاج ہونگے کہ اسکے سب سے چھوٹے موتی سے جو کچھ مشرق ومغرب کے درمیان ہے روشن ہو جائے گا۔

283/6815 ﴾ انہی سے روایت ہےکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت بالا خانے میں رہنے والوں کو باہمی فضیلت میں تفاوت کی وجہ سے اپنے اوپر ایسا لباس دیکھیں گے جیسا

جس کا وعدہ اللہ تعالی نے اپنے فضل سے مکلف بندوں کے اعمال کے بدلہ کے طور پر کیا ہے اور نعمت میں اضافہ فضل بالائے فضل ہے۔ (مرقات)

1 ﴾ **قولہ یردون بنی ثلاثین** ...... علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر تم کہتے ہو اس حدیث شریف کے درمیان اور اس روایت کے درمیان کیا تطبیق ہے جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے باب البکاء (رونے کے بیان) میں روایت کیا ہے اہل جنت کے چھوٹے بچے جنت میں ان منازل میں جاتے آتے رہیں گے انہیں کسی بھی مقام سے کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی جیسے کہ دنیا میں تھی، تو میں کہتا ہوں فی الجنۃ (جنت میں) یردون (تیس سال کے بنا دیئے جائیں گے) کا ظرف ہے اور اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ تیس سالہ بنا دیئے جانے سے پہلے ہر جگہ جا آسکتے نہ ہوں۔ (مرقات)

2 ﴾ **قولہ لتفاضل ما بینھم** یہ دیکھنے کی وجہ ہے یعنی ایک دوسرے کو دیکھنا بالا خانوں میں رہنے والوں اور باقی اہل جنت کے اعلی درجات کے درمیان تفاوت کی وجہ سے ہے۔ (مرقات)

کہ تم مشرق ومغرب کے افق میں ٹہرے ہوئے روشن تاروں کو دیکھتے ہو، صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ تو انبیاء کرام کے درجہ ہونگے دوسرے اس تک نہیں پہنچ سکتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیوں نہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ان درجات کو وہ لوگ حاصل کریں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور پیغمبروں کی تصدیق کئے۔ (بخاری، مسلم)

284/6816 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سو درجا ایسے ہیں کہ ہر درجہ کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔ (ترمذی)

285/6817 سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سو درجہ ہیں اگر تمام عوالم ان میں سے ایک درجہ میں جمع ہو جائیں تو ضرور ان کے لئے کشادہ ہوں۔ (ترمذی)

286/6818 انہی سے روایت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان وفرش مرفوعة (اور وہ اونچے فرشتوں

---

1 قوله الكوكب الدرى الغابر فى الافق الخ علامہ طیبی رحمۃ علیہ نے فرمایا اگر تم کہتے ہو تارے کی صفت "روشن" ذکر کرنے کے بعد "افق میں ٹہرا ہوا" فرمانے کا کیا فائدہ ہے؟ تو میں کہتا ہوں: اس بات کو بتلانے کے لیے کہ یہ ایسی تشبیہ ہے جس کی وجہ شبہ مشبہ میں موجود کئی چیزوں کا مجموعہ ہے۔ جنت کے بالاخانہ میں موجود شخص کو دیکھنے والے کے دیکھنے کو دوری کے باوجود مشرق اور مغرب میں روشن وتابناک تارے کو دیکھنے والے کے دیدار سے تشبیہ دی گئی۔

پرہوں گے) سے متعلق حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اس کی بلندی ایسی ہے جیسے آسمان اورزمین کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ۔ (ترمذی)

287/6819 سیدنا عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اورزمین کے درمیان، اور فردوس ان میں بلندترین درجہ ہے، جنت کی چار نہریں اسی سے پھوٹتی ہیں اور اسکے اوپر عرش ہے تو جب تم اللہ تعالی سے مانگوں تو فردوس مانگو۔ (ترمذی)

امام بخاری نے اسکو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ''کتاب الجہاد'' میں اور "**باب وكان عرشه على الماء**" میں کچھ فرق کے ساتھ روایت کیا اور امام مسلم نے ''باب فضل الجہاد فی سبیل اللہ'' میں روایت کیا۔

1 **قوله وفرش مرفوعة** (اور وہ اونچے فرشوں پر ہوں گے) ایک دوسرے پر رکھے ہوئے یا تختوں پر بچھے ہوئے اور اس سے مراد قیمت اور عمدگی میں بلند اور کہا گیا بستر سے مراد جنتیوں کی عورتیں ہیں جو حسن و جمال میں دنیا والوں کی عورتوں سے بلند ہیں اور ہر فضیلت والا بلند ہوتا ہے اور حدیث شریف کے سیاق کا ظاہر پہلی توجیہ میں ہے۔ (لمعات) ۔صاحب مرقات نے کہا علامہ توربشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جنہوں نے یہ کہا کہ اس سے مراد درجات میں بلند بستروں کی بلندی ہے اور ان درجات میں ہر درجہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان، یہ قول لائق اعتماد اور مذکورہ توجیہات میں معروف ہے اور یہ اس لیے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

2 **قوله فی الجنة مائة درجة** ممکن ہے کہ اس سے کثرت مراد ہو کیونکہ ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی کی مرفوع روایت میں یہ وارد ہے: جنت کے درجات کی تعداد قرآن کریم کی آیتوں کی تعداد ہے تو قرآن کریم پر مکمل

288/6820 سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کوثر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالی نے مجھے عطا فرمائی ہے یعنی جنت میں، وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شریں ہے، اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ ضرور عمدہ ہوں گے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کا کھانا اس سے زیادہ عمدہ ہے۔ (ترمذی)

289/6821 سیدنا حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں پانی کا سمندر، شہد کا سمندر، دودھ کا سمندر اور شراب کا سمندر ہے پھر آگے نہریں نکلتی ہیں۔ (ترمذی، دارمی بہ روایت معاویہ رضی اللہ عنہ)

عمل پیرا رہنے والوں میں سے کوئی شخص جنت میں داخل ہو جائے تو اس کے اوپر کوئی درجہ نہیں ہوگا، اور یہ بھی کہا جاتا سکتا ہے کہ جنت میں اہل جنت میں سے ہر ایک کے لیے سو درجے ہیں تو یہ جنت میں فراخی کی نوعیتوں اور نعمت کی قسموں میں سے سب کم درجہ والی نعمت ہے۔ (مرقات)

1 **قولہ ذلك نهر** یعنی پانی کی نہر اور اس کے دونوں کناروں پر دو حوض ہیں ان میں سے ایک جنت میں ہے اور دوسرا محشر میں۔ (مرقات)

2 **قوله ان فی الجنة بحر الماء الخ** علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سمندر سے مراد دریائے دجلہ اور فرات اور اس جیسی دریائیں ہیں اور نہر سے مراد "معقل" جیسی نہریں ہیں، اس طرح کہ ان دونوں میں ایک سے نہریں نکلتی ہیں اور اس نہر سے چھوٹی نہریں جاری ہوتی ہیں۔

290/6822 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سیحان، جیحان، فرات اور نیل سب جنت کی نہروں سے ہیں۔ (مسلم)

ظاہر ہے کہ مذکورہ سمندروں سے مراد ان نہروں کی اصل دریائیں ہیں جن کو قرآن کریم میں ذکر کیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلے گا اور دودھ کی ایسی نہریں ہیں جس کا ذائقہ نہیں بدلے گا اور شراب کی ایسی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے لذت ہے اور صاف وشفاف کئے ہوئے شہد کی نہریں ہیں وقولہ ثم تشقق دوتاء میں سے ایک کے حذف کے ساتھ یعنی نہریں خشکی کے باغوں تک اور نیکوکاروں کے محلوں کے نیچے پہنچنے کے بعد چھوٹی نہروں میں بٹتی ہیں لیکن یہ کہا جائے کہ سمندروں سے مراد نہریں ہی ہیں اور ان کے بہنے کی وجہ سے انہیں نہروں میں موسوم کیا گیا دنیا کے سمندروں کے برخلاف کیونکہ سمندر اکثر ٹھہرے ہی رہتے ہیں۔ (مرقات)

1 ﴿ **قولہ کل من انھار الجنۃ** بلاشبہ یہ چار نہریں جنت کی نہروں سے بنائی گئیں اور یہ ان میں شیرینی اور ہاضم کرنے کی صلاحیت کی بناء، ونیز الٰہی برکت شامل ہونے کی وجہ سے اور انبیاء کرام کے اس پر آنے اور اس سے نوش فرمانے کے سبب سے ہے اور اسی طرح یہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عجوہ کھجور کے بارے میں ارشاد کے مانند ہے کہ وہ جنت کے پھلوں سے ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی نہروں کی اصل نہروں کو ان ناموں سے اس لئے موسوم فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ جنت میں دنیا کی چار نہروں کے درجہ میں ہے یا اس لئے کہ وہ ان ناموں سے موسوم ہے تو ان میں اشتراک پایا گیا ہمارے علماء میں سے ایک شارح نے اسی طرح فرمایا اور علامہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا چار نہریں رکھی گئیں ان کے پانی کی شیرینی اور فوائد کی کثرت کی وجہ سے گویا وہ جنت کی نہریں ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد وہ چار نہریں ہیں جو جنت کی نہروں کی اصل ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عرب کے طریقہ کے مطابق بر سبیل تشبیہ وتمثیل ان چار نہروں کے ناموں سے موسوم فرمایا جو دنیا کی نہروں میں سب سے بڑی، سب سے مشہور، سب سے زیادہ شیریں اور سب سے زیادہ فائدہ مند ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ جنت میں ان نہروں کے درجہ میں ہیں اور دنیا میں فوائد اور نعمتوں کی جو اقسام ہیں وہ آخرت کی نعمتوں کے ادنیٰ نمونے ہیں اور اسی طرح دنیا کی ہلاکت خیز مضرتوں اور ایذا رساں، کراہیت آمیز چیزوں کا حال ہے اور امام نووی کی شرح مسلم میں ہے علامہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان نہروں کا جنت سے ہونا اس طرح ہے کہ لوگوں کے لیے برکتیں ان نہروں کے ملکوں میں ہیں اور اس کے پانی سے

291/6823 ﴿ سیدنا عتبہ بن عزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ہمیں ذکر کیا گیا کہ پتھر جہنم کے کنارے سے ڈالا جائے گا تو ستر سال تک اس میں گرتا رہے گا اس کا تہ نہیں پہنچ پائے گا، اللہ کی قسم وہ بھر جائیگی اور ہمیں ذکر کیا گیا کہ جنت کے پٹوں میں سے دو پٹوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کی مسافت ہے اور ضرور اس پر ایک دن آیگا جبکہ وہ اژدحام کی وجہ سے بھرا ہوا ہوگا۔ (مسلم)

پیدا ہونے والی غذائیں جنت کی طرف جانے والی ہیں اور درست ترین بات یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر کے مطابق ہی ہیں اور ان کا مادہ جنت کا بنایا ہوا ہے کیونکہ جنت اہل سنت کے مذہب کے مطابق اب موجود ہے اور امام مسلم نے کتاب الایمان کے تحت حدیث اسراء میں روایت کیا ہے کہ فرات اور نیل جنت سے بہتی ہیں اور بخاری شریف میں ہے کہ یہ سدرۃ المنتہی کی اصل سے بہتی ہیں اور معالم التنزیل میں ہے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالی نے جنت کے درجات میں سے سب سے کم درجہ کے ایک چشمہ سے ان نہروں کو جبریل علیہ السلام کے دو پروں پر اُتارا، پہاڑوں کو بطور امانت دیا، انہیں زمین میں جاری کردیا اور اس میں لوگوں کے لئے کئی فائدے رکھا، اس سے متعلق اللہ تعالی کا فرمان ہے **وانزلنا من السماء ماء بقدر** (اور ہم نے آسمان سے پانی ایک مقدار کے ساتھ اتارا) تو جب یاجوج ماجوج اور ماجوج کے نکلنے کا وقت ہوگا تو اللہ تعالی جبریل علیہ السلام کو بھیجے گا وہ زمین سے قرآن، علم حجر اسود، مقام ابراہیم، موسیٰ علیہ السلام کا تابوت اور ان نہروں کو اٹھالیں گے اور اسی معنی میں اللہ تعالی کا یہ فرمان **وانا علی ذهاب به لقادرون** (اور بیشک ہم اس کو لے جانے پر قادر ہیں)۔ (مرقات)

1 ﴾ **قوله ذكر لنا** یہ مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ بڑی عمر والے صحابی کے بارے میں ظن غالب یہی ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی سے روایت نہیں لیں گے یا صحابہ کرام سے لیں گے اور صحابی کے مراسیل بالاتفاق حجت ہیں کہ معنی ہمیں پہنچ چکے ہیں۔ (مرقات)

2 ﴾ **قوله ولياتين عليها يوم وهو شاید علیها** اور یہ دونوں ضمیریں "ما" کی طرف لوٹ رہی ہوں تو پہلی ضمیر معنی کے اعتبار سے ہے کیونکہ "مـا" سے مراد مقامات ہیں اور دوسری ضمیر اس کے لفظ کے اعتبار سے ہے تو مطلب یہ ہے:

292/6824 ﴿ حضرت سالم اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے دروازہ کی چوڑائی جس سے وہ جنت میں داخل ہوں گے تیز رفتار سوار کے تین سال کی مسافت ہے پھر وہ اس پر تنگ ہو جائیں گے یہاں تک کہ انکے کندھے مل جائیں گے۔ (ترمذی)

293/6825 ﴿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دل کی طرح ہوں گے۔ (مسلم)

حالت یہ ہوگی

کہ جو دو پٹوں کے درمیان ہوگا بھرا ہوا یعنی پُر ہوگا۔ (مرقات)

1 ﴿ **قولہ ثلاثا** میرۃ کا ظرف ہے اور معنی تین رات یا تین سال اور یہی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ یہ زیادہ مبالغہ کا فائدہ دیتا ہے پھر اس سے مراد کثرت ہے تاکہ گزری ہوئی حدیث شریف کے خلاف نہ ہو جائے کہ جنت کے دروازوں کے پٹوں میں سے دو پٹوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کی مسافت ہے لیکن ممکن ہے کہ پہلے آپ کو کم مسافت سے متعلق وحی کی گئی ہو پھر زیادہ سے متعلق وحی آئی ہو یا دروازوں میں داخل ہونے والوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے دروازوں کے الگ الگ ہونے پر محمول کیا جائے اور اللہ تعالی بہتر جاننے والا ہے۔ (مرقات)

2 ﴿ **قولہ مثل افئدۃ الطیر** یعنی بار یکی، نرمی، مہربانی، صفائی اور حسد، کینہ کپٹ، بغض اور دشمنی سے خالی رہنے میں اس کا خلاصہ یہ ہے: کیونکہ وہ ہر گناہ سے خالی اور ہر عیب سے پاک ہوتے ہیں، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان کی رقت و باریکی میں تشبیہ دی جیسا کہ وارد ہے یمن والے دلوں کے اعتبار سے زیادہ باریک اور قلوب کے اعتبار سے زیادہ نرم ہیں اور کہا گیا خوف اور ہیبت میں تشبیہ بیان فرمائی، پرندے سب سے زیادہ ڈرنے اور

294/6826 سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی ہی جنت سے فرمائے گا: اے، جنتیو! تو وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں اور ساری بھلائی تیرے دستِ قدرت میں ہے، وہ فرمائیگا کیا تم راضی ہو تو وہ عرض کریں گے ہم کیوں راضی نہ ہوں گے، اے پروردگار جبکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائی تو وہ فرمائیگا کیا میں تمھیں اس سے زیادہ فضیلت والی چیز عطا نہ کروں وہ عرض کریں گے اے پروردگار! اس سے افضل کونسی چیز ہے؟ تو وہ فرمائیگا میں تم پر اپنی رضا و خوشنودی نازل کروں گا اس کے بعد پھر کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔ (بخاری، مسلم)

گھبرانے والے جاندار ہیں، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا یقیناً اللہ تعالی سے اس کے بندوں میں جاننے والے ہی خوف کرتے ہیں اور کہا گیا توکل اور بھروسہ میں تشبیہ بیان فرمائی جیسا کہ وارد ہے اگر تم اللہ تعالی پر بھروسہ کرتے ہو جس طرح توکل کا حق ہے تو وہ ضرور تمھیں رزق دے گا جیسا وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے وہ صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام شکم سیر لوٹتے ہیں جبکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا **وکأین من دابة لاتحمل رزقها یرزقها وایاکم وهوا لسمیع العلیم** (اور کوئی جاندار اپنا رزق اٹھائے نہیں رہتا، اللہ تعالی اسے اور تمھیں رزق دیتا ہے اور وہی سننے اور جاننے والا ہے)۔ (مرقات)

1 **قوله احل علیکم رضوانی الخ** پھر لقاءِ رب اس کی خوشنودی پر موقوف ہے اور رب کی خوشنودی بندہ کو اس کی قضاء پر راضی رہنے سے حاصل ہوتی ہے اسی ترتیب سے فناء حاصل ہونے کے بعد بقاء کی نعمت سے سرفرازی ہوتی ہے۔ علامہ ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حدیث شریف میں اس بات پر دلالت ہے کہ بندہ سے متعلق اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی اس کو جنت میں داخل کرنے سے پہلے ہے اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس لیے کہ جب بندہ یہ جانتا ہو کہ اس کا مولی اس سے راضی ہے تو یہ خود اس کے بعد والی نعمتوں سے زیادہ بڑی ہے اور یقیناً وہ اس کی خوشنودی سے بہرہ اندوز ہوتا ہے جیسا کہ اس کی ناراضگی سے کمی محسوس کرتا ہے اور اس کا کچھ مزہ نہیں پاتا اگر چہ وہ لذت بڑی ہو اور علامہ طیبی

295/6827 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں تم میں سے کسی کا چھوٹا سا مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تمنا اور آرزو کر تو وہ آرزو کرے گا ¹ تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا تو نے تمنا کر لی؟ وہ کہے گا ہاں تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا بیشک تیرے لئے وہ سب ہے جو تو نے آرزو کی اور اس کے ساتھ اس کے مثل ہے۔ (مسلم)

296/6828 ﴾ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل جنت ایک سو بیس صف ہوں گے، ان میں سے اس امت کی اسی صفیں ہوں گی ² باقی تمام امتوں کی چالیس۔ (ترمذی، دارمی، بیہقی: کتاب البعث النشور)

جنت اور جنتیوں کی صفت کا بیان

ختم شد

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور بزرگی کی قسموں میں سب سے بڑی قسم اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، میں کہتا ہوں شاید خوشنودی لقا اور دیگر تمام اقسام کی نعمتوں کے حاصل کرنے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بڑی ہے۔ (مرقات)

1 ﴾ **قولہ فیتمنی ویتمنی** ظاہر ہے کہ تکرار سے مراد کثرت بتانا ہی ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''ان یقول'' ''ان'' کی خبر ہے مطلب یہ ہے کہ جنت میں تم میں سے کسی شخص کا سب سے کم درجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی تمام آرزوؤں کو اسطرح پالے گا کہ اس کی کوئی آرزو باقی نہیں رہے گی۔ (مرقات)

2 ﴾ **قولہ ثمانون منھا ومن ھذہ الامۃ** یہ حدیث شریف اس فرمان کے خلاف نہیں: میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے آدھے ہوں گے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی امید کرنا پہلے کی بات ہے پھر اضافہ کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے بعد اضافہ کی خوشخبری دی گئی اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ اسی، عدد میں چالیس کے برابر ہے تو یہ ایک محال بات ہے۔ (لمعات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

13/146 باب رؤیۃ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے دیدار کا بیان

6829/297 (1) سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تم لوگ اپنے پروردگار کا آنکھوں سے دیدار کروگے اور ایک روایت میں ہے حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے

1 **قولہ سترون ربکم عیانا** (عنقریب تم لوگ اپنے پروردگار کا آنکھوں سے دیدار کروگے) امام نوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جان لو کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے، عقل کے اعتبار سے محال نہیں اور اہل سنت و جماعت نے کتاب وسنت کے اعتبار سے اس پر بھی اتفاق کیا کہ آخرت میں دیدار الٰہی ہوگا، ایمان والے اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے کفار نہیں۔

اور بدعتیوں کی چند جماعتیں، معتزلہ، خوارج اور بعض مرجئہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اسکی مخلوق میں سے کوئی نہیں دیکھے گا اور عقل کے اعتبار سے اس کا دیدار ناممکن ہے، ان جماعتوں نے جو کہا واضح غلطی اور معیوب جہالت ہے، آخرت میں ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا دیدار ثابت کرنے پر کتاب وسنت اور صحابہ وتابعین سلف امت کے اجماع کے دلائل واضح ہیں، تقریباً بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور اس سلسلہ میں قرآن کریم کی آیتیں مشہور ہیں، اس پر بدعتیوں کے جو اعتراضات ہیں اہل سنت و جماعت کے متکلمین کی کتابوں میں اس کے کئی جوابات لکھے ہوئے ہیں، اب رہا دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار تو یہ ممکن ہے لیکن سلف وخلف میں جمہور متکلمین اور دوسرے حضرات کا مذہب یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوتا، امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور رسالہ میں امام ابوبکر بن فورک سے نقل کیا کہ انہوں نے اس سے متعلق امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے دو قول بیان کئے، ان میں ایک قول ہے: اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوتا ہے، اور دوسرا قول دیدار نہیں ہوتا، پھر اہل حق کا مذہب ہیکہ دیکھنا ایک قوت ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں رکھا، اس کیلئے نہ شعاعیں ضروری ہیں، نہ دکھائی دینے والی چیز کا سامنے ہونا اور نہ کوئی دوسری چیز، لیکن ان چیزوں کے ذریعہ ایک دوسرے کی عادت اتفاقی طور پر جاری ہوچکی ہے لازمی طور پر نہیں، ہمارے ائمہ

چودھویں رات میں چاند دیکھ کر ارشاد فرمایا: تم عنقریب اپنے رب کو دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہ ہو، تم اس کے دیکھنے میں شک نہیں کرے، پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے والی نماز پر مغلوب نہ ہو جاؤ، تو ایسا کرو پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا آفتاب کے طلوع ہونے سے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کیجئے۔ (متفق علیہ)

6830/298 ﴿ سیدنا ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا

متکلمین نے اس کو واضح دلائل سے ثابت کیا ہے۔

اور اللہ تعالی کے دیدار سے اس کے لئے جہت ثابت کرنا لازم نہیں آتا، اللہ تعالی اس سے پاک اور بلند ہے بلکہ ایمان والے اسکو جہت کے بغیر دیکھیں گے جیسا اسکو بلا جہت جانتے اور اعتقاد رکھتے ہیں، میں کہتا ہوں: ایمان والے اسکو ایسی ہی بلا جہت دیکھیں گے جیسے وہ ہمیں جہت کے بغیر، مقابلہ کے بغیر اور دوسری چیزوں کے بغیر دیکھتا ہے، حاصل یہ ہے کہ غائب کو موجود پر بالخصوص خالق کو مخلوق پر قیاس نہیں کیا جاتا اسی وجہ سے کہا گیا کہ بادشاہوں کو لوہار پر قیاس نہیں کیا جاتا۔ (مرقات) اور صاحب شرح عقائد نسفی نے اسکی صراحت کی اور مزید کہا: خواب میں دیدار تو بہت سارے سلف سے منقول ہے اور اس میں کوئی پوشیدگی نہیں کہ یہ ایک قسم کا مشاہدہ ہے جو آنکھ نہیں دل سے ہوتا ہے۔ انتہی

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی خصائص صغری میں ہے: حضور اکرم ﷺ کی خصوصیتوں میں ہے کہ آپ کے لئے خواب میں اللہ تعالی کا دیدار جائز ہے اور دو اقوال میں سے ایک قول کے مطابق یہ آپ کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں، یہی امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ (حلبی)

1 ﴿ **قولہ فان استطعتم الخ** (اگر تم کر سکتے ہو) قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تو اگر تم کر سکتے ہو کا ارشاد "ف" کے ساتھ فرمان نبوی "عنقریب تم دیکھو گے" کے بعد ذکر کرنا دلالت کرتا ہے کہ نمازیں قائم کرنے کی پابندی اور حفاظت کرنے والے کے لائق ہے کہ وہ اپنے رب کا دیدار کرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "مغلوب نہ ہو جاؤ" کے معنی ہے "نماز فجر اور

یارسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم میں کا ہر ایک اپنے رب کو اس کے ساتھ اپنے طور پر دیکھے گا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا: اللہ تعالی کی مخلوق میں اس کی کیا نشانی ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابورزین! کیا تم میں کا ہر شخص چودھویں رات میں چاند کو اس کے ساتھ اپنے طور پر نہیں دیکھتا، انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ تو اللہ تعالی کی مخلوق میں ایک مخلوق ہے اور اللہ تعالی تو بزرگ تر اور بڑی عظمت والا ہے۔ (ابوداؤد)

6831/299 سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ادنی درجہ کا شخص وہ ہوگا جو اپنے باغوں، بیویوں، نعمتوں، خدمت گذاروں اور تختوں کو

نماز عصر سے غفلت کرکے مغلوب مت ہوجاؤ'' اور حضور اکرم ﷺ نے ترغیب دینے کے لئے ان دو نمازوں کو خاص طور پر فرمایا کیونکہ فجر میں نفس آرام اور نیند کی طرف مائل رہتا ہے اور عصر میں بازار گرم اور لوگ معاملات میں مصروف رہتے ہیں تو جس شخص کو ان دو نمازوں میں روکنے والی چیز قوت دار ہونے کے باوجود تساہل و کوتاہی لاحق نہ ہو مناسب ہے کہ ان کے علاوہ نمازوں میں بھی اس سے کاہلی نہ ہوگی اور اللہ تعالی بہتر جانتا ہے۔

1 **قوله مخليا به** (اس کے ساتھ اپنے طور پر) دو طریقوں سے مروی ہے میم کے زبر، خاء کے سکون اور یاء کی تشدید کے ساتھ ''خلا'' ''خلو'' (تنہائی میں ملنا) سے ہے اور میم کے پیش اور یاء کی تخفیف کے ساتھ ''اخلیت'' بہ سے ہے یعنی کسی کے ساتھ تنہائی میں ملنا'' ''اخلا'' لازم اور متعدی آیا ہے مطلب یہ ہے: ہر شخص اللہ تعالی کو اپنے ساتھ اس طرح تنہا دیکھے گا کہ دیدار کرنے میں کوئی اس سے مزاحمت نہیں کرے گا۔ (لمعات)

2 **قوله ابا رزين اليس كلكم يرى القمر الخ** (اے ابورزین کیا تم میں کا ہر شخص چاند کو نہیں دیکھتا) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا قائل نے اللہ تعالی کے دیدار کو مشہور طریقہ پر قیاس کیا کیونکہ جب بڑا ہجوم کسی چیز کو دیکھتا ہے تو لوگ دیکھنے میں مختلف ہوجاتے ہیں خاص طور پر جب ایسی چیز دیکھیں جس میں ایک طرح کی پوشیدگی ہو اژدحام کے سبب ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں، کوئی دیکھنے والا مکمل طور پر دیکھتا ہے اور کوئی اس سے کم تو ''مخلیا'' سے مراد دیدار کے کمال کو

ایک ہزار سال کی مسافت کے پھیلاؤ پر دیکھے گا، اوران میں اللہ تعالی کے پاس سب سے عظمت والا وہ شخص ہوگا جو صبح وشام اسکی ذات کا دیدار کرے گا، پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "**وجـــوہ یـومـئـذ نـاضرة الی ربها ناظرة**" اس دن بعض چہرے تروتازہ اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے۔ (احمد، ترمذی)

6832/ 300 ﴾ سیدنا صہیب رضی اللہ تعالی عنہ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہونگے تو اللہ تعالی فرمائیگا: کیا تم ایسی چیز چاہتے ہو جو میں تمہیں زائد عطا کروں تو وہ کہیں گے، کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کئے، کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا، اور دوزخ سے نجات نہیں دی۔ فرمایا: تو حجاب اٹھالیا جائے گا تو وہ اللہ تعالی کا دیدار کریں گے، تو انہیں ان کے رب کے دیدار سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں دی گئی، پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **للذین احسنوا الحسنی وزیادة** نیک عمل کرنے والوں کے لئے

ثابت کرنا ہے اس لئے جواب چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ کو شامل تھا نہ کہ ہلال سے۔ (مرقات)

1 ﴾ **قـولـه مسیـرة الف سنة** (ایک ہزار کی مسافت) یعنی اسکے باغات اور مذکورہ تمام چیزیں ایک سال کی مسافت پر رہنے کی حالت میں اس کے رہیں گے کہ ایک ہزار سال کی مسافت پر ہونگے مطلب یہ ہے کہ اس کی ملکیت اس فاصلہ کے بقدر ہوگی کہا گیا دیکھنے والے کی اس حالت سے کنایہ ہے جو جنت میں ایک ہزار سال کی مسافت والی مقدار پر ملکیت رکھتا ہے کیونکہ جنت میں مالک ہونا دنیا میں مالک ہونے کے برخلاف ہے۔ (مرقات)

2 ﴾ **قوله غدوة وعشية** (یعنی صبح اور شام) اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے کناروں کی دونمازوں کی پابندی کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ مذکور ہے۔ (مرقات)

3 ﴾ **قوله الحسنی** اچھا ثواب اور وہ جنت ہے اور ارشاد باری تعالی ہے "زیادۃ" (اس سے زیادہ) یعنی اسکی ذات

اچھا بدلہ اوراس سے زیادہ ہے۔(مسلم)

6833/301 ﴿سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشادفرمایااس دوران کہ اہل جنت اپنی نعمتوں میں ہونگے کہ اچانک اُن کے لئے ایک نور چمکے گا، وہ اپنے سروں کواٹھائیں گے تواللہ تعالی ان کے اوپر سے ان کی جانب متوجہ ہوگا اورفرمائے گا اے جنتیو!تم پرسلامتی ہو، حضورﷺ نے ارشادفرمایایہی ہے اللہ تعالی کافرمان **سلام قولا من رب رحیم** مہربان رب کی طرف سے سلامتی کی گفتگو ہے، حضورﷺ نے فرمایا پھراللہ تعالی ان کی طرف نظرفرمائے گا اوریہ لوگ اس کا دیدارکریں گے اورجب تک اس کا دیدارکرتے رہیں گے نعمتوں میں سے کسی نعمت کی طرف نہیں دیکھیں گے یہاں تک کہ وہ اُن سے حجاب میں ہوجائیگا، اور اس کانورباقی رہے گا[1]۔(ابن ماجہ)

6834/302 ﴿امام مالک بن انس رحمتہ اللہ علیہ سے اللہ تعالی کے فرمان "**الی ربها ناظرة**" (اپنے رب کا دیدارکرینگے) کے بارے میں دریافت کیاگیا[2] کچھ لوگوں کے بارے میں کہاگیا[3]

مقدسہ کادیدارہے۔"زیادہ" کوتعظیم کے لئے نکرہ لایاگیا، یعنی ایساعظیم زائداجر ہے جس کی شان معلوم نہیں ہوسکتی اور اس کی حقیقت کاادراک نہیں کیاجاسکتا۔(مرقات)

1﴿ **قوله ويبقى نوره** یعنی اس کے نورکااثراوراسکے ظہورکافائدہ ان کے ظاہروباطن پرباقی رہے گا جیسے اہل مشاہدہ فناءثابت ہونے کے بعدبقاء کی حالت میں اس کامشاہدہ کرتے ہیں اوراللہ تعالی بہترجاننے والا ہے۔(مرقات)

2﴿ **قوله سئل مالك بن انس** (مالک بن انس رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھاگیا) وہ مذہب مالکی کے امام ہیں۔(مرقات)

3﴿ **قوله فقيل قوم** (کچھ لوگوں کے بارے میں کہاگیا) یعنی معتزلہ اوراس جیسی بدعتی جماعتیں۔(مرقات)

جو کہتے ہیں: اسکے ثواب کو دیکھیں گے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا انہوں نے جھوٹ کہا تو وہ اللہ تعالیٰ اس قول کے بارے میں کیا کہیں گے: "**کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون**" یقیناً انہیں اپنے رب کے دیدار سے حجاب میں ہونگے، قیامت کے دن لوگ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور کہا اگر ایمان والے قیامت کے دن اپنے رب کو نہ دیکھیں تو اللہ تعالیٰ حجاب کے ذریعہ کفار کو عار نہیں دلاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کلا انھم عن ربھم **یومئذ لمحجوبون** یقیناً اُنہیں اپنے رب کے دیدار سے حجاب ہوں گے۔ (شرح السنۃ)

6835/303 ﴿ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے "**ماکذب الفؤاد مارأى**" "**ولقد رأه نزلة اخرى**" دل نے نہیں جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا، اور بیشک آپ نے اسے دوبارہ

---

1 ﴿ **قوله یقولون** (جو کہتے ہیں) یعنی آیت کریمہ کے معنی میں اور "**الی ثوابه**" یعنی ان کے رب کا ثواب دیکھیں گے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ "الی" یہاں نعمت کے معنی میں ہے جو "**الاء**" کا واحد ہے اور "**ناظرة**" کا مفعول مقدم ہے یعنی اپنے رب کی نعمت کے منتظر رہیں گے، اس کا جواب دیا گیا کہ انتظار ایک عذاب ہے اور جنت میں عذاب نہیں ہوگا تم غور کرو، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان **لمحجوبون** (انہیں حجاب میں رکھا جائیگا) یعنی وہ اللہ سبحانہ کو نہیں دیکھیں گے اور حجاب سخت ترین عذاب ہے، جیسا کہ دیدار ہر ثواب پر اضافہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "**للذین احسنوا الحسنى وزيادة**" نیک عمل کرنے والوں سے اچھا بدلہ ہے بلکہ اس سے زیادہ" مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو اس فرمان کے مفہوم و معنی سے دور غفلت میں پڑے ہیں کہ ایمان والوں کو دیدار سے نہیں روکا جائیگا۔ بلکہ وہ مقام دیدار میں مطلوب ہونگے اور اپنے کمال کی وجہ سے مرتبہ محبت میں محبوب ہونگے۔ (ماخوذ از مرقات)

2 ﴿ **قوله ماکذب الفوائد الخ** (دل نے نہیں جھٹلایا) علامہ سید نے کہا حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا اور دونوں آیتوں میں جسکو دیکھنے کا ذکر کیا گیا وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں، اور جمہور کا مذہب ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تو کہا گیا اپنے دل سے دیدار کیا

دیکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضور ﷺ نے اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کا دو مرتبہ دیدار کیا۔ (مسلم)

6836/304 ﴿ اور ترمذی کی روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا[1]۔

آنکھوں سے نہیں اور کہا گیا اپنی چشمان اقدس سے دیدار کیا، یہی صحیح ہے قولہ قال عکرمۃ (حضرت عکرمہ نے کہا) حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے سمجھا کہ حضور ﷺ نے اپنی چشم مبارک سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا لیکن اپنے قلب کی مدد سے، اسی لئے آیت کریمہ سے استدلال کیا، اگر مراد یہ ہوتا کہ دل سے دیدار عینی مشاہدہ کی طرح واضح تھا تو آیت کریمہ کے ذریعہ سوال نہیں ہوسکتا سوائے اس صورت میں کہ آیت کریمہ کو اس معنی پر محمول کیا جائے کہ اس ادراک کی نفی مراد ہے جو واضح اور ظاہر ہونے میں آنکھ کے ادراک کی طرح ہے، آنکھ کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا کہ وہ عادت کے مطابق واضح ادراک کا مقام ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عکرمہ کا سوال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول "حضرت سیدنا محمد عربی ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا" پر تھا جو ترمذی شریف کی روایت ہے، ان کے قول "حضور ﷺ نے اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا" پر نہیں جیسا کہ مسلم شریف کی روایت ہے اور اس وقت آیت کریمہ سے استدلال میں کوئی اشکال نہیں رہتا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی حقیقت کے ساتھ اپنے نور سے تجلی فرمائے تو ادراک زوال پذیر ہوجاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنی اس تجلی کے ساتھ ظہور فرمائے جس کے ادراک سے انسانی طاقت باقی رہتی ہے تو اسی جہت سے اس کا دیدار ہوتا ہے۔

2 ﴿ **قولہ رأى محمد ربہ** (حضرت سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار فرمایا) علمائے متقدمین ومتاخرین سے شب معراج میں حضور ﷺ کے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے سے متعلق تین مختلف اقوال ہیں، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دیدار کو ثابت کیا، ایک جماعت نے توقف کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ادراک

کا انکار کیا جیسا صحیح مسلم شریف میں وارد ہے، اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت سے روایت آئی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی مشہور ہے، محدثین و متکلمین کی ایک جماعت اسی کی طرف گئی ہے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے علماء کی اتباع کرتے ہوئے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی مرفوع حدیث سے دیدار کے ثبوت میں نفی نہیں فرمائی، اگر اُن کے پاس کوئی مرفوع حدیث ہوتی تو ضرور ذکر فرماتیں، انہوں نے تو استنباط کیا جیسے آیت کریمہ کے ظاہری معنی ذکر فرمائیں اور دیگر صحابہ کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موافق نہیں کی، جب صحابی کا قول دیگر صحابہ کرام کے موافق نہ ہو تو وہ قول بالاتفاق حجت نہیں ہوتا، اب رہا ارشاد الٰہی "لا تدرکہ الابصار" (نگاہیں اس کا ادراک واحاطہ نہیں کرسکتیں) سے اُن کا استدلال کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ "ادراک" احاطہ کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا تو جب نص (آیت کریمہ) احاطہ کی نفی سے متعلق وارد ہو تو اس سے احاطہ کے بغیر دیدار تو کی نفی نہیں ہوتی جیسا کہ چاند کو دیکھنے والا شخص صرف چاند کو دیکھتا ہے لیکن اس کی حقیقت و ماہیت کا ادراک نہیں کرتا لہٰذا احاطہ نہ کرنے کی وجہ سے دیدار نہ کرنا لازم نہیں آتا اور صحیح حدیث شریف میں وارد ہے "میں تیری حمد وثنا نہیں کرسکتا جیسا تو نے اپنی ذات کی حمد وثنا کی" تو اس سے حمد وثنا نہ کرنا لازم نہیں آتا۔

امام قرطبی نے اس مسئلہ میں توقف کرنے کے قول کو ترجیح دی اس لئے کہ کوئی دلیل قطعی نہیں، دونوں جماعتوں کے دلائل الفاظ کے ظاہر پر (مبنی) باہم مخالف اور تاویل کے قابل ہیں اور یہ مسئلہ اعمال سے متعلق نہیں، عقائد متعلق ہے، اس لئے قطعی دلیل پر ہی اکتفاء کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ اپنی چشم مبارک سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا، اسی طرح حضرت انس حضرت ابوذر، حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امام زہری حضرت معمر اور دوسرے حضرات سے مروی ہے، حضرت حسن اس کو قسم کے ساتھ ذکر فرماتے تھے، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ایسی ہی روایت کی گئی ہے، اصحاب مقالات نے امام ابوالحسن اشعری اور آپ کے شاگردوں کی ایک جماعت سے یہی بیان کیا کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا انتہی۔ میں کہتا ہوں کاش میں جانتا کہ امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کہا، شاید اللہ تعالیٰ اسکے بعد علم عطا کیا ہو۔

امام نووی کی شرح مسلم میں ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضرت رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو

دیکھا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالی کے ارشاد "ماکذب الفؤاد مارأی ولقد رآہ نزلۃ اخری" (دل نے نہیں جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا، اور آپ نے اسے دوبارہ دیکھا۔ میں جو فرمایا اُن کا یہی مذہب ہے، جمہور مفسرین کا مذہب یہ ہے: حضور ﷺ نے اللہ سبحانہ کا دیدار کیا، پھر مفسرین نے اختلاف کیا ایک جماعت اس طرف گئی یہ کہ حضور ﷺ نے اپنے دل سے رب تعالی کا دیدار کیا، چشم مبارک سے نہیں، اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے سر انور کی چشم مبارک سے اللہ تعالی کا دیدار کیا، امام ابوالحسن واحدی کہتے ہیں: مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے کہا اس (آیت کریمہ میں) شب معراج میں نبی اکرم ﷺ کا اپنے رب کے دیدار کرنے کے بارے میں خبر دینا ہے، حضرت ابن عباس، حضرت ابوذر اور حضرت ابراہیم تیمی رضی اللہ عنہم نے کہا حضور ﷺ نے اپنے قلب مبارک سے اللہ تعالی کا دیدار کیا، اس کے مطابق آپ نے اپنے قلب مبارک سے اپنے رب کا صحیح دیدار کیا، وہ اس طرح کہ اللہ تعالی نے آپ کی نگاہ کو آپ کے قلب اطہر میں رکھ دیا یا آپ کے قلب اطہر کو ایک آنکھ عطا فرمائی یہاں تک کہ آپ نے اپنے رب کا اچھی طرح دیدار کیا جیسا کہ آپ چشم مبارک سے دیدار کرتے ہیں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ اچھا قول اور بہتر توجیہ ہے جس سے مختلف اقوال کو تطبیق دینا ممکن ہے اور اللہ تعالی حقیقت حال بہتر جانتا ہے، اسی لئے شرح عقائد نسفی میں ہے: پھر صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کا قلب اطہر سے دیدار کیا چشم مبارک سے نہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثبات اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کو آنکھ کے دیدار پر محمول کیا جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثبات کو قلب کے دیدار پر محمول کیا جائے، محض علم پر محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حضور ﷺ کو ہمیشہ جانتے ہیں اور جو دیدار آپ کو حاصل ہوا آپ کے قلب اطہر میں پیدا کیا گیا جیسے دوسروں کے لئے آنکھ میں دیدار پیدا کیا جاتا ہے، اور دیدار کے لئے باعتبار عقل کوئی خاص چیز شرط نہیں اگرچہ آنکھ میں دیدار پیدا کرنے کی عادت جاری ہوئی ہے اور روح البیان میں ہے حضرت کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے دیدار اور کلام کو حضرت سیدنا محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان تقسیم فرمایا الخ تو کلام کے مقابل دیدار کو ذکر کرنا آنکھ کے دیدار پر دلالت کر رہا ہے اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنکھ سے دیدار کی درخواست کی تھی اور آپ کو اس سے روک دیا گیا تھا، تو کلام کے مقابل دیدار کو ذکر کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت نبی

حضرت عکرمہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرمایا "لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار" نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کرتا ہے۔ حضرت

اکرم ﷺ کو اس چیز کے ذریعہ فضیلت دی جائے جس سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منع کیا گیا اور وہ آنکھ کا دیدار ہی ہے، اور اس میں شک نہیں کہ تغیر احوال سے حاصل ہونے والے قلبی دیدار میں تمام انبیاء یہاں تک کہ اولیا شریک ہیں اور صحیح روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا جس وقت آپ کوہ طور پر بے ہوش ہوکر گرے اور دیدار کو مزید معرفت پر محمول کرنا فائدہ مند نہیں، کشف الاسرار میں ہے: بعض لوگوں نے کہا حضور ﷺ نے اپنے قلب مبارک سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ انتہی اور مدارج النبوۃ میں ہے: علماء کرام نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہونے پر اتفاق کیا ہے تو ممکن ہونے کے بعد معراج میں دیدار سے کوئی مانع نہیں لیکن مقام معراج دار آخرت کی ایک حقیقت ہے تو دار آخرت میں جو دیدار ہوگا وہ دیدار نبی اکرم ﷺ نے معراج میں کیا تاکہ عین الیقین کے بعد لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں اھ۔ اور مرقات میں ہے: بعض لوگوں نے گمان کیا کہ کچھ صوفیہ نے خود ان کے حق میں دیدار کا دعویٰ کیا اور مشائخ کرام نے ایسا دعویٰ کرنے والوں کو گمراہ قرار دینے پر اتفاق کیا اور اس مسئلہ میں کئی کتابیں تحریر کیں، اُن حضرات میں ابوسعید خزار رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اُن کی اس دعویٰ کے انکار میں ایک کتاب اور چند رسالے ہیں، اسی طرح جنید رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرح دعویٰ کرنے والوں کی تکذیب میں چند رسائل اور تفصیلی بحث ہے، اور ان حضرات نے اس پر اتفاق کیا کہ جس شخص نے دیدار کا دعویٰ کیا وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کیا انتہی۔ یہ سب اس تفصیل کا حاصل ہے جو خازن، روح البیان، مدارج النبوۃ، مرقات اور مولانا محمد کرامت علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف سیرۃ محمدیہ میں ہے۔

1 ﴿ **قوله قال عکرمة الخ** (حضرت عکرمہ کہتے ہیں) ظاہر ہے کہ حضرت عکرمہ کا سوال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول "حضرت سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا" پر تھا، جو ترمذی شریف کی روایت ہے، ان کے قول "حضور ﷺ نے اپنے قلب مبارک سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا" پر نہیں جو مسلم شریف کی روایت ہے اور اس وقت آیت کریمہ سے استدلال میں کوئی اشکال نہیں رہتا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی حقیقت کے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے یہ اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا (ذاتی حقیقی) نور ہے، یقیناً حضور ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب کا دیدار کیا۔ (ترمذی)

6837/305 ﴿حضرت شعبی سے روایت ہے انہوں نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرفہ میں حضرت کعب سے ملاقات کی اور ان سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اللہ اکبر کہا یہاں تک کہ پہاڑ گونج اٹھے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم بنو ہاشم ہیں، حضرت کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور کلام کو حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کردیا، تو موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام کیا اور حضرت سیدنا محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دو مرتبہ دیدار کیا، حضرت مسروق کہتے ہیں: میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا گیا حضرت سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے ایسی بات کہہ دی جس کی وجہ سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے

ساتھ اپنے نور کی تجلی فرمائے تو ادراک زوال پذیر ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنی اس تجلی کے ساتھ جلوہ فرما ہو، جس کے ادراک سے انسانی طاقت باقی رہتا ہے تو اسی جہت سے اس کا ادراک ہوتا ہے۔ (مرقات)

1 ﴿ **فکبر حتی جاوبته الجبال** (انہوں نے اللہ اکبر کہا یہاں تک کہ پہاڑ گونج اٹھے) توجیہ یہ ہے کہ تکبیر کو اس مقام کی تعظیم اور اس مقصد کا شوق ظاہر کرنے پر محمول کیا جائے لیکن حضرت کعب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو گفتگو کا جواب نہیں دیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم بنو ہاشم ہیں یعنی ہماری تعظیم کرنا، ہم سے گفتگو کرنا اور ہمیں سمجھانا واجب ہے۔ (مرقات)

میں نے عرض کیا: کچھ توقف کیجئے، پھر میں نے تلاوت کی: **لقد رأی من اٰیات ربه الکبریٰ** (حضور ﷺ اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں) تو حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ آیت تمہیں کہاں لے جارہی ہے وہ تو جبرئیل علیہ السلام ہیں، جو تمہیں یہ بتائیے کہ حضرت سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا، یا جن چیزوں کی تبلیغ کا آپ کو حکم دیا گیا آپ نے اس میں سے کچھ چھپایا، یا یہ کہا کہ حضور ﷺ وہ پانچ چیزیں جانتے ہیں جس سے متعلق اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث (قیامت کا علم اللہ تعالی کے پاس ہے اور وہ بارش نازل کرتا ہے) تو یقیناً اُس نے بڑا بہتان باندھا، لیکن حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا، آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا، ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، دوسری مرتبہ اجیاد میں اُن کے چھ سو پر تھے جو اُفق کو بھر دیئے تھے۔ (ترمذی)

6838/306 ﴾ اور شیخین (امام بخاری وامام مسلم) نے کچھ اضافہ اور اختلاف کے ساتھ روایت کی ہے ان دونوں کی روایت میں ہے حضرت مسروق کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: اللہ تعالی کے اس ارشاد کے کیا معنیٰ ہیں: **ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی** پھر وہ قریب ہوئے اور قریب ہوئے یہاں تک کہ دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے کم فاصلہ رہا حضرت

---

1 ﴾ **قوله ثم قرأت لقد رأی من اٰیات ربه** (پھر میں نے تلاوت کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھی) پوشیدہ نہیں کہ یہ آیت کریمہ دیدار کو ثابت کرنے میں ان کے مقصود کے مناسب نہیں، بلکہ مراد یہ ہے: میں نے وہ آیتیں تلاوت کیں جن میں آخری یہ آیت کریمہ ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں[1] وہ حضور ﷺ کے پاس مرد کی شکل میں آتے تھے اور اس مرتبہ وہ اپنی اس صورت میں آئے ہیں جو ان کی حقیقی صورت ہے جس سے افق بھر گیا۔ (متفق علیہ)

6839/307 ﴿ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ارشاد خداوندی **فکان قاب قوسین اور ادنی** (تو دو کمانوں کے برابر اس سے کم فاصلہ رہا) **ما کذب الفؤاد ماراوی** (دل نے نہیں جھٹلایا جو نگاہ نے دیکھا) اور **لقد رأی من آیات ربه الكبرىٰ** (یقیناً آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیوں کو دیکھا) کے بارے میں انھوں نے فرمایا: ان سب آیتوں میں[2] یہ ذکر ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا، اُنہیں چھ سو بازو تھے۔ (متفق علیہ)

6840/308 ﴿ اور ترمذی کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **ماکذب الفؤاد مارأی** (دل نہیں جھٹلایا اس کو جو آپ نے دیکھا) انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو سبز ریشم کے ایک جوڑے میں دیکھا، اُنہوں نے آسمان اور زمین کے درمیان خلاء کو بھر دیا۔

---

1 ﴿ **قوله ذلك جبريل عليه السلام** (وہ تو جبرئیل علیہ السلام ہیں) یعنی اس مقام پر اللہ سبحانہ تعالیٰ مراد نہیں، پھر اس اعتراض کو دور کرنے کے لئے جملہ شروع کیا گیا جو کہا جاسکتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ہمیشہ دیکھتے تھے پھر اس مقام پر انہیں دیکھنے کا خاص طور پر ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے، تو حضرت عائشہ نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آدمی کی صورت میں یعنی آدمی کی شکل اختیار کر کے حاضر ہوتے تھے اور اکثر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں۔ (مرقات)

2 ﴿ **قوله قال فيها كلها رأى جبريل عليه السلام** یعنی تمام ضمیریں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان آیتوں سے سمجھیں جیسا کہ اس پر تنبیہ گذری، اور ہمارے بعض علماء نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود چار خلفاء کے بعد صحابہ میں

309/6841 ﴾ ترمذی اور بخاری کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد لقد رای من ایات ربہ الکبریٰ (یقیناً آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں) اُنہوں نے فرمایا: حضورﷺ نے سبز باریک ریشم دیکھا جو آسمان کے کنارے کو بھر دیا۔

310/6842 ﴾ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا میں نے حضرت رسول اللہﷺ سے دریافت کیا: کیا[1] آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا؟ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً وہ نور[2] ہے میں اسکو دیکھتا ہوں۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ کے دیدار کا بیان

ختم شد

سب سے زیادہ علم والے ہیں۔ (مرقات)

1 ﴾ **قوله هل رأيت ربك** یعنی شب معراج میں۔ (مرقات)

2 ﴾ **قوله نور انى اراه** ابن الملک نے کہا اس رات اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے میں اختلاف ہے اور اس حدیث شریف میں دو روایتوں کے اختلاف کے مطابق فریقین کے لیے دلیل ہے اس لئے کہ ہمزہ کے زبر نون مفتوحہ کی تشدید کے ساتھ روایت ہے تو یہ انکار کے طور پر سوال ہوگا، اور نون کے زیر کے ساتھ روایت ہے تو یہ دیدار ثابت کرنے والوں کی دلیل ہے، اور حال سے ماضی کی حکایت اور بیان ہے۔ (مرقات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

14/147 باب صفة النار واهلها

دوزخ اور دوزخیوں کی صفت کا بیان

311/6843 ﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری آگ دوزخ کی آگ سے ستر حصوں میں کا ایک حصہ ہے، عرض کیا گیا یارسول اللہ! یہی آگ کافی تھی[1]، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ آگ اس آگ سے انہتر درجہ زیادہ تیز رکھی گئی ہے، اُس کے ہر جز کی گرمی اسکی گرمی کی طرح ہے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ 312/6844 ﴾ اور مسلم کی روایت میں ہے: تمہاری آگ جس کو انسان جلاتا ہے، اور مسلم کی اس روایت میں

1 ﴾ قوله ان كانت لكافية (یہی آگ کافی تھی) "اِن" مثقلہ سے مخففہ ہے اور "لام" مخففہ اور مثقلہ کے درمیان فرق کرنے والا ہے قوله "قال فضلت" (زیادہ تیز رکھی گئی) حاصل جواب یہ ہے کہ یہ آگ کافی نہیں۔ یعنی اس سے زیادہ تیز ہونا ضروری ہے اس حکمت کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب لوگوں کے عذاب سے زیادہ سخت ہے، اسی وجہ سے قرآن وحدیث کے بہت سے مقامات پر آگ کے ذکر کو عذاب کی باقی قسموں پر ترجیح دی گئی، اور دار آخرت میں جو عذاب ہے اس کو نمونہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آگ کے اس حصہ کو ظاہر فرمایا، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں کہا: جان لو کہ تم نے قیاس میں غلطی کی کیونکہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ سے مناسبت نہیں رکھتی جب دنیا میں سخت ترین عذاب اس آگ کا عذاب ہے تو اس سے جہنم کے عذاب کا اندازہ ہوسکتا ہے اور دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ اگر دوزخی لوگ اس طرح کی آگ پائیں تو جس عذاب میں وہ ہیں اُس سے بھاگتے ہوئے ضرور اس آگ میں اُتر جائیں گے۔ (مرقات)

"علیھن" اور "کلھن" کے بجائے "علیھا" اور "کلھا" ہے۔(مسلم)

6845/313 ﴿(۲)انہی سے روایت ہے وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا:(دوزخ[1] کی) آگ کو ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی پھر ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی پھر ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی پھر ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی چنانچہ وہ سیاہ اور تاریک ہے۔(ترمذی)

(۳) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس جیسا سیسہ۔ اور آپ نے کھوپڑی کی طرف اشارہ فرمایا آسمان سے زمین کی طرف چھوڑا جائے جو پانچ سو سال کی مسافت ہے تو وہ رات سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا اور اگر اسی کو زنجیر کے سرے سے چھوڑا جائے تو اس کی جڑ تک یا فرمایا[2] اسکی تہہ تک پہنچنے سے پہلے، چالیس برس دن رات چلے گا۔(ترمذی)

---

1 ﴿ قولہ او قد علی النار الخ (دوزخ کی آگ کو دہکایا جائے گا) یہ حدیث شریف اس بات کی دلیل ہے کہ دوزخ پیدا کی جاچکی ہے جیسا کہ اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے برخلاف معتزلہ اور بدعتیوں کی ایک جماعت کے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اعدت للکافرین" (وہ (دوزخ) کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے) ماضی کے صیغہ سے ہماری تائید کرتا ہے۔(مرقات)

2 ﴿ قولہ او قعرھا (یا اسکی تہہ تک) راوی کی جانب سے شک ہے اور اسکی تہہ سے مراد اسکی انتہاء ہے اور وہ حقیقت کے اعتبار سے یا مجاز کے اعتبار سے اصل کے معنیٰ میں ہے۔ تو شک اور تردد سنائی دیے ہوئے الفاظ میں ہے۔(مرقات)

315/6847 ﴿ حضرت ابو بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہنم میں ایک وادی ہے جسے "ھبھب" کہا جاتا ہے اس میں ہر ظالم رہے گا۔ (ترمذی)

316/6848 ﴿ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: صعود" آگ کا ایک پہاڑ ہے، جس میں دوزخی ستر سال چڑھے گا اوراس سے گرے گا، وہ اس میں ہمیشہ اسی طرح گرتا رہے گا"۔ (ترمذی)

317/6849 ﴿ انہی سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخ کو گھیری ہوئی دیواریں چار ہیں ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت ہے۔ (ترمذی)

318/6850 ﴿ سیدنا عبداللہ بن حارث بن جزء سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخ میں اونٹ کی مانند سانپ ہیں۔ اُن میں سے کوئی ایک مرتبہ ڈسے گا تو وہ اس کے زہر کی شدت سے چالیس برس تک پائے گا اور دوزخ میں پالان والے خچروں کی مانند بچھو ہیں اُن میں سے کوئی بچھو ایک بار ڈنک مارے گا تو وہ اس کے زہر کی شدت چالیس سال تک پائے گا۔ (احمد)

1 ﴿ **قوله ابدا** (ہمیشہ) یہ دونوں افعال کے لئے قید ہے یعنی وہ ہمیشہ چڑھنے اور گرنے میں رہے گا۔

2 ﴿ **قوله کامثال الجنة** (اونٹ کی مانند) قاموس میں ہے "بخت" پیش کے ساتھ خراسان کے اونٹوں کو کہتے ہیں "**فیجد حموتها**" (تو وہ اسکی سختی کو پائے گا) حاء کے زبر اور میم کے سکون کے ساتھ یعنی اس کی تکلیف کی سختی کو پائیگا، اور "صراح" میں ہے "**الحموة**" سختی اور تکلیف کی شدت، "**البغال المؤكفة**" پالان والے خچر، پالان گدھے کے لئے ایسا ہی ہے جیسے زین گھوڑے کے لئے۔ (لمعات)

319/6851 ﴿ حضرت حسن سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا ہم کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی آپ نے ارشاد فرمایا: سورج اور چاند قیامت کے دن دوزخ میں دو بے نور ٹکڑے ہونگے حضرت حسن نے عرض کیا اُن کا گناہ کیا ہے تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سُنا رہا ہوں تو حسن خاموش ہوگئے۔ (بیہقی، کتاب البعث والنشور)

320/6852 ﴿ (۹) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد الٰہی "**کالمھل**" (پگھلے ہوئے تانبے کی مانند) کے متعلق فرمایا یعنی تیل کے تلچھٹ کی طرح، تو جب وہ اسکے چہرہ کے قریب کیا جائیگا تو چہرہ کی کھال اُسمیں گر جائیگی۔ (ترمذی)

---

1 ﴿ **قوله احدثك عن رسول الله** ﷺ (میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنا رہا ہوں) علامہ طیبی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا: یعنی تم واضح نص کا قیاس سے مقابلہ کررہے ہو اور عمل کو دوزخ میں داخل ہونے کا سبب قرار دیتے ہو؟ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور جو ارادہ کرتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ میں کہتا ہوں: ان کے سوال سے ظاہر ہورہا ہے کہ ملک جبار کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کے باوجود ان دونوں کو دوزخ میں داخل کرنے کی حکمت بیان کی جائے، جبکہ دوزخ تو کافروں اور گنہگاروں کے لئے ہلاکت کا ٹھکانہ ہے، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں حضرت رسول اللہ ﷺ سے حدیث شریف بیان کررہا ہوں جو میں نے سنا اور اس سے زائد مجھے علم نہیں، تو حضرت حسن خاموش ہوگئے، تو ثابت ہوا کہ ان کا سوال اچھا ہے اسی طرح اُن کا جواب بہتر ہے باوجود اسکے کہ چاند اور سورج کو دوزخ میں ڈالنے سے اُن کو عذاب دینا لازم نہیں آتا جیسے دوزخ کے فرشتے۔ بعض علماء نے کہا انہیں کافروں کی سرزنش کے لئے دوزخ میں ڈالا جائیگا کیونکہ اللہ کے سوا چاند اور سورج کی عبادت کی گئی تھی۔ (مرقات)

2 ﴿ **قوله فروة وجهه** (اس کے چہرہ کی کھال) "فروۃ" دراصل بالوں کے ساتھ سر کی جلد کو کہتے ہیں تو چہرہ کی جلد کے لئے استعارہ لیا گیا۔ (مرقات)

6853/321 ﴾ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد "**یسقی من ماء صدید یتجرعه**" (پیپ پلایا جائیگا جسے وہ مشقت سے نگلے گا) کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسکے منہ کے قریب لایا جائیگا تو وہ اسے ناپسند کریگا اور جب اسکے قریب کردیا جائیگا تو وہ اسکے چہرہ کو بھون دے گا اور اسکے سر کی کھال گرجائیگی اور جب اسے پئے گا تو اسکے آنتوں کو کاٹ دے گا یہاں تک کہ وہ اسکے دبر سے نکلے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "**وسقوا ماء حمیما فقطع امعاء هم**" (اُنہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائیگا تو وہ اُن کی آنتیں کاٹ دیگا) اور فرماتا ہے **وان یستغیثوا یغاثوا بماء كالمهل یشوی الوجوه بئس الشراب** اور اگر وہ پانی مانگیں تو اُنہیں پگھلی ہوئی دھاتوں کے مانند پانی دیا جائیگا وہ چہرے بھون دے گا یہ نہایت بُرا پانی ہے۔ (ترمذی)

6854/322 ﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں پر ڈالا جائیگا تو وہ سرایت کرے گا یہاں تک کہ اسکے پیٹ تک پہنچے گا تو جو کچھ پیٹ میں ہے اسے کاٹ دے گا یہاں تک کہ اسکے قدموں سے نکل جائے گا، یہی **صهر** یعنی پگھلانا ہے، پھر اسے لوٹایا جائے گا جیسا وہ تھا۔ (ترمذی)

---

1 ﴾ **قوله ثم یعاد** (پھر اُسے لوٹایا جائیگا) یعنی اسکے پیٹ میں جو کچھ ہے لوٹایا جائیگا۔ (مرقات)

6855/323 ﴿ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں بہادیا جائے تو دنیا والوں کو بدبودار کریگا۔ (ترمذی)

6856/324 ﴿ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: **اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون** (اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہوں) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپکایا جائے تو زمین والوں کے لئے اُن کی زندگیوں کو خراب کردے گا تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی غذا ہی زقوم ہو۔ (ترمذی) امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

---

1 ﴿ **قولہ من غساق** (غساق) وہ ٹھنڈا بدبودار پیپ ہے، جسکی ٹھنڈک کی وجہ سے دوزخی اسے نہیں پی سکے گا جیسا کہ حمیم (کھولتا ہوا کو اکی) کی گرمی کی وجہ سے نہیں پی سکے گا، میں کہتا ہوں اللہ تعالی کے ارشاد فلیذ وقوہ حمیم وغساق (یہ کھولتا پانی اور پیپ ہے تو چاہئے کہ وہ اسکو چکھیں) میں دونوں کے درمیان تطبیق کے لئے یہی معنی مناسب ہے اور اسی طرح ارشاد الہی لایذوقون فیھا بردا ولا شرابا الا حمیما وغساقا (وہ اس میں کوئی ٹھنڈی چیز اور پانی نہیں چکھیں گے سوائے کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کے) میں ہے کہ اس آیت میں سننے والے کی سمجھ پر اعتماد کرتے ہوئے لف ونشر غیر مرتب کے طور پر ذکر کیا گیا۔ (مرقات)

2 ﴿ **قولہ ولا تموتن وانتم مسلمون** (اور تم نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہوں) یعنی اسلام کی حالت کے سوا کسی حالت پر مت رہو جب تمہیں موت پائے۔ پس جو شخص اس حالت پر پابندی کے ساتھ رہتا ہے اور ہمیشہ اسی پر قائم رہتا ہے وہ مسلمان مرتا ہے، دنیا میں مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے اور آخرت میں سزاؤں سے مامون ہوجاتا ہے۔ اور جو شخص اس میں کوتاہی کرتا ہے اور پیچھے رہتا ہے وہ آخرت میں عذاب میں گھر جاتا ہے، اس وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے

325/6857 ﴿ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخیوں پر بھوک ڈال دی جائیگی تو وہ بھوک ان سارے عذابوں کے برابر ہو جائیگی جس میں وہ مبتلاء ہیں، وہ فریاد کریں گے تو انہیں غذا میں خاردار درخت ضریع دیا جائیگا جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک دور کرے گا پھر وہ کھانا مانگیں گے تو انہیں گلے میں پھنسنے والا کھانا دیا جائیگا تو وہ یاد کریں گے کہ پھنسنے والی چیزوں کو دنیا میں پانی سے اُتارتے تھے تو پانی مانگیں گے تو انکو لوہے کے اکوڑیوں سے کھولتا ہوا پانی دیا جائیگا، تو جب وہ ان کے چہروں کے قریب ہوگا تو ان کے چہروں کو بھون دے گا، اور جب ان کے پیٹوں میں داخل ہوگا تو پیٹ میں جو کچھ ہے اسے کاٹ دے گا تو وہ کہیں گے:

اسکے بعد یہ ارشاد فرمایا: اگر زقوم کا ایک قطرہ.............. ختم حدیث تک۔ ایک شارح نے کہا زقوم ایک خبیث کڑوا، بدمزہ اور بدبودار درخت ہے، جسے کھانے پر دوزخیوں کو مجبور کیا جائیگا۔ (مرقات)

1 ﴿ **قولہ من ضریع** (بدمزہ دار درخت) وہ حجاز میں ایک قسم کا پودا ہے جسے کانٹے ہوتے ہیں، کوئی جانور اس کی خباثت کی وجہ سے اسکے قریب نہیں جاتا، اور اگر کھالے تو مرجائے، یہاں پر مراد دوزخ کا کانٹا ہے جو ایلوے سے زیادہ کڑوا، مردار سے زیادہ بودار اور آگ سے زیادہ گرم ہوگا۔ قولہ: ''تو وہ کہیں گے پکارو الخ'' یعنی کفار ایک دوسرے سے کہیں گے جہنم کے نگران فرشتوں کو پکارو تو وہ اُن کو پکاریں گے اور اُن سے کہیں گے: تم اپنے رب کو پکارو کہ وہ ہم سے کسی دن عذاب کم کرے، **قولہ:** ''اور کافروں کی پکار تو ضائع اور بے کار ہے'' یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ دنیا میں اُن کی کوئی دعا قبول نہیں کی جائیگی جیسا کہ بعض علماء نے سمجھا جبکہ مہلت دینے کے بارے میں شیطان کی دعا قبول کی گئی **قولہ:** ''کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے'' اس میں حجت کا الزام واثبات اور ڈانٹنا ہے، اور ان لوگوں نے دعاء اور تضرع وزاری کے اوقات کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا اور ان اسباب کو ضائع کردیا جس کی وجہ سے دعائیں قبول کی جاتی ہیں، فرشتوں نے کہا: تم خود پکارو کیونکہ ہم اللہ تعالی کی بارگاہ میں اسکی جرأت نہیں کرسکتے، اور ان کا کہنا ''پکارو'' فائدہ کی امید کے لئے نہیں بلکہ نامرادی کو بتانے کے لئے ہے کیونکہ جب مقرب فرشتے کی دعا نہیں سُنی جاتی تو کافروں کی پکار کیسے سُنی جائیگی، **قولہ:** ''اے

دوزخ کے نگران فرشتوں کو پکارو تو فرشتے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح نشانیاں نہیں لائے تھے، دوزخی کہیں گے: کیوں نہیں، فرشتے کہیں گے: تو پکارو اور کافروں کی پکار تو ضائع و بے کار ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کہیں گے مالک (داروغۂ دوزخ) کو پکارو، تو وہ کہیں گے اے مالک! تیرا پروردگار ہم کو موت دے کر ہمارا کام تمام کردے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ (مالک) اُنہیں جواب دے گا کہ تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے، اعمش کہتے ہیں مجھے خبر دی گئی کہ اُن کی پکار اور مالک کے اُنہیں جواب دینے کے درمیان ہزار سال کی مدت ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ کہیں گے: تم اپنے رب کو پکارو کہ کوئی بھی تمہارے رب سے بہتر نہیں تو کہیں گے اے ہمارے رب! بدبختی ہم پر غالب آگئی تھی اور ہم گمراہ تھے، اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم کفر کی طرف لوٹیں تو یقیناً ہم ظالم ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ تعالی اُنہیں جواب دے گا: دھتکارے ہوئے اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو، فرمایا: تو اس وقت وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جائینگے اور اس وقت مصیبت، حسرت اور ہلاکت و بربادی کی پکار میں رہیں گے عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے کہا: لوگ اس حدیث کو مرفوع نہیں کہتے، ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے کہا بلکہ اس کو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ پر موقوف قرار دیتے ہیں لیکن وہ مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس جیسی باتیں رائے سے کہنا تو ممکن نہیں، اس حدیث کو امام ترمذی

مالک! تمہارا ہمارا فیصلہ کردے" یعنی تم دعا کرتے ہوئے رب سے گذارش کرو کہ ہم پر وہ موت کا فیصلہ فرمادے تاکہ ہم

نے مرفوع روایت کہا جیسا کہ حدیث کی ابتداء سے معلوم ہوتا ہے۔

6858/ 326 ﴿ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس دن جہنم[1] کو لایا جائیگا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسکو کھینچیں گے۔ (مسلم)

6859/ 327 ﴿ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً دوزخیوں میں عذاب کے اعتبار سے سب سے ہلکا عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے لئے آگ کے جوتے[2] اور تسمے ہوں گے جسکی وجہ سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا جیسے ہانڈی کھولتی ہے، وہ نہیں سمجھے گا کہ کوئی شخص اس سے زیادہ سخت عذاب والا ہے جبکہ درحقیقت وہ سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

راحت حاصل کریں یا "قضی علیہ" سے ہے یعنی موت دینا تو معنی یہ ہے: تا کہ تمہارا رب ہمیں مار دے کہ ہم راحت حاصل کریں۔ (ماخوذ از مرقات)

1 ﴿ **قولہ یوتی بجھنم** (جہنم کو لایا جائیگا) یعنی جہنم کو اس مقام سے لایا جائے گا جہاں اللہ تعالی نے اسکو پیدا فرمایا **قولہ: یجرونھا** (اسکو کھینچتے ہوئے) یعنی اسکو گھسیٹیں گے یہاں تک کہ اسکو زمین پر پھرایا جائیگا، دوزخ کی پشت پر موجود پل صراط کے سوا جنت کے لئے کوئی راستہ باقی نہ رہے گا۔ اور ان لگاموں کا فائدہ جس کے ذریعہ اسے کھینچا جائے گا اس کی عظمت کی جانب اشارہ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ ان لگاموں سے دوزخ کو میدان حشر پر تجاوز کر آنے سے روکا جائیگا سوائے اُن لوگوں کے جن پر اللہ تعالی اس کو پہونچانا چاہے اہل محشر میں سے۔ (مرقات)

2 ﴿ **قولہ نعلان** (دو جوتے) یعنی اسکے قدم کے نیچے، شراکان (دو تسمے) یعنی قدم کے اوپر۔ یا اس شخص کے بارے میں یہ جسے دوزخ میں ڈبویا نہ گیا ہو، اور اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**مایری**" مجہول کے صیغہ کے ساتھ یعنی

6860/328 ﴿ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والے ابوطالب ہونگے جبکہ وہ دو جوتے پہنے ہوں گے جس کی وجہ سے اُن کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (بخاری)

6861/329 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے شخص سے فرمائے گا: زمین میں جو کچھ ہے اگر وہ تیرے لئے ہو جائے تو کیا تو (جان چھڑانے کیلئے) اس کا فدیہ دے گا تو وہ کہے گا ہاں! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس سے آسان چیز طلب کی تھی جبکہ تو

جس کے لئے آگ کے دو جوتے اور دو تسمے ہونگے وہ یہ گمان کریگا کہ دوزخیوں میں سے کوئی بھی اس سے زیادہ سخت عذات میں ہے۔ (مرقات)

1 ﴿ **قولہ اھون اھل النار الخ** (دوزخیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والے) ہلکا پن اسکے اوپر کے عذاب کی بہ نسبت ہے، اور اس عذاب میں ابوطالب اور دوسرے مشترک ہونگے جیسا کہ گذشتہ حدیث شریف سے ظاہر ہے، اور ہوسکتا ہے کہ ابوطالب کا عذاب دیگر تمام لوگوں کی بہ نسبت ہلکا ہے، اور یہ معنی اہل سنت وجماعت کے مذہب کے مطابق ہے، اسکے خلاف ایک حدیث روایت کی جاتی ہے جو ضعیف ہے۔ (لمعات) صاحب مرقات نے کہا: اُن کے عذاب میں اس لئے تخفیف کی گئی کہ اُنہوں نے کفار کی سخت دشمنی سے حضور اکرم ﷺ کی حمایت کی، تو جب تخفیف کی جائے گی تو پورے بدلہ کے طور پر تخفیف کی جائیگی۔

2 ﴿ **قولہ لو ان لك** (اگر تیرے لئے ہوجائے) "لو ثبت" کے معنی میں ہے یعنی اگر ثابت ہو جائے اس لئے کہ لفظ "لو" فعل ماضی کو چاہتا ہے اور جب "انّ مفتوحہ" "لو" کے بعد آئے تو فعل ماضی کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ "انّ" میں تحقیق اور ثابت ہونے کے جو معنی ہے اسکو فعل محذوف کے قائم مقام ہے۔ **قولہ: ان لا تشرك بی شیئا** (کہ

آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا (وہ یہ) کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے مگر تو شرک ہی کیا۔ (متفق علیہ)

6862/330 ﴿ اور انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن دنیا والوں میں سے سب سے زیادہ خوشحال آدمی لایا جائیگا جو اہل دوزخ میں سے ہوگا اور اسکو دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائیگا پھر اس سے کہا جائیگا اے انسان کیا تو کبھی کوئی بھلائی کو دیکھا ہے یا تجھ پر کوئی نعمت گزری ہے، تو وہ کہیگا نہیں خدا کی قسم اے میرے پروردگار۔ اور سب سے زیادہ دنیا میں مصیبت زدہ انسان کو لایا جائیگا جو جنتیوں میں سے ہوگا اور اسکو جنت میں ایک غوطہ دیا جائیگا اور اس سے کہا جائیگا اے انسان کیا کبھی تو کوئی مصیبت دیکھا ہے، کیا کبھی تجھ پر کوئی سختی گزری ہے تو وہ کہے گا نہیں خدا کی قسم اے میرے پروردگار مجھ پر نہ کوئی مصیبت آئی اور نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی۔ (مسلم)

6863/331 ﴿ (۴۰) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو آگ دونوں ٹخنوں تک پکڑے گی[1] اور بعض وہ ہیں جن کو دونوں گھٹنوں تک پکڑ لے گی اور بعض وہ ہیں جن کو آگ ہنسلی کی ہڈی تک پکڑ لے گی۔

میرے ساتھ کسی شریک نہ کرے) یہ جملہ "أهون" کا بدل ہے، یا اسکا بیان ہے۔ (مرقا)

1 ﴿ قوله منهم من تاخذه النار الى كعبيه الخ (اس حدیث شریف میں ہلکے اور سخت عذابوں کے فرق وتفاوت کا بیان ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے بعض کو سزا ہوگی اور بعض کو نہیں ہوگی اور گزری ہوئی حدیث میں وهو منتعل بنعلين يغلي منهما دماغه (اور ان کو دو نعل ایسے پہنائے جائینگے ان سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا) (مرقات)

6864/332 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کے دو کاندھوں کے درمیان کا فاصلہ دوزخ میں تیز رفتار سوار کے تین دن کا فاصلہ ہے[1]۔

6865/333 ﴿ ایک روایت میں ہے کافر کا داڑھ احد پہاڑ کے برابر اور اس کے جلد کی موٹائی تین دن کی مسافت کی ہے۔ (مسلم)

6866/334 ﴿ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دوزخی دوزخ میں بڑے جسم کی ہوجائیں گے یہاں تک کہ ان میں کسی کے کان کے دونوں لو سے اسکی گردن تک کی مسافت سات سو سال ہوجائیگی اور کھال کی موٹائی ستر گز کی اور اس کا داڑھ احد پہاڑ کے مانند ہوجائیگا۔ (احمد)

6867/335 ﴿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

1 ﴿ **قولہ ما بین منکبی الکافر ومسیرۃ ثلاثۃ ایام الخ** (دوزخ میں کافر کے دو کاندھوں کے درمیان کا فاصلہ تین دن کی مسافت کا ہے) قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کافر کو زیادہ زیادہ سزا دینے کے لئے آگ لگے گی اس لئے اس کے اعضاء کی مقدار میں زیادتی اور اضافہ کیا جائیگا۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ نے فرمایا یہ کافروں کے لئے ہوگا، کیونکہ احادیث شریف میں آیا ہے کہ متکبرین کو قیامت کے دن چیونٹیوں کے مثل انسانی شکل میں اٹھایا جائیگا اور وہ جہنم کے قید خانہ میں ہانک دیئے جائیں گے۔

میں کہتا ہوں اس سے بظاہر نافرمان مسلمان مراد لئے جائیں اور علامہ قرطبی کے قول کو اسی پر محمول کیا جائے تاکہ آنے والی حدیث شریف کے موافق ہو یعنی ضرس الکافر یوم القیامۃ مثل احد سے موافق ہو کہ ان کا چیونٹیوں کے مثل ہونا میدان حشر میں ہوگا جس میں روندتے جاتے ہوں گے پھر انکے جسم بڑے ہوں جائیں گے وہ دوزخ میں داخل ہوجائیں گے۔ اور اس میں اسی طرح رہیں گے۔ امام نووی رحمۃ اللہ نے فرمایا یہ سب ان کو تکلیف دینے کے لئے یہ مفہوم زیادہ مناسب ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے اور رسول صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی خبر دی ہے اس پر ایمان رکھنا

نے فرمایا: قیامت کے دن کافر کا داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہو جائیگا اور اسکی ران بیضاء پہاڑ کے مانند اور اسکی آگ کی بیٹھک ربذہ کی مثل تین دن کی مسافت کی ہوگی۔ (ترمذی)

6868/336 ﴿ انہی سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی جلد کی موٹائی بیالیس (۴۲) گز کی ہوگی اور اس کا داڑھ احد پہاڑ کے برابر اور دوزخ میں اسکی بیٹھک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان فاصلہ کی ہوگی۔ (ترمذی)

6869/337 ﴿ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر اپنی زبان ایک دو فرسخ تک کھینچے گا لوگ اس کو روندتے ہوئے جائیں گے۔ (احمد ترمذی)

6870/338 ﴿ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "**وھم فیھا کالحون**" (وہ اس میں سکڑے ہوئے منہ کے ہوں گے) آپ نے فرمایا آگ اسکو بھون دیتی ہوگی اور اس کے اوپر کا ہونٹ سکڑ جائیگا یہاں تک کہ اس کے سر کے درمیان

ضروری ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

1 ﴿ **قولہ ان غلظ جلد الکافر** (کافر کے جلد کی موٹائی) اس کے پہلے گزرا ہے کہ تین دن کی مسافت ہوگی ہوسکتا ہے یہ فرق کافروں کے اقسام کے فرق کی وجہ سے ہو اور یہ بات اس ارشاد میں بھی ہے مقعدہ من النار مسیرۃ ثلاث۔ اور اسکی بیٹھک دوزخ میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان کے فاصلہ کے برابر ہوگی تو یہ فاصلہ عام طور پر دس دن یا اس سے زیادہ کا ہے۔ (لمعات)

2 ﴿ **قولہ کالحون** شارحین نے کہا ہے کہ ان کے دانت باہر آجائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی جو تفسیر

تک پہنچ جائیگا اور نیچے کا ہونٹ لٹک جائیگا یہاں تک کہ اس کی ناف پر گرتا ہوگا۔ (ترمذی)

6871/339 ﴾ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا ''یاایھا الناس ابکوا'' الخ (اے لوگو تم روؤ اگر رونہ سکو تو رونے کی صورت بناؤ۔ دوزخی لوگ دوزخ میں روئیں گے یہاں تک کہ ان کے آنسو دوزخ میں ان کے چہروں پر ایسے بہیں گے گویا وہ نالیاں ہیں یہاں تک کہ آنسو ختم ہوجائیں گے تو خون بہتے ہوں گے اور آنکھوں کو زخمی کردیں گے اور اگر اس میں کشتیاں چلائی جائیں تو چلیں گی۔ (امام بغوی نے شرح السنہ میں اسکی روایت کی ہے)

6872/340 ﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ میں شقی کے سوا کوئی نہیں جائیگا تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شقی کون ہوتا ہے آپ نے فرمایا جو اللہ کے لئے اطاعت کا عمل نہ کرے اور اللہ کے لئے برائی نہ چھوڑے[1]۔

(ابن ماجہ)

فرمائی جیسا کہ راوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ''تشویہ النار'' آگ اسکو بھون دیگی اس تفسیر کے مناسب یہی معنی ہیں۔

1 ﴾ **قولہ ولم یترک لہ بمعصیۃ** (جو اللہ کے لئے برائی کو نہ چھوڑے) یہ بات کافر اور فاجر دونوں کو شامل ہے۔ اور اللہ کا ارشاد "**لایصلاھا الا الشقی الذی کذب وتولی**" (اس میں داخل نہیں ہوتا مگر وہ شخص جو سب سے زیادہ بدبخت

6873/ 341 سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں انذرتکم النار انذرتکم النار میں تم کو آگ سے آگاہ کردیا میں تم کو آگ سے آگاہ کردیا ہوں۔ اس کو آپ مسلسل فرماتے رہے یہاں تک اگر وہ میری اس جگہ میں ہوتے تو آپ کی آواز کو بازار والے سن لیتے اور یہاں تک کہ آپ کی چادر جو آپ کے اوپر تھی آپ کے دونوں قدموں پر گر پڑتی۔ (دارمی)

دوزخ اور دوزخیوں کی صفت کا بیان

ختم شد

جو جھٹلایا اور منہ موڑا) یہ محمول ہے اس شخص پر جو ہمیشہ کے لئے داخل ہونے والا ہے۔ (مرقات)

1 **قولہ انذرتکم النار** (میں تم کو دوزخ سے آگاہ کردیا ہوں) یعنی میں تم ایسی چیز بتادیتا ہوں جس کے ذریعہ تم دوزخ سے بچو۔

وقولہ حتی لوکان یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری اس جگہ میں ہوتے یعنی اس مقام میں ہوتے (جس مقام میں راوی حدیث شریف کی روایت کر دیے ہیں) تو بازار والے سن لیتے۔ **سمعه** سے مراد آپ کی آواز کو اہل السواق یعنی بازار والے سن لیتے) مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس قدر بلند آواز سے فرمایا کہ بازار والے سن لیتے۔ یعنی آپ نے آواز کو بلند کرنے میں مبالغہ فرمایا۔ (مرقات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

15/148 باب خلق الجنۃ والنار

جنت اور دوزخ کے مخلوق ہونے کا بیان

6874/342 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت اور دوزخ نے آپس میں ایک دوسرے سے حجت کیا، دوزخ نے کہا مجھے متکبرین اور سرکش لوگوں سے خاص کیا گیا ہے، اور جنت نے کہا اس کے سوانہیں ہے کہ مجھ میں صرف کمزور اور نظروں سے گرے ہوئے اور بھولے بھالے لوگ ہی داخل ہونگے، اللہ نے جنت سے فرمایا کہ اس

---

1 ﴾ **قولہ: باب خلق الجنة والنار** (جنت اور دوزخ کے مخلوق ہونے کا بیان) یعنی وہ دونوں مخلوق ہیں، جیسا کہ اہل سنت الجماعت کا عقیدہ ہے۔ (مرقات)

2 ﴾ **قولہ تحاجت الجنة والنار** (جنت اور دوزخ نے ایک دوسرے سے حجت کیا) یعنی زبان قال سے یا بیان حال سے، علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے فرمایا یہ ایک دوسرے کا مناظرہ حقیقت میں ہوا، اس لئے کہ اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ ہر ایک کو باشعور اور، خطاب کرنے والا بنائے، یا یہ بطور تمثیل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلا قول ہی قابل اعتماد ہے، کیونکہ معالم میں مذکور ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے جمادات، اور تمام حیوانات کو سوائے عقلاء کے علم عطا فرمایا ہے جس سے اس کے سوا کوئی واقف نہیں، اور انکے لئے بھی نماز، تسبیح اور خوف وخشیت ہے، لہذا انسان پر ضروری ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے اور اپنے علم کو اللہ سبحانہ کے سپرد کرے انتہی۔ (مرقات)

علامہ سید علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ دوزخ کا کلام بر سبیل فخر اور جنت کا کلام بطور شکوہ ہو جیسا کہ پیچھے گذرا۔

3 ﴾ **قولہ الا ضعفاء الناس** (صرف کمزور اور نظروں سے گرے ہوئے) یعنی جو بدن اور مال کے اعتبار سے کمزور ہیں **وقولہ: وسقطھم** (نظروں سے گرے ہوئے معمولی) یعنی: عام لوگوں کی نگاہوں میں گرے ہوئے عوام کے پاس ان کی جو حیثیت ہے انکی نسبت سے یہ فرمایا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: **ولکن اکثرھم لا یعلمون** (لیکن ان میں کے اکثر نہیں جانتے) اور ایک مقام میں **ولکن اکثرھم یجھلون** (لیکن ان میں کے اکثر ناواقف ہیں)

کے سوانہیں تو میری رحمت ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تیرے ذریعہ سے رحم کرونگا، اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا تیرے ذریعہ سے عذاب دونگا، اور تم دونوں میں ہر ایک کو اس کے لائق بھر دینا ہے اب رہی دوزخ تو وہ نہیں بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنی شان کے لائق اپنا قدم اس میں رکھ دیگا تو وہ کہیگی قط قط بس بس بس اور اسکا ایک حصہ دوسرے حصہ کی طرف سمٹ جائیگا اور اللہ اپنے مخلوق سے کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا۔

اب رہا اللہ کے پاس ان کا جو مرتبہ ہے اسکی نسبت کرتے ہوئے یہ حضرات عظمت والے ہیں، اور اسی طرح علماء، صلحاء میں سے جنھوں نے انھیں پہچانا ہے انکے پاس بھی قدر و منزلت والے ہیں اور انھیں "سقط" اور کمزور کہنا اسی معنی کے اعتبار سے ہے یا اس میں جو حصر ہے وہ اکثریت کے اعتبار سے ہے۔

وقولہ: غرتھم (ان میں کے بھولے بھالے لوگ) "غین" کے کسرہ اور "را" کے ساتھ، یعنی عدم تجربہ یا غفلت کو کہتے ہیں یعنی دنیاداری کا کوئی تجربہ نہیں اور نہ ہی انہیں دنیا کی کوئی فکر ہے، یا وہ لوگ ہیں جو دنیاداری سے غافل آخرت کے کاموں میں مصروف ہیں۔

جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اکثر جنتی لوگ دنیاوی معاملات میں بھولے بھالے ہونگے، برخلاف کفار کے، کیونکہ یہ لوگ جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: (**یعلمون ظاھرا من الحیوۃ الدنیا وھم عن الا خرۃ ھم غافلون**) دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔ (مرقات)

1 » **قولہ حتی یضع اللہ رجلہ** (یہاں تک کہ اللہ اپنا قدم رکھے گا) اور آنے والی روایت میں "قدمہ" یعنی اپنا قدم ہے۔ سلف صالحین کا مذہب یہ ہے اللہ تعالی کی تنزیہ کے ساتھ اس کی مراد کو اللہ کے سپرد کردے۔ امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب اسی کے موافق ہے۔ اور ہمارے امام اعظم علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی مراد اللہ کے حوالے کردینا ہی مناسب ہے اور سب سے زیادہ سلامتی والا راستہ ہے جیسا کہ آپ نے "الفقہ الاکبر" میں اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔ (مرقات)

2 » **قولہ فلا یظلم اللہ من خلقہ احدا** (اور اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرتا) یعنی: اللہ دوزخ کیلئے کسی دوسری مخلوق کو پیدا نہیں فرمائیگا، کیونکہ ایسا کرنا بظاہر ظلم ہے اگرچہ کہ حقیقت میں ظلم نہیں ہے، کیونکہ یہ اپنے ملک میں تصرف

اب رہی جنت تو اللہ اسکے لئے بھی ایک مخلوق پیدا فرمائیگا۔ (متفق علیہ)

343/6875 ﴿ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخ میں مسلسل ڈالا جاتا رہیگا اور وہ کہتی رہیگی کیا اور کچھ زیادہ ہے؟ حتی کہ رب العزت اپنا قدم اسمیں رکھ دیگا تو اسکا بعض حصہ بعض حصہ کی طرف سمٹ جائیگا، اور وہ کہیگی تیری عزت وکرم کی قسم بس بس، اور جنت کے اندر مسلسل زائد کی جگہ رہیگی، یہاں تک کہ اللہ اسکے لئے ایک مخلوق پیدا فرمائیگا اور اس کو جنت کی زائد جگہ میں رکھے گا۔ (متفق علیہ)

ہے اور اللہ تعالی کوئی کام ایسا نہیں کرتا جو صورۃً بھی ظلم ہو۔ (مرقات)

1 ﴿ **قوله ينشئ لها خلقا** (وہ اس کے لئے مخلوق پیدا کریگا) یعنی ایک جماعت جو کچھ بھی عمل نہیں کی۔ اور یہ اللہ تعالی کا فضل ہے، جس طرح اللہ سبحانہ اگر دوزخ کیلئے ایک جماعت پیدا فرمائے جیسا کہ کہا گیا ہے تو یہ بھی عدل ہے، واللہ تعالی اعلم۔ (مرقات)

2 ﴿ **قوله لا يزال في الجنة فضل** (مسلسل جنت میں خالی جگہ رہیگی) یعنی مکانات کی زیادتی ہوگی جو اہل خانہ سے خالی جسمیں کوئی مقیم نہیں ہوگا، **وقوله: حتى ينشئ الله لها خلقا** (یہاں تک کہ اللہ اسکے لئے ایک مخلوق پیدا فرمائیگا) علامہ نووی علیہ الرحمہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اب رہی جنت تو اللہ اسکے لئے ایک جماعت پیدا فرمائیگا تو اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ ثواب اعمال پر موقوف نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ اسی وقت پیدا کئے جائینگے اور انہیں بغیر کسی عمل کے جنت عطا کی جائیگی۔

علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ معتزلہ یہ اعتراض کرسکتے ہیں کہ بے گناہ سے ظلم کی نفی کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اگر اللہ انہیں عذاب دے تو وہ ظلم ہوگا اور یہی ان کا عین مذہب ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ انہیں عذاب دے تو وہ ظلم نہیں ہوگا کیونکہ اس نے غیر کی ملکیت میں تصرف نہیں کیا ہے لیکن اللہ تعالی اپنے انتہائی لطف وکرم کی وجہ سے ایسا نہیں کریگا، لہذا ظلم کی نفی لطف وکرم کا اثبات کرنا ہے۔ (مرقات)

6876/344 ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ نے جنت کو پیدا فرمایا تو جبریل سے کہا: جاؤ اور اس کو دیکھو، تو وہ گئے اور اسکو اور ان چیزوں کو دیکھا جسے اللہ نے اس میں رہنے والوں کے لئے تیار فرمایا ہے، پھر وہ آئے اور کہا اے رب! تیری عزت وجلال کی قسم کوئی اسکے بارے میں نہیں سنے گا مگر اس میں داخل ہوگا پھر اللہ نے اسے مشقتوں / تکالیف سے گھیر دیا اور پھر فرمایا: اے جبریل جاؤ اسے دیکھو، تو وہ گئے اور اسے دیکھا پھر آئے اور کہا اے رب! تیری عزت وجلال کی قسم مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں داخل ہی نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور جب اللہ نے جہنم کو پیدا کیا تو فرمایا: اے جبریل جاؤ اور اس کو دیکھو آپ نے ارشاد فرمایا: جبریل گئے اور اس کو دیکھا، پھر آئے اور کہا اے رب! تیری عزت وجلال کی قسم نہیں سنے گا کوئی اس کے بارے میں اور یہ کہ وہ اس میں داخل

---

3 ﴾ **قوله لا يسمع بها احد الا دخلها** (اسکے بارے میں کوئی نہیں سنے گا مگر اس میں داخل ہو) یعنی: اس میں داخل ہونے کی خواہش کریگا اور اسکے لئے جد وجہد کریگا، اسکے حسن اور رونق کی وجہ سے صرف اسی فکر کریگا۔

و قوله: ثم حفها بالمكاره (پھر اللہ نے اسے مشقتوں سے گھیر دیا) یہ خلاف قیاس ''کرہ'' کی جمع ہے، یعنی: مشقت اور شدت۔ اس سے مراد وہ شرعی احکام و تکالیف ہیں جو نفس کے پاس ناپسندیدہ اور پر گراں ہیں۔

اس سے اس بات کی رہنمائی ہوتی ہے کہ الفاظ کے معانی کی ان مقامات میں حسی صورتیں بھی ہوتی ہیں۔ **وقوله : لا يسمع بها احد فيدخلها** (کوئی اسکے بارے میں نہیں سنے گا پس وہ اس میں داخل ہوگا) یعنی کوئی اسکے متعلق نہیں سنے گا مگر اس سے خائف وحشت زدہ ہوگا اور اس میں داخل ہونے سے بچے گا۔ (مرقات)

ہو جائے، پس اللہ اس کو شہوات سے گھیر دیا پھر فرمایا اے جبریل! جاؤ اور اسے دیکھو آپ نے ارادہ فرمایا: جبریل گئے اور اسے دیکھا تو کہا اے رب! تیری عزت وجلال کی قسم مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی رہے گا مگر وہ اس میں داخل نہیں ہو جائے گا۔ (ترمذی، ابوداود، نسائی)

6877/345 سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور مسجد کے قبلہ کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ فرما کر کہا: ابھی جس وقت میں نے تمہیں نماز پڑھائی مجھے اس دیوار کی جانب[1] جنت و دوزخ ان کی اپنی شکلوں میں دکھائی گئیں اور میں نے خیر و شر میں آج کے دن کی طرح نہیں دیکھا۔ (بخاری)

جنت اور دوزخ کے مخلوق ہونے کا بیان

ختم شد

---

1 قولہ **ممثلین فی قبل ھذا** (اسکے سامنے دونوں اپنی شکلوں کو دکھائی گئیں) تحقیق کہ یقیناً بعض روایات میں آیا ہے کہ "میں نے جنت اور دوزخ اس دیوار کے عرض میں دیکھا"۔

شارحین نے یہاں پر ایک اشکال وارد کیا کہ جنت اور دوزخ دیوار میں کیسے سما جائینگی؟ اور خود جواب دیتے ہیں کہ یہ اسی طرح بھی اس شئی کے برابر ہو۔ اسکا جواب اس طرح بھی دیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد: **فی قبل او فی عرض** (سامنے یا چوڑائی میں) مفعول سے حال نہیں بلکہ فاعل ہے، یعنی میں اسی جگہ میں رہ کر ان دونوں کو دیکھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں (جنت و دوزخ) کی صورتیں نفس دیوار پر تھیں۔ بلکہ اسکے جانب تھیں۔ اس طور پر کہ شکل کو دیکھنے کا عمل اس جانب سے ہوا اسکی شکل دوسری جگہ ہو۔ (لمعات)

Index of /images/books

- Parent Directory
- Noorul Masabih v.1/
- Noorul Masabih v.10/
- Noorul Masabih v.11/
- Noorul Masabih v.12/
- Noorul Masabih v.13/
- Noorul Masabih v.14/
- Noorul Masabih v.15/
- Noorul Masabih v.16/
- Noorul Masabih v.17/
- Noorul Masabih v.18/
- Noorul Masabih v.19/
- Noorul Masabih v.2/
- Noorul Masabih v.20/
- Noorul Masabih v.3/
- Noorul Masabih v.4/
- Noorul Masabih v.5/
- Noorul Masabih v.6/
- Noorul Masabih v.7/
- Noorul Masabih v.8/
- Noorul Masabih v.9/
- Zujajah v1/
- Zujajah v2/
- Zujajah v3/
- Zujajah v4/
- Zujajah v5/

Index of /images/books/Noorul Masabih

Parent Directory
40_1.jpg
40_10.jpg
40_100.jpg
40_101.jpg
40_102.jpg
40_103.jpg
40_104.jpg
40_105.jpg
40_106.jpg
40_107.jpg
40_108.jpg
40_109.jpg
40_11.jpg
40_110.jpg
40_111.jpg
40_112.jpg
40_113.jpg
40_114.jpg
40_115.jpg
40_116.jpg
40_117.jpg
40_118.jpg
40_119.jpg
40_12.jpg
40_120.jpg
40_121.jpg
40_122.jpg
40_123.jpg
40_124.jpg
40_125.jpg
40_126.jpg
40_127.jpg
40_128.jpg
40_129.jpg
40_13.jpg
40_130.jpg
40_131.jpg
40_132.jpg
40_133.jpg
40_134.jpg
40_135.jpg
40_136.jpg
40_137.jpg
40_138.jpg
40_139.jpg
40_14.jpg
40_140.jpg

40_141.jpg
40_142.jpg
40_143.jpg
40_144.jpg
40_145.jpg
40_146.jpg
40_147.jpg
40_148.jpg
40_149.jpg
40_15.jpg
40_150.jpg
40_151.jpg
40_152.jpg
40_153.jpg
40_154.jpg
40_155.jpg
40_156.jpg
40_157.jpg
40_158.jpg
40_159.jpg
40_16.jpg
40_160.jpg
40_161.jpg
40_162.jpg
40_163.jpg
40_164.jpg
40_165.jpg
40_166.jpg
40_167.jpg
40_168.jpg
40_169.jpg
40_17.jpg
40_170.jpg
40_171.jpg
40_172.jpg
40_173.jpg
40_174.jpg
40_175.jpg
40_176.jpg
40_177.jpg
40_178.jpg
40_179.jpg
40_18.jpg
40_180.jpg
40_181.jpg
40_182.jpg
40_183.jpg
40_184.jpg
40_185.jpg
40_186.jpg
40_187.jpg

40_188.jpg
40_189.jpg
40_19.jpg
40_190.jpg
40_191.jpg
40_192.jpg
40_193.jpg
40_194.jpg
40_195.jpg
40_196.jpg
40_197.jpg
40_198.jpg
40_199.jpg
40_2.jpg
40_20.jpg
40_200.jpg
40_201.jpg
40_202.jpg
40_203.jpg
40_204.jpg
40_205.jpg
40_206.jpg
40_207.jpg
40_208.jpg
40_209.jpg
40_21.jpg
40_210.jpg
40_211.jpg
40_212.jpg
40_213.jpg
40_214.jpg
40_215.jpg
40_216.jpg
40_217.jpg
40_218.jpg
40_219.jpg
40_22.jpg
40_220.jpg
40_221.jpg
40_222.jpg
40_223.jpg
40_224.jpg
40_225.jpg
40_226.jpg
40_227.jpg
40_228.jpg
40_229.jpg
40_23.jpg
40_24.jpg
40_25.jpg
40_26.jpg

40_27.jpg
40_28.jpg
40_29.jpg
40_3.jpg
40_30.jpg
40_31.jpg
40_32.jpg
40_33.jpg
40_34.jpg
40_35.jpg
40_36.jpg
40_37.jpg
40_38.jpg
40_39.jpg
40_4.jpg
40_40.jpg
40_41.jpg
40_42.jpg
40_43.jpg
40_44.jpg
40_45.jpg
40_46.jpg
40_47.jpg
40_48.jpg
40_49.jpg
40_5.jpg
40_50.jpg
40_51.jpg
40_52.jpg
40_53.jpg
40_54.jpg
40_55.jpg
40_56.jpg
40_57.jpg
40_58.jpg
40_59.jpg
40_6.jpg
40_60.jpg
40_61.jpg
40_62.jpg
40_63.jpg
40_64.jpg
40_65.jpg
40_66.jpg
40_67.jpg
40_68.jpg
40_69.jpg
40_7.jpg
40_70.jpg
40_71.jpg
40_72.jpg

40_73.jpg
40_74.jpg
40_75.jpg
40_76.jpg
40_77.jpg
40_78.jpg
40_79.jpg
40_8.jpg
40_80.jpg
40_81.jpg
40_82.jpg
40_83.jpg
40_84.jpg
40_85.jpg
40_86.jpg
40_87.jpg
40_88.jpg
40_89.jpg
40_9.jpg
40_90.jpg
40_91.jpg
40_92.jpg
40_93.jpg
40_94.jpg
40_95.jpg
40_96.jpg
40_97.jpg
40_98.jpg
40_99.jpg

ı v.16